فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (القرآن)

مُحَدِّث

مدیر: حافظ عبدالرحمن مدنی

مجلس التحقیق الاسلامی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے **زرِ سالانہ:** ۲۰۰روپے **بیرون ملک:** ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 35866476 / 042 - 3586639 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدِّث

لاہور

جلد نمبر ۲۲	رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ / اپریل ۱۹۹۲ء	عدد ۳

اس شمارے میں

فکر و نظر ــــ مقبوضہ کشمیر... ماضی اور حال ۲
کتاب و سنت ــ ترجمان القرآن ـــ نواب صدیق حسن خان ۱۴
ــــ تفسیر قرآن کا طریق ـــ حافظ حسن مدنی ۳۵
حدیث و سنت ــ اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ المُؤمِن ـــ غازی عزیر ۵۰
ــــ شرک کی بنیاد ـــ ابو جابر عبداللہ دامانوی ۷۷
ــــ استدراک ـــ زبیر بن مجد علی ۸۵
تحقیق و تنقید ــ تطلیقِ ثلاثہ ـــ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی ۸۸
ــــ مسئلہ اہل البیت ـــ ابو ارقم انصاری ۱۳۱
الاستفتاء ــــ چند اہم مسائل ـــ حافظ ثناء اللہ مدنی ۱۳۴
تذکرۃ المشاہیر ــ امام بخاریؒ... علمی خدمات ـــ عبدالرشید عراقی ۱۴۵
ــــ مولانا اسمٰعیل سلفیؒ ـــ عبدالرشید عراقی ۱۴۹
تبصرۂ کتب ــــ عالم برزخ ـــ محمد مسعود عبدہ ۱۵۵

مجلس ادارت

حافظ عبد الرحمٰن مدنی
مولانا سید مجتبیٰ سعیدی
مولانا محمد رمضان سلفی
مولانا عبد الرحمٰن کیلانی
حافظ حسن مدنی

بدلِ اشتراک

زرِ سالانہ ــ ۵۰ روپے
فی پرچہ ــ ۱۵ روپے

دفترِ ادارہ

۹۹ جے ماڈل ٹاؤن ــ لاہور ۱۴

فون: ــــ ۸۵۲۸۹۷

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے۔ ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر و نظر

مقبوضہ کشمیر ——— ماضی اور حال

اکثر دانشور اس دنیائے ہست و بود میں رونما ہونے والے واقعات کو کسی نہ کسی سبب یا شخص سے ملحق کر دیتے ہیں۔ اور اپنی ہمہ دانی کے غرور میں وہ اس حقیقی مدبر الامور' احکم الحاکمین وحدہ لاشریک کے اختیار و تصرف کو اپنے ذہن سے یکسر خارج کر دیتے ہیں کہ ہر "سبب" اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہر شخص کی حیات و موت' عقل و ہوش اسی کے اختیار مطلق میں ہے جس کو خدائے عزوجل نے اپنے کلام میں مختلف انداز سے بیان فرمایا ارشاد ہے۔

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ

(آل عمران: ۱۰۹)

ترجمہ: اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ (آل عمران: ۱۵۴)

کہہ دیجئے کہ تمام امور اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔

ایک اور مقام پر اس معنی کو ان الفاظ کی صورت میں واضح فرمایا کہ

أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ (الانعام: ۶۲)

ترجمہ: خبردار رہو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

وہ صاحب علم و قلم جن کے علم و بصیرت کی بنیادی تربیت علم حقیقی قرآن و حدیث کے فیض سے مستفیض ہو۔ وہ اپنے خیال و فکر کا اظہار کرتے وقت اس خالق کائنات کے لامتناہی اختیار و اقتدار کو مرکزی حیثیت دیئے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ انہیں اس کائنات میں ہر محیر العقول واقعہ کے پس پردہ اسی کی قدرت کاملہ کارفرما نظر آتی ہے۔ انہیں افغانستان میں نہتے مجاہدین کے ہاتھوں اپنے وقت کے تمام جنگی اسباب اور افرادی قوت سے مسلح روسی افواج کے تباہ و برباد ہونے میں اسی کی شان حاکمیت دکھائی دیتی ہے۔ آیئے اسی سب سے بڑی صداقت (حاکمیت الہیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو راہنما بنا کر مقبوضہ کشمیر کے ماضی اور حال کا جائزہ لیں۔

تقسیم ہند سے پہلے

ریاست کشمیر میں بسنے والے مسلمانوں پر انگریز کے مسلط کردہ راجہ ہری سنگھ نے کئی سالوں تک اپنے تمام اسباب' قوت' جبر و تشدد اور قتل و استحصال کے حربے فقط اس لئے استعمال کئے کہ وہاں کے مسلمان یا تو اپنا دین اور اپنا اسلامی تشخص چھوڑ کر ہندوؤں میں گھل مل جائیں یا ریاست کشمیر سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائیں۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تمام سازشوں کو ناکام بنایا اور مسلمانوں نے ان تمام جبر و تشدد کے باوجود ۱۹۳۷ء میں "مسلم کانفرنس" منعقد کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان نہتے مسلمانوں کو ایمان و استقلال کی ایسی قوت بخشی کہ انھوں نے اس کانفرنس کے پرچم تلے انگریز اور ہندو افواج کو للکار کر کہا

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا

اور کشمیر کی وادیوں میں ہر طرف یہ آواز گونجنے لگی

مال و دولت دنیا۔ یہ رشتہ یہ پیوند
جان وہم و گمان لا الاہ الا اللہ

پھر مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے اسی جذبہ جہاد کا ثمر ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء میں منعقد ہونے والی "آل جموں و کشمیر" کانفرنس تھی۔ جس میں کشمیری مسلمانوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کی قرار داد منظور کرکے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا عملی ثبوت مہیا کر دیا۔

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا سورۃ الطارق

بلاشبہ لوگ اپنی چالیں چل رہے ہیں اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں۔ پس ان کافروں کو مہلت دو تھوڑی سی مہلت!

ہندو سازشوں کی یلغار ——— اور کشمیری مسلمان

کسی ایک خطہ ارض پر ہی منحصر نہیں بلکہ عالمی سطح پر باطل قوتیں حق کے خلاف متحد و مربوط ہونے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں ہر وقت مستعد رہتی ہیں۔ چنانچہ "مسلم کانفرنس" کے پرچم تلے مسلمانان کشمیر نے جس جذبہ ایمان و اتحاد کا مظاہرہ کیا تھا' اس سے نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف ہندو راجہ ہری سنگھ اور انگریز پریشان ہوئے بلکہ اس وقت کی ہندوستانی سیاست کا سرغنہ آل انڈیا کانگریس کا کرتا دھرتا اور مہاتما گاندھی کا دست راست "پنڈت جواہر لال نہرو" بھی خوفزدہ ہو کر راجہ ہری سنگھ کی امداد کو بڑھا۔ اس نے کشمیر ہی کے ایک مشہور دانشور پنڈت پریم ناتھ کے ذریعے مسلم کانفرنس کے بنیادی کردار "شیخ عبداللہ" کو پھانسا۔ دوستانہ روابط پیدا کئے۔ اس کے دل و دماغ میں اسلام کی بجائے "کشمیری قوم پرستی" کا بیج بویا۔ اسے یقین دلایا کہ انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد آل انڈیا کانگریس کا ہر ممبر نہ صرف کشمیری مسلمانوں کی آزاد ریاست کے قیام میں مدد دے گا بلکہ اس کی عنان حکومت بھی شیخ عبداللہ کو دلانے میں ہر ممکن کوشش کرے گا۔

اپنے وعدہ کی یقین دہانی کے لئے پنڈت جواہر لال نہرو نے "آل انڈیا کانفرنس" کے کئی ہندو ممبروں سے تصدیق بھی کروا دی۔ خصوصاً ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور میاں افتخار الدین (جو اس وقت کانگرس میں تھے' اس کے بعد کمیونسٹوں میں شامل ہو گئے) کو سایہ کی طرح اس کے ساتھ لگا دیا گیا۔ شیخ عبداللہ ہوس اقتدار کا شکار ہو گیا۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک' ہندو ماڑواڑیوں نے شیخ عبداللہ کے لئے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیئے۔ اسے "شیر کشمیر" پھر "کشمیری گاندھی" کے القابات سے نواز کر ہندو پریس کے ذریعے "کشمیر کے ہیرو" کے طور پر مشہور کروانے کی مذموم کوششیں شروع کر دی گئیں۔

مختصر یہ کہ برہمن جواہر لال نہرو ہندو سیاست و حکومت کے راہنما دانشور "چانکیہ" کے بتائے ہوئے اصول واردات میں بظاہر کامیاب ہو گئے! جسے اس نے اپنی کتاب "ارتھ شاستر" میں اس طرح بیان کیا ہے۔

<When you want to kill your enemy, be frienden him, when you are killing him embrace him and when you have killed him, weep over his dead body>

یعنی "جب تم اپنے دشمن کو مارنا چاہو تو اس کے ساتھ دوستی کرو' پھر جب تم اسے مارنے لگو تو اسے گلے لگا کر مارو۔ جب قتل کر چکو تو اس کی لاش پر آنسو بہاؤ"

بظاہر جواہر لال نہرو کی جیت ہوئی۔ اب کشمیر میں مسلمانوں کی سیاسی کانفرنسیں "مسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کانفرنس" کی بجائے "نیشنل کانفرنس" کے پرچموں تلے ہونے لگیں اور پاکستان سے الحاق کی قرار داد کالعدم قرار دے دی گئی۔

پھر ان سازشوں کا آخری سیلاب ۱۹۴۷ء میں اس وقت کشمیر کی طرف بڑھا جب "ریڈ کلف ایوارڈ" کے ذریعہ پنجاب کے مسلم اکثریتی ضلع "گورداسپور" کو ہندوستان میں شامل کر دیا گیا۔ اور ریاست کشمیر سے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہر ممکن حربے استعمال کیے جانے لگے۔ جس کا تذکرہ ایک انگریز مصنف

<Alter Lamb> اپنی کتاب <Cricis in Kashmir> میں ان الفاظ سے کرتا ہے کہ

"قیام پاکستان کا اعلان ہوتے ہی ہندو ڈوگرہ افواج اور ہندوستان سے بھیجے گئے ہندو اور سکھوں کے دہشت گرد قافلوں نے کشمیر میں داخل ہو کر وحشت و بربریت کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ صرف جموں و کشمیر اور اس کے گرد و نواح میں پانچ لاکھ کے لگ بھگ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا گیا۔

اس زمانے کے روز ناموں "سول اینڈ ملٹری گزٹ" "ٹریبون" اور مغربی صحافیوں کی طرف سے شائع کردہ آنکھوں دیکھی رپورٹوں کو پڑھیں' تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والا یہ سلسلہ ایک دن' دو دن یا ہفتوں اور مہینوں تک ہی نہیں بلکہ سالہا سال تک جاری رہا۔ اس کے بعد کیا مسلمان زندہ بچے ہوں گے یا ان میں اپنے آپ کو علی الاعلان مسلمان کہنے کی جرات باقی رہی ہوگی؟ مادی اسباب پر یقین رکھنے والے عقل گزیدہ یہی کہیں گے "نہیں' ہرگز نہیں" ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسے حالات میں مسلمان زندہ رہ ہی نہیں سکتے۔ لیکن ایک ایسی قوت جو انسانی عقل و شعور کی رسائی سے بالاتر ہے' وہ ہمیشہ زندہ و پائندہ ہے اور جس کے فیصلے ناقابل تسخیر ہوتے ہیں اس کی قدرت نے تمام مظالم کے باوجود مسلمانوں کو وہاں قائم و دائم رکھا اور ان میں جذبہ اسلامی کو بھی باقی رکھا۔

بطور ثبوت ایک سال کا عرصہ گزرتے ہی ۱۹۴۸ء میں تمام دنیا نے دیکھا کہ ایک طرف ہندو ڈوگرہ افواج ہیں' اسباب و افراد کی بہتات ہے اور دوسری طرف بے سرو سامان' لٹے پٹے مسلمانوں کی معمولی سی تعداد خالی ہاتھ اور خالی پیٹ مگر جرات ایمانی کا یہ عالم کہ وہ ان سے نبرد آزما ہو چکی ہے۔ اور ان مجاہدوں کے حملوں سے ڈوگرہ افواج کے قدم اکھڑ گئے ہیں۔ کچھ قبائلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان بھی ان کی امداد کو پہنچ چکے ہیں۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ بزدل راجہ ہری سنگھ ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی جھولی میں کشمیر ڈال کر اس سے فوجی امداد لینے پر مجبور ہو گیا۔ بات مزید بڑھی تو انہی نہتے اور بے سرو سامان مجاہدین نے نہرو کو بھی اپنی ساکھ بچانے کے لئے اقوام متحدہ سے فریاد کرنے پر مجبور کر دیا۔ نتیجہ کے طور پر ۲۱ اپریل ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل نے ہندوستانی حکومت کو اس بات کا حکماً پابند کر دیا کہ وہ کشمیر میں آزادانہ رائے شماری کے ذریعے کشمیری مسلمانوں کو پاکستان یا ہندوستان سے الحاق کرنے کا فیصلہ کن موقع مہیا کرے۔

مگر شیطانی سازشوں نے دم نہیں توڑا' یہاں تک بس نہیں کی بلکہ عالمی سطح پر پھیلی ہوئی اسلام دشمن قوتوں کا ساتھ ہندو حکومت کو مزید ظلم پر آمادہ کرتا رہا۔ اور سلامتی کونسل نے جب بھی ہندوستان کو کشمیر میں آزادانہ انتخاب پر مجبور کیا' تو کالعدم روس نے "ویٹو" کے ذریعہ ہندوستان کی حمایت کی۔

اس عرصہ میں جبر و تشدد کے ساتھ ساتھ۔ پوری وادی کشمیر میں جن سازشوں کا جال پھیلایا گیا ان کا نقشہ کچھ یوں ہے۔

- ریاست کشمیر میں مسلمانوں کے دل و دماغ سے اللہ جل شانہ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کشمیری قوم پرستی' قبائلی اور گروہی عصبیت کے مربوط اور منظم طریقہ سے بیج بوئے جانے لگے۔
- تمام ریاست میں' علمی اداروں میں' فلسفہ "وحدت ادیان" (رام اور رحیم ایک ہیں) اور "متحدہ قومیت" کے نظریات کو پروان چڑھایا گیا۔
- دین اسلام کی تعلیم و تدریس کے اداروں کو مالی مشکلات میں مبتلا کر دیا گیا۔ مبلغین اور معلمین اسلام میں سرکردہ افراد پر طرح طرح کے جھوٹے مقدمات دائر کر کے جیلوں میں ڈال دیا گیا۔
- شراب خانے عام کر دیئے گئے! اخلاق باختہ عورتوں کو جانی بوجھی سازش کے ساتھ کشمیر میں داخل کر دیا گیا۔
- ہندوؤں کے اس نظریہ کہ "موسیقی جزو عبادت ہے" کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے پروان چڑھانے کی مذموم سازش کی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ نیشنلزم' سیکولرازم اور کمیونزم کو دنیا میں قیام امن کا ذریعہ ثابت کرنے کے لئے نام نہاد ثقافتی' علمی اور تہذیبی کوششیں کی گئیں۔

○ کشمیری دوشیزاؤں میں فلمی شہرت اور ہوس دولت پیدا کرنے کے لئے فلمی یونٹ شوٹنگ کے لئے ریاست میں بھیجے جانے لگے۔

غرض بظاہر کوئی ایسی سازش' کوئی ایسا سبب اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں جسے ہندو دماغوں نے ریاست کشمیر کے مسلمانوں کے اسلامی تشخص کو چھوڑنے پہ آمادہ کرنے کے لئے استعمال نہ کیا ہو۔ حد یہ ہے کہ خود ہندو لیڈروں کو اپنی منظم سازشوں' افراط اسباب اور اپنے افراد کی کامیابیوں پر اتنا یقین ہے کہ حال ہی میں اندرا گاندھی کے بیٹے راجیو گاندھی کو پاکستان کی سر زمین پر اس وقت کی وزیراعظم کے سامنے سینہ تان کر اکڑی ہوئی گردن کے ساتھ یہ کہنے کی جرات ہوئی کہ "کشمیر میں انتخاب کیسا؟ کشمیر میں متعدد بار انتخاب ہو چکے ہیں اور کشمیریوں نے ہر بار دنیا کو ہندوستان ہی سے الحاق کا فیصلہ سنایا ہے"

راجیو گاندھی کو یہ جرات کیونکر ہوئی؟

ظاہر ہے ہندوستانی فرمان رواؤں کے پاس اپنی صلاحیتوں سے حاصل کردہ مادی قوت ہے ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک کالعدم سوویت یونین سے حاصل کردہ بری' بحری فضائی سائنسی اور ایٹمی اعانت ہے۔

اس کے علاوہ اس جرات کی آبیاری میں ہمارا اپنا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ روشن خیال اور ترقی پسند کہلانے کے شوق میں ہمارے ایک طبقہ نے ہندوستانی ثقافت کو ایسا گلے لگایا ہے کہ اپنے ناموں میں بھی مماثلت سے گریز نہیں کیا۔

ہندوستانی ثقافت سے ہماری مرعوبیت کا یہ عالم ہے کہ تقسیم ہند سے پہلے اس خطہ کو (جسے آج کل "بھارت" کہا جاتا ہے) ہندوستان یعنی ہندو کے رہنے کی جگہ کہا اور لکھا جاتا تھا۔ اس کی مخصوص جغرافیائی حدود متعین تھیں۔ ہندو دانشوروں نے قیام پاکستان کے بعد اس خطہ کو وہ نام دے دیا' جو برہمن راج کے زمانہ میں استعمال ہوتا تھا اور اس کی جغرافیائی وسعتیں افغانستان سے ایران اور پھر پورے برصغیر پر محیط تھیں۔ ہمارے مرعوب ذہنوں نے بلاچون و چرا اس کو قبول کر لیا اور آج ہمارے شاعر' ادیب اور صحافی سب کے سب "بھارت"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستانی حکمرانوں کا اس جرات کو مدد دینے میں ہم پاکستانیوں کا بھارتی تہذیب و ثقافت کی طرف خطرناک حد تک جھکاؤ بھی ہے چنانچہ ہماری نوجوان نسل بھارتی گلوکاروں اور اداکاروں کو اپنا آئیڈیل قرار دیتی ہے ہندوؤں ہی کے اطوار اپنانا اپنے لئے باعث فخر تصور کرتی ہے۔

اپنی حکومت کے استحکام کے لئے ہندو فرمان رواؤں نے کشمیر میں جتنی سازشیں پھیلائیں' جتنے اسباب استعمال کیے اس کے نتائج کی جھلکیاں تو آنے والی سطور میں پیش ہوں گی' البتہ پاکستان میں بھی سیکولر اور لادینی نظام حکومت کے قیام کے لئے جتنی سازشیں ہو رہی ہیں وہ بھی آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں۔

راجیو گاندھی نے جب یہ دیکھا کہ جو کچھ ہمارا مقصد ہے اس کو پاکستان میں پذیرائی حاصل ہے۔ جوان قیادت اور جوان معاشرہ ہمارے اطوار کا دلدادہ ہے۔ ہمارے اداکاروں کا پرستار ہے۔ تو پھر کشمیر پر ہمارا اتنی مدت سے مکمل قبضہ ہے' حکمرانی ہے اور کشمیر کے چپے چپے پر ہم نے بارودی سرنگیں بچھا دی ہیں کس کی مجال ہے جو ہم غاصبوں سے کشمیر حاصل کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کی تدابیر ہی سب پر غالب ہیں

انسان اپنے ذرائع اور اسباب کی روشنی میں اپنی کامیابی اور ناکامی سوچنے پر مجبور ہے لیکن اللہ عزوجل کے فیصلے نہ اسباب کے محتاج ہیں نہ ہی ذرائع کے ضرورت مند! قرائن و شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے تمام اسباب اور تمام سازشیں ناکام ہو گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی تدابیر غالب آچکی ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں خود راجیو گاندھی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہاں کے مسلمانوں نے سب قحبہ خانے بند کروا دیئے اور شراب خانے تباہ کرا دیئے گئے۔ عورتوں نے بغیر پردہ کے گھر سے نکلنا قطعاً بند کر دیا اور مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ نے چند ایک نہیں بلکہ بائیس سے زیادہ ایسی جماعتیں قائم کر دیں ہیں جو اپنی ذات' اپنے وجود اور اپنے عیش و آرام کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام کی بقا کے لئے کفن بردوش میدان جہاد میں اتر آئی ہیں۔ گویا ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک ہندوؤں کی مسلمانوں کو ختم کرنے کی جتنی کوششیں تھیں اللہ نے سب ناکام بنا دیں۔ آج ان جماعتوں میں ایسے لوگ شامل ہیں جن کا تعارف اللہ تعالیٰ اپنے قرآن حکیم میں یوں فرماتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾

(آل عمران: ۱۷۳)

اہل ایمان وہ لوگ ہیں کہ جب لوگوں نے ان سے کہا کہ لوگ تمہارے خلاف جمع ہو چکے ہیں لہٰذا تم ان سے ڈر جاؤ۔ تو اس سے ان کا ایمان مزید بڑھا اور وہ پکار اٹھے "ہمارے لئے تو اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کار ساز ہے۔"

اب دیکھ لیجئے' ایک طرف تو سنگینیں' برچھیاں' نیزے' کلاشنکوف' میزائل اور جدید مہلک ہتھیارات سے مسلح ہندو افواج ہیں اور دوسری طرف وہ جماعتیں ہیں جن کے پاس اسباب ہیں نہ افرادی قوت ان کے پاس فقط جذبہ جہاد ہے اور اپنے اللہ پر ایمان!

اس وقت وادی کشمیر میں بیس (۲۰) کے لگ بھگ ایسی تنظیمیں ہیں جو اسی کاز کے لئے دن رات جدوجہد میں مصروف ہیں۔ نمایاں اہمیت کی حامل جماعتیں یہ ہیں۔

۱۔ مسلم کانفرنس ۲۔ جمعیت اہلحدیث ۳۔ تحریک نفاذ شریعت ۴۔ اسلامک سٹڈی سرکل ۵۔ جماعت اسلامی (جموں و کشمیر) ۶۔ جماعت المجاہدین وغیرہ

علاوہ ازیں لا تعداد ایسے مجاہدین ہیں جو اس مقصد کے لئے انفرادی اور اجتماعی طور پر دن رات میدان عمل میں مصروف ہیں۔ ہندوؤں کی سازشوں کی دھجیاں بکھیرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی جرات ایمانی سے نوازا ہے کہ دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ ان کے تذکروں کو نمایاں مقام دینے پر مجبور ہیں۔

مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے والی سازشوں میں ہندوؤں نے جن سکھوں کا استعمال کیا تھا آج انہی سکھوں کے ہاتھوں ہندوؤں کا قتل ہو رہا ہے' صحیح ہے کہ

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾ (یوسف ۲۱)

ان شواہد کا تذکرہ مسلمانوں کے ضمیر کو آواز دے رہا ہے کہ روشن خیالی اور جدیدیت کے جنون میں یہ مت بھولو کہ آخر کار حق ہی غالب ہے۔ ہم سب کو سوچنا چاہیے کہ کہیں ہم آیات الٰہیہ کی تکذیب کا ارتکاب تو نہیں کر رہے اور کہیں ہم ان لوگوں سے تو نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح تذکرہ فرمایا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٢﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ (الاعراف: ۱۸۳)

"وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا ہے تو انہیں ہم بتدریج (ایسے طریقے سے) تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں اور میری تدبیر کا کوئی توڑ نہیں"

موجودہ صورت حال :۔

ہندوؤں کی طرف سے سب سے خطرناک سازش جو اس وقت بروئے کار لائی جارہی ہے وہ مجاہدین کشمیر میں پھوٹ ڈالنے کے لئے ان کی صفوں میں ہندوستانی ایجنٹوں کی شمولیت ہے۔ مثال کے طور پر عبدالغنی لون کی سازش! جس نے اپنی سیاست کا آغاز (No God Fedration) کے نام کی ملحدانہ تنظیم کے قیام سے کیا تھا اور اب تک وہ "نیشنل کانگرس" "کانگرس" اور جنتا پارٹی جیسی ہندو نواز جماعتوں میں شامل رہ چکا ہے' اب اسلامی قوتوں میں دراڑیں پیدا کرنے کی سازشوں میں مصروف ہے۔

اس کی بیٹی شبنم لون اس مقصد کے لئے صبح و شام مختلف لوگوں کو اپنا آلہ کار بنانے میں مصروف ہے۔ اسی لئے "کشمیر لبریشن فرنٹ" جو عبدالغنی لون کی سرپرستی میں سرگرم عمل ہے کو ہندوستانی پریس بہت بڑی عسکری تنظیم کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ اس طرح ان کی سازش کا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح اسلام پسند جماعتوں کی جگہ ہماری لیڈر شپ کامیاب ہو سکے اور عالمی دباؤ کے تحت اگر ہمیں "انوٹ انگ" کا نعرہ واپس لینا بھی پڑے تو بھی کشمیر کی باگ دوڑ ہمارے کٹھ پتلی ہاتھوں میں ہی رہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کی اس سازش سے بھی مسلمانوں کو محفوظ فرمائیں گے۔ اللہ ایسے لوگوں کا حشر بھی شیخ عبداللہ کی طرح کرے گا۔ (ان شاء اللہ) جسے قوم سے غداری اور کشمیری قوم پرستی کے بدلے میں اپنا مقصد پورا ہونے کے بعد نہرو نے ۱۲ سال تک جیل میں قید کیے رکھا اور پھر زندگی کے آخری سالوں میں اس کی بیٹی "اندرا" نے اپنی شرائط پر اسے رہا کیا۔

سیکولر پریس کی ایک اور سازش دیکھئے کہ اس نے کشمیری مسلمانوں کی ان کوششوں کو جو وہ برہمن سامراج سے آزادی کے لئے کر رہے ہیں کو جہاد کا نام دینے کی بجائے "حریت پسندی" کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام دیا ہے اور آج ہمارے ذرائع ابلاغ انہیں حریت پسند کا نام دے رہے ہیں۔ حالانکہ "جہاد اور مجاہدین" ایسی اصطلاحیں ہیں کہ جن سے اسلام کا عظیم الشان ماضی وابستہ ہے۔ جہاد کا لفظ سنتے ہی ہر مسلمان قلبی طور پر اپنے مجاہد بھائی کی ہر طرح سے مدد پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ہمیں ان مذموم ہندوانہ سازشوں کی بیخ کنی کے لئے جہاد اور مجاہدین ہی کی اصطلاحات کو اپنے قومی اور بین الاقوامی پریس میں رائج کرنا چاہیے اور اپنی تقاریر اور تحریروں میں "حریت پسند" کا نام ترک کر دینا چاہئے۔

زندگی کے ہر مرحلہ میں ہماری کامیابی کا سو فیصد انحصار صرف اس قیادت پر ہے جو "اتباع رسول" صلی اللہ علیہ وسلم کی حامل ہو یعنی جس میں اتباع رسولؐ کے عملی اوصاف کا تواتر نظر آئے۔ متبع الرسول قیادت میں سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس کا ہر قدم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اٹھتا ہے اور وہ اپنی ذاتی خوشیوں' ارمانوں اور ہوس اقتدار کے جذبوں کو قرامین الٰہی کا تابع کر چکا ہوتا ہے' اپنی ذات کی نفی کر چکا ہوتا ہے۔

"ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین"

جس کے نتیجہ میں نصرت الٰہی اس کی پشت پناہی کرتی ہے' کامرانی اس کے قدم چومتی ہے ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ

(النور ۵۱' ۵۲)

ترجمہ: مومنوں کی بات تو یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کے طرف بلائے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں۔ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اسی سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگوں کو کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

نبی کریمؐ کے ارشادات بھی ہم سے اس بات کے متقاضی ہیں۔ احادیث نے جہاں رسول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کو نجات و فلاح کی خوشخبری سنائی ہے۔ وہاں راہ فرار اختیار کرنیوالوں کو خبردار کیا ہے کہ باری تعالیٰ کی ذات وہ حکمران نہیں' جس کی گرفت سے ہم بچ سکتے ہیں یا جس کی نگاہ سے ہم اوجھل ہو سکتے ہیں۔ اس فرار سے ہمیں ذات اور رسوائی اور آخرت کے عذاب کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

امان اللہ کی قیادت

امان اللہ کی قیادت نے کچھ لوگوں کے دلوں میں پاکستان کے خلاف جو آگ بھڑکائی ہے' وہ اس بات کی گواہ ہے کہ وہ مجاہد نہیں' حریت پسند ہے' وہ آزادی چاہتا ہے بالکل اسی طرح' جس طرح ہوس اقتدار کے جھانسے میں شیخ عبداللہ نے کشمیر کی آزادی چاہی تھی مگر اس وقت جب کہ "اتحاد بین المسلمین" پر بڑا زور دیا جارہا ہے ہر رسالہ' ہر اخبار کا اداریہ اس کی اہمیت بیان کر رہا ہے۔ ایسے وقت میں امان اللہ کا نعرہ "آزاد کشمیر" اور پاکستان سے الگ تھلگ کشمیر لا وین نیشنلزم کے سوا کچھ بھی نہیں۔

چنانچہ امان اللہ خاں کے کنٹرول لائن توڑنے کے فیصلہ پر پاکستان کا موقر روزنامہ "نوائے وقت" اپنی ۱۸ فروری کی اشاعت کے اداریہ میں لکھتا ہے۔

> "مسئلہ کشمیر نے ۱۱ فروری کو جے کے ایل ایف کے راہنما مسٹر امان اللہ خاں کی اپیل پر کنٹرول لائن توڑنے کے اقدام سے نیا رخ اختیار کر لیا ہے۔ جس سے کشمیری عوام کی جدوجہد نیا رخ اختیار کر سکتی ہے۔ جو نہ صرف کشمیریوں کے لیے بلکہ پاکستان کے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔"
>
> "پاکستان نے نہ چاہتے ہوئے بھی کنٹرول لائن کی طرف مارچ کرنے والوں کو روکنے کے لئے جو کارروائی کی۔ اس کے لیے امان اللہ خاں اور ان کے ہم نواؤں کو یہ کہنے کا موقع ملا ہے' کہ کشمیریوں کے لیے بھارت اور پاکستان دونوں برابر ہیں۔ اس لیے انہیں خود مختاری کا حق دیا جائے۔"

امان اللہ خاں کے یہ جملے بتا رہے ہیں کہ کنٹرول لائن کراس کرنے کے دو ہی نتیجے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو ہندوستان کے ہاتھوں ایک ہی وقت میں ہزاروں کی تعداد میں جذباتی مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنوا دے۔ اور خود گرفتار ہو کر زندہ بچ جائے اور پھر ہندوؤں سے انعام و اکرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حاصل کر سکے۔

دوسری صورت میں وہ موجودہ پاکستانی حکومت کے خلاف یہ تاثر دینے کی دلیل مہیا کر سکے کہ اسے کشمیر کے مسلمانوں کی آزادی سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن امان اللہ یہ بھول گئے کہ اس جیسے دنیا کے لالچی منصوبے بناتے ہی رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ انہیں ناکام کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف ان نیک بندوں کے منصوبوں کو افغان مجاہدین کی طرح کامیاب فرماتے ہیں جو صرف اس کے حکم کے تابع منصوبے بناتے ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق ہماری قومی بقا کا انحصار صرف ایک اصول پر ہے جسے اپنائے بغیر ہم کامیابی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ارشاد ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران: ۱۰۳)

"اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑے رہو اور گروہ گروہ نہ بن جاؤ"

جب تک ہم اللہ کے احکامات پر سختی سے کاربند نہیں ہوتے۔ کامیابی محال ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے اتحاد کو مضبوط بنانا بھی لازمی ہے۔ "اطاعت الٰہی اور اتحاد" وہ مسلمہ اصول ہے جس سے زندگی کی تمام مشکلوں کو حل کیا جا سکتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

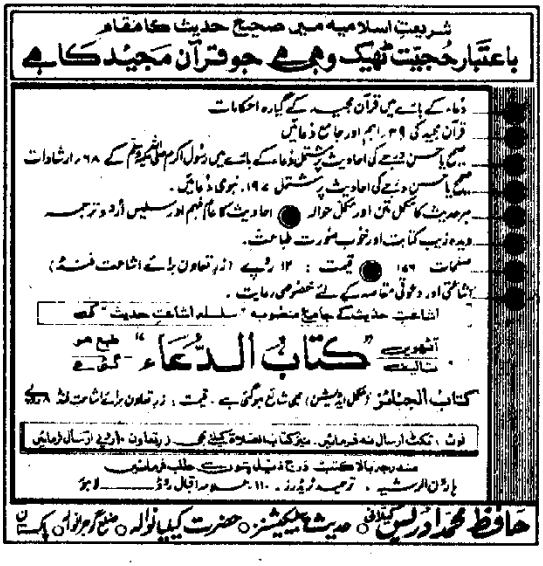

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب و حکمت

نواب صدیق حسن خاں

ترجمان القرآن

پروفیسر چودھری عبدالحفیظ
پروفیسر حافظ محمد اسرائیل

"جن یا فرشتہ"؟

جہاں یہ فرمایا كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ (الکہف: ۵۰)

ترجمہ: وہ جنات میں سے تھا اپنے رب کی حکم عدولی کا مرتکب ہوا۔

چنانچہ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ابلیس کا اس حکم عدولی سے پہلے فرشتوں میں شمار ہوتا تھا۔ "عزازیل" نام تھا۔ زمین پر رہتا تھا اور نہ صرف سب سے زیادہ علم رکھتا تھا بلکہ سب سے زیادہ عابد بھی تھا۔ انہیں خوبیوں کے گھمنڈ میں اس نے تکبر کیا۔ مگر یہ بات طے ہے کہ اس کا تعلق جنات سے تھا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا پہلا نام عزازیل تھا۔ فرشتوں میں معزز تھا۔ چار پر رکھتا تھا۔ بعد میں ابلیس کہلایا۔ تیسری روایت یہ ہے کہ زمین و آسمان کی بادشاہت اور سیادت کا مالک تھا۔ لیکن معصیت کی پاداش میں اللہ نے اسے مسخ کر کے شیطان رجیم قرار دے دیا۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ابلیس ہرگز ملائکہ میں سے نہیں تھا بلکہ جس طرح آدم علیہ السلام اصل نوع انسان سے ہیں۔ اسی طرح اس ملعون کی اصل جنس "جن" ہے۔ (ف) ابوالعالیہ کا کہنا ہے اس آیت میں "الکافرین" سے مراد نافرمان افراد ہیں۔ سدیؒ کا کہنا ہے کہ "الکافرین" سے مراد وہ کافر ہیں جو بعد میں ہوں گے!

قرطبی کا قول ہے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو کفر و گمراہی ہی پر پیدا کیا تھا۔ مگر اس کے اعمال فرشتوں جیسے تھے لیکن بعد میں اس کے اصل میں لوٹا دیا گیا۔ "وکان من الکافرین" طے ہوا وہ کافروں میں سے تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سجدۂ تعظیمی:

(ف) قتادہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا دراصل حکم الٰہی کی تعمیل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ اعزاز بخشا کہ انہیں مسجود ملائک بنا دیا۔ بعض نے کہا یہ سجدہ اللہ عزوجل کی طرف سے آدم علیہ السلام کے لئے بطور عزت و تکریم سب سے پہلا ہدیہ تھا۔ (یعنی سجدۂ تعظیمی) جس طرح یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وخروا لہ سجدا** (یوسف: ۱۰۰)

اور سب یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدے میں گر پڑے مگر سجدۂ تعظیمی سابقہ امتوں میں تو جائز تھا لیکن امت مسلمہ کے لئے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے شام میں دیکھا وہ لوگ اپنے علماء کو سجدہ کرتے ہیں۔ واپسی پر نبی اکرمؐ سے عرض کیا کہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ کو سجدہ کرنا تو بہت ہی صحیح ہو گا۔ جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اگر کسی بشر کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت سے کہتا اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرو۔ اس لئے کہ عورت پر شوہر کا بہت بڑا حق ہے۔ علامہ رازیؒ نے بھی اسی خیال کو ترجیح دی لیکن بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ سجدہ اللہ جل شانہ ہی کو تھا۔ آدم علیہ السلام تو فقط علامت قبلہ تھے۔ جس طرح فرمان ہے

أَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِدُلُوكِ ٱلشَّمْسِ (الاسراء: ۷۸)

ترجمہ: سورج کے ڈھلنے پر نماز قائم کرو لیکن یہ دلیل اتنی ٹھوس نہیں پہلا قول ہی زیادہ مدلل ہے۔ یہ سجدہ آدم علیہ السلام کو ہی بطور اکرام واحترام اور تعظیم و تسلیم تھا۔ اس کو بجا لانے میں اطاعت الٰہی بھی مقصود تھی۔ بصورت دیگر جو شرف منکسرانہ وضع پیشانی میں مضمر ہے وہ قبلہ ٹھہرانے میں نہیں۔ علامہ رازی نے دونوں اقوال کو ضعیف قرار دیتے ہوئے پہلی بات کو صحیح قرار دیا۔ بخاری شریف کی حدیث جو شفاعت کے باب میں ہے۔ اس سے اسی قول کی تائید و تصریح ثابت کی ہے جو اس طرح ہے **واسجد لک ملئکتہ**

"اور ان کو سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔"

(ف) امام رازیؒ اہل علم کے دوسرے دو اقوال کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم جن فرشتوں کو دیا گیا تھا وہ زمین کے ہی رہنے والے مخصوص تھے۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے۔ سجدہ کے مامور مخصوص آسمانی فرشتے تھے لیکن یہ آیت بلا تخصیص ارضی و سماوی فرشتوں کو مامور قرار دیتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ (الحجر:۳۰)

ترجمہ: پس سجدہ کیا سب فرشتوں نے ماسوائے ابلیس کے۔ میرے خیال میں لفظ عموم کا اطلاق اسی وقت ہو سکتا ہے جب ملائکہ سے مراد وہ مخصوص ملائکہ نہ ہوں جو ابلیس کے ساتھ گئے تھے۔ علاوہ ازیں جب کوئی مرفوع حدیث اس بارہ میں موجود نہیں تو پھر ہمیں کتاب و سنت کی ظاہر عبارت پر یقین کرتے ہوئے زیادہ غور و خوض کرنا چھوڑ دینا چاہئے۔

کبر و حسد کی ابتدا:

قتادہؒ کا کہنا ہے کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام پر صرف اس لئے حسد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شرافت و فضیلت کیوں عطا کی' جب کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور آدم علیہ السلام مٹی سے! چنانچہ اسی مردود سے کبر و حسد کی ابتدا ہوئی۔ اسی حسد و کبر میں اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی حسد ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

ابلیس کے دل میں کبر و کفر اور عناد ہونے کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ رحمت سے دھتکارا گیا۔ بارگاہ الٰہی کی حضوری سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گیا۔

بقول سعدیؒ ۔

تکبر عزازیل راخوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

ترجمہ۔ تکبر نے عزازیل کو ذلیل و خوار کر دیا اور ہمیشہ کے لئے لعنت کے جیل خانہ میں قید کر دیا۔

البتہ مفسرین میں سے اپنی الگ الگ رائے کا اظہار کرتے ہوئے ایک گروہ نے کہا۔ وہ کافر ہو گیا۔ کسی نے کہا۔ کہ وہ کافر ہے۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے تھا۔ قرطبیؒ بھی اسی خیال سے متفق ہیں۔

ولایت اور کرامات:

اہل علم کا کہنا ہے کہ نبی کے علاوہ اگر کسی کے ہاتھوں سے کرامات یا قابل حیرت باتوں کا اظہار ہوتا دیکھو تو اسے صوفیا اور روافض کی طرح ولی مت سمجھ لو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے کہ ولی اللہ کے لئے با ایمان ہونا لازمی امر ہے اور بے ایمان بارگاہ الٰہی سے شرف تجلیات پا ہی نہیں سکتا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں خبردار رہو۔ کبھی کافر و فاجر کے ہاتھوں سے بھی کرامات جیسے قابل حیرت مظاہرے ہو سکتے ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد (کاہن) سے آیت ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ (الدخان: ۱۰)

دل میں چھپا کر اس سے پوچھا۔ بتا میں نے اپنے دل میں کیا چھپا رکھا ہے۔ اس نے کہا "دخ"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو برباد ہو۔ اس سے آگے تیری کہانت نہیں چلے گی۔ یہی نہیں بلکہ اسے یعنی ابن صیاد کو جب غصہ آتا تو اتنا پھول جاتا کہ رستہ بند ہو جاتا۔ چنانچہ ابن عمر نے اسی بنا پر اس کی ایک بار پٹائی بھی کر دی تھی۔

احادیث میں دجال کی شعبدہ بازی یا خارق عادات کے بارے میں کیا کچھ کم ذکر ہے؟ جیسے آسمان سے پانی برسانا' زمین کا خزانہ ساتھ لئے پھرنا' ایک جوان کو مار کر پھر اسے زندہ کرنا' اسی بنا پر شافعیؒ و لیث بن سعدؒ نے کہا' جب تم کسی آدی کو پانی پر چلتا اور ہوا میں اڑتا دیکھو' تو اس پر ولی اللہ ہونے کا دھوکہ نہ کھاؤ۔ جب تک اس کے تمام اعمال کو کتاب و سنت کے پیمانے پر ماپ نہ لو۔ میرا اپنا کہنا یہ ہے کہ ہوا میں باز اور کبوتر اڑتے پھرتے ہیں' پانی پر کتے اور چوپائے تیرتے چلے جاتے ہیں۔ اس میں فخر کی کیا بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کا فخر یہ نہیں کہ پانی پر چلے یا ہوا میں اڑے۔ اس کا شرف تو اس میں ہے۔ کہ بندگی کا پورا پورا حق ادا کرے۔ غرور و تکبر کی ہوا بھی نہ لگنے دے۔ مزاج میں نعلین کی طرح خاکساری ہو۔ دل دستار کی طرح نخوت سے خالی ہو۔

فضیلت آدم علیہ السلام:

(ف) بقاعیؒ نے کہا ہے "آدم علیہ السلام کو پہلے اسماء کی تعلیم دی گئی' پھر انہیں مسجود ملائک بنایا گیا' اس کے بعد جنت میں ٹھہرایا' پھر جنت سے نکال کر زمین کا ساکن بنایا۔ اہل سنت کے نزدیک یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء' ملائکہ سے افضل ہیں۔

آدم علیہ السلام کا قصہ قرآن پاک کی سات سورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ' سورۂ اعراف' سورۂ حجر' سورۂ الاسراء' سورۂ کہف' سورۂ طٰہٰ' اور ساتویں سورۂ صٓ ہے۔ اغلب خیال یہ ہے کہ اس تکرار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسلی دینا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ انہیں اپنی قوم کے ہاتھوں بڑی اذیت اور تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ خطیبؒ کا بھی یہی خیال ہے مگر تکرار مذکور سے جو بات ظاہر ہوتی ہے' اس سے آدم علیہ السلام کی ساری مخلوقات پر شرف و فضیلت ثابت ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ ملائکہ پر بھی انہیں فضیلت حاصل ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اس سے مستثنیٰ ہے۔

مسئلہ موافاۃ:

تفسیر "فتح البیان" میں ہے' کہ "حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ جمعہ کے زوال سے عصر تک کیا گیا۔ سب سے پہلے جبرائیل علیہ السلام پھر میکائیل علیہ السلام' پھر اسرافیل اور عزرائیل علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ اس کے بعد تمام ملائکہ مقربین نے حکم خداوندی کی تعمیل کی۔" اس ترتیب عمل سے یہ خیال درست ہو گا کہ سجدہ کے عمل میں ملائکہ کے ہمراہ ابلیس کو شامل نہ کیا جائے۔ میرے اس خیال کی تائید میں اہل علم کی اکثریت موجود ہے۔ شیطان کا نام سریانی زبان میں عزازیل' عربی میں حارث تھا' نافرمانی کے بعد "ابلیس" نام ہوا۔ ابلیس کے معنی مایوس کے ہیں۔ روایت ہے کہ نام کے ساتھ اس کی صورت بھی بدل دی گئی۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کئے دیتا ہوں' کہ استکبار کے معنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے۔ حدیث صحیح میں اس کے معنی اس طرح بیان کئے گئے ہیں۔

"کبر حق بات کو رد کر دینے اور دوسروں کو حقیر ماننے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔" اسی طرح "اباء" یعنی انکار' استکبار کے بعد تھا' لیکن اس کا ذکر مقدم کر دیا گیا۔ اس لئے کہ انکار ظاہری افعال سے ہے اور استکبار دل کا فعل ہے۔ پھر سورہ ص میں صرف استکبار کا ذکر فرمایا' سورہ حجر میں انکار کا لفظ منتخب کیا گیا۔

مختصر یہ کہ آیت کریمہ سے کبر کا فعل قبیح ہونا اور اللہ کی ذات کی حکمتوں پر غور و خوض کرنا' برا ثابت ہوا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ "صیغہ امر" وجوب کے واسطے ہوتا ہے' جیسے اللہ نے جان لیا کہ ابلیس کی موت کفر پر ہو گی۔ اس سے ثابت ہوا' اصل میں کافر وہی ہے' جس کا خاتمہ کفر پر ہو' چاہے وہ حال یا ماضی میں مومن ہی کیوں نہ کہلائے۔ اسی کو "مسئلہ موافاۃ" کہتے ہیں۔ گو اس میں حنفیہ' شافعیہ' اور ماتریدیہ کا اختلاف ہے۔ سبکیؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت نمبر ۳۵ ' ۳۶ جنت سے زمین تک

وَقُلْنَا يَـٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَـٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ۝ فَأَزَلَّهُمَا ٱلشَّيْطَـٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا ٱهْبِطُوا۟ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَـٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ (البقرة: ۳۵ ' ۳۶)

ترجمہ : اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا۔ نہیں تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیش و نشاط) میں وہ تھے ان سے ان کو نکلوا دیا۔ تب ہم نے حکم دیا کہ (بہشت بریں) سے چلے جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین ایک وقت تک ٹھکانا اور رہائش (مقرر کر دیا گیا) ہے۔

(ف) اولاد آدم پر اللہ تعالیٰ کا یہ تیسرا احسان ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرنے کا اعزاز بخشا اور اس میں موجود اللہ کی تمام نعمتوں کو سوائے شجر ممنوعہ کے ان پر حلال کر دیا۔

نبی اور رسول:

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آدم علیہ السلام کے بارے میں پوچھا۔ کیا حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے؟

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں وہ "نبی بھی تھے اور رسول بھی۔ اللہ تعالیٰ سے انہوں نے بالمشافہ گفتگو کی اور ان سے اللہ نے کہا۔ اے آدم آپ اور آپ کی بیوی جنت میں رہائش اختیار کرو۔"

جنت کہاں تھی؟

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اس جنت کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ آسمان پر تھی یا زمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر!

قرطبیؒ نے معتزلہ اور قدریہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ زمین پر تھی۔

اس کی تفصیل سورۃ اعراف میں آئے گی۔ البتہ "فتح البیان" میں لکھا ہے کہ بعض کے خیال میں یہ جنت فلسطین میں تھی۔ یا ایران اور کرمان کے درمیان واقع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آدم علیہ السلام کے امتحان کے لئے بنایا تھا۔ اور وہاں سے آدم علیہ اسلام کا اتارنا یہ تھا کہ وہ سرزمین ہند کی طرف نقل مکانی کر جائیں۔ جیسے کہ فرمایا **اهبطوا مصرا** (البقرۃ:۶۱)

یعنی یہاں سے نکلو اور مصر چلے جاؤ۔ خیال ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق اسی خطہ زمین پر ہوئی تھی۔ لیکن اس قصہ میں ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر نہیں۔ اگر آسمان پر اٹھائے گئے ہوتے تو اس نعمت عظمیٰ کا ذکر ضرور کیا جاتا۔ اگر یہ جنت "دار الخلد" میں ہوتی تو ابلیس اس جنت میں نہ جاتا۔ بعض نے کہا یہ سب ممکن ہے۔ اس مسئلہ میں ادلہ نقلیہ متعارض ہیں اس لئے کسی بات پہ یقین نہ کرنا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ ابو السعود بھی اسی خیال سے متفق ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ اپنی کتاب "حادی الارواح" میں فریقین کے دلائل کو نقل کیا ہے لیکن کسی قول کو حتمی قرار نہیں دیا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جس بات کی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃ خبر نہ دی ہو اس میں بال کی کھال اتارنا مناسب نہیں۔

حضرت حوا علیہا السلام:

حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں آیت کا سیاق و سباق یہ بتاتا ہے کہ حوا علیہا السلام آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے سے پہلے پیدا ہوئیں۔ محمد بن اسحاق بھی (بحوالہ توراۃ وغیرہ) اسی سے اتفاق کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب آدم علیہ السلام پر نیند غالب آئی تو ان کی ایک بائیں پسلی نکال کر اس جگہ گوشت بھر دیا گیا۔ آدم علیہ السلام بدستور سوتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی اس پسلی سے پیدا ہو کر پوری ایک عورت بن گئی۔ تاکہ آدمی کو اس سے سکون ملے' آرام پائے۔ جب وہ اس خواب راحت سے جاگے تو حوا کو اپنے پہلو میں پا کر کہنے لگے۔ **لحمی ودمی وزوجتی** یعنی یہ میرا ہی گوشت' میرا ہی خون اور میرا ہی جوڑا ہے۔ پھر آدم علیہ السلام کا دل ان کے ساتھ لگ گیا۔ پھر اللہ نے ان کی شادی کر دی۔

فرمایا تم دونوں جنت میں رہو۔ مگر اس درخت کے قریب مت جانا۔

ایک گروہ کا خیال کہ حوا کی پیدائش جنت میں داخل ہونے کے بعد ہوئی تھی۔

ابن عباس اور ابن مسعودؓ کے علاوہ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ حوا کا نام حوا اس لئے ہے کہ یہ "شی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حی" سے پیدا ہوئیں۔ یعنی تم زندہ رہو۔

شجر ممنوعہ کون سا تھا؟

درخت کے پاس جانے سے روکنا تو دراصل آدم علیہ السلام کو بطور امتحان آزمانا تھا۔ مگر وہ شجر ممنوعہ کیا تھا؟ ابن عباسؓ کا کہنا ہے کہ یہ درخت انگور کا تھا۔ صحابہ تابعین و تبع تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی خیال ہے۔

یہود کا زعم یہ ہے کہ یہ درخت گندم کا درخت تھا۔ ابن عباسؓ سے بھی ایک روایت اسی کے حق میں ملتی ہے۔ دوسری روایت میں سنبل کا درخت کہا گیا ہے۔ ابوالجلد بھی اسی کے قائل ہیں۔
مگر جس درخت کے پاس آدم علیہ السلام نے توبہ کی تھی وہ زیتون کا درخت تھا۔ کہتے ہیں گندم کا دانہ جنت میں اتنا بڑا تھا جتنا گائے کا سر' مکھن سے زیادہ نرم' شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ ابو مالک کا خیال ہے کہ کھجور کا درخت تھا۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں انجیر کا درخت تھا۔ کسی نے کہا بادام' کسی نے قلم کا درخت کہا۔ کسی نے کافور' کسی نے ناشپاتی کا درخت قرار دیا۔ کسی نے بات مختصر کرتے ہوئے کہا درخت کی جنس میں سے تھا۔

ابوالعالیہ نے کہا۔ جو کوئی اس درخت کا پھل کھاتا اسے "حاجت" ہوتی۔ چنانچہ جنت "حدث" کی جگہ نہیں اس لئے آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے۔ وھب بن منبہ نے کہا۔ یہ درخت شاخدار تھا اس میں پھل لگتا تو فرشتے اسے ہمیشہ رہنے کے لئے کھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس درخت کے پاس تک جانے سے روک دیا' کھانے کی بات تو بعد کی ہے۔

خاموشی بہتر ہے:

ابن جریرؒ نے فرمایا۔ صحیح بات تو اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص درخت سے منع کیا تھا۔ اب وہ کون سا درخت تھا۔ اس کا نام نہ ہی قرآن حکیم میں ہے اور نہ ہی سنت صحیحہ میں کسی نام کا ذکر ہے۔ کوئی کسی درخت' کوئی کسی جھاڑی کا نام لیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس درخت کا نام معلوم بھی ہو جائے تو کسی عالم کی شان میں اضافہ نہیں ہو گا اور اگر معلوم نہ ہو تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ چنانچہ علامہ رازیؒ نے اسی ابہام پر اکتفا کرنے کو کہا ہے۔ ابن کثیرؒ اور شوکانیؒ بھی انہیں کے ہم خیال ہیں۔ مختصر یہ کہ شیطان نے دونوں میاں بیوی کو اس درخت کا مزہ چکھا دیا۔ ان سے لغزش ہوئی اور جنت سے نکلنے کا حکم ملا۔ اچھے لباس اچھے گھر اور اچھے رزق اور بہترین آرام و سکون میں سے نکلنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا۔ اب تم زمین میں معینہ مدت تک یعنی تا قیامت رہو گے۔ اب تمہارا مسکن، تمہارا رزق اور تمہاری موت اسی میں ہے۔

سانپ اور ابلیس

ابن کثیر نے سانپ اور ابلیس کے حوالے سے سورۂ اعراف کی تفسیریں لکھیں۔ ابلیس کس طرح جنت میں داخل ہوا اور آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالنے کے واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن یہ سب اسرائیلی روایات کی اساس پر ہے۔ ہم نہ اس کی تکذیب کر سکتے ہیں اور نہ ہی تصدیق!

ابی بن کعب مرفوعاً کہتے ہیں کہ اللہ نے آدمؑ کو بہت طویل قد بنایا۔ سر پر بہت بال تھے۔ جیسے کھجور کا درخت جب انہوں نے اس درخت کو چکھا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع کیا تھا۔ تو ان کا سر عریاں ہو گیا۔ جنت میں دوڑے پھرتے تھے کہ ایک درخت کے ساتھ بال الجھ گئے۔ آدم علیہ السلام نے بال چھڑانے کی کوشش کی تو رحمان نے پکارا۔ اے آدم کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے۔ آدم علیہ السلام نے کہا۔ نہیں میرے پروردگار! بلکہ میں شرماتا ہوں۔ اسے ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔

قیام جنت کی مدت اور مقام نزول:

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آدم علیہ السلام جنت میں عصر سے مغرب تک رہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ دن کی ایک ساعت قیام کیا۔ یہ ساعت دنیا کے ایک سو تین ایام کے برابر تھی۔

ربیعہ بن انسؒ نے فرمایا۔ آدم علیہ السلام نویں یا دسویں ساعت میں جنت سے نکلے۔ ان کے سر پر جنت کے ایک درخت کا تاج تھا۔ سدیؒ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہاں سے نکل جاؤ۔ تو آدم علیہ السلام ہند میں اترے ان کے ساتھ حجر اسود اور کچھ جنت کے پتے تھے۔ وہ پتے ہند میں پھینک دیئے۔ ان سے یہ سارے خوشبودار درخت پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے عطر کی اصلیت دراصل وہی جنت کے پتے تھے۔

آدم علیہ السلام ان پتوں کو بطور یادگار نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے ہمراہ مٹھی بھر کر جنت سے لیتے آئے تھے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ آدم علیہ السلام "رحنا" نامی زمین پر اترے یہ زمین مکہ و طائف کے درمیان ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا آدم ہند میں، حوا جدہ میں اور ابلیس "دستمیسان" جو بصرہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے وہاں اترے اور سانپ اصفہان میں اترا، رجاء بن سلمہ نے کہا۔ آدمؑ زانو پر ہاتھ رکھے ہوئے سرنگوں اترے۔ ابلیس انگلیوں میں انگلیاں ڈالے آسمان کو دیکھتا ہوا اترا۔ یہ سب صحابہ کے اقوال ہیں۔ حدیث مرفوع میں آدم علیہ السلام کے اترنے کی کوئی متعین جگہ نہیں ہے۔ اتنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح ہے کہ ہند میں اترے مگر شہر' قصبہ یا گاؤں کا نام مرفوعا ثابت نہیں۔

لیکن ہمارے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جہاں اللہ نے چاہا وہاں اتارا جگہ معلوم ہوئی تو کیا نہ معلوم ہوئی تو کیا؟ ابو موسیٰ نے کہا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو ہر چیز کی صنعت سکھا دی۔ کچھ جنت کے پھل زاد راہ کے طور پر ساتھ دے دیئے۔ یہ دنیا کے تمام پھل وہیں سے آئے ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ یہ گل سڑ جاتے ہیں اور وہ خراب نہیں ہوتے۔

سب سے بہترین دن

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً" آیا ہے کہ سب سے بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوا۔ جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے۔ (مسلم و نسائی)

نجات کی راہ

(ف) امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں سب کے لئے گناہوں پر سخت وعید آئی ہے۔ تاکہ اولاد آدم میں سے جب کوئی یہ تصور کرے گا کہ آدم علیہ السلام پر اس لغزش کے سبب کیا بیتی تو وہ گناہ کے تصور سے بھی ڈرے گا۔

لیکن افسوس ہے یہاں اولاد آدم سے گناہ پہ گناہ ہوتا جا رہا ہے۔ مگر کسی کو خیال تک نہیں آتا اس کا انجام دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ ایسے فاسقوں پر یہ شعر بالکل صادق آتا ہے۔

پدرم جنت جاوید بگندم بفروخت
ناخلف باشم اگر من بجو نفروشم

میرے باپ نے ہمیشہ کی جنت گیہوں کے ایک دانہ کے بدلے بیچ دی۔ اگر میں اسے ایک جو کے بدلے نہ بیچوں تو میں انتہائی ناخلف کہلاؤں گا۔

فتح موصلیؒ نے یوں بھی کہا ہے کہ ہم جنت میں رہنے والی قوم تھے۔ ابلیس ہمیں قید کر کے دنیا میں لایا۔ ہم کو نتیجہ کے طور پر سوائے رنج و غم کے کچھ بھی نصیب نہیں ہوا' نہ ہو گا' اگر کوئی صورت ہے تو یہ کہ ہم پھر اسی گھر میں داخل ہونے کے قابل بنیں۔ جس طرح مسافر کو سکون تبھی ملتا ہے جب وہ ساری مصیبتوں سے گزرنے کے بعد اپنے گھر اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے دیرینہ دشمن

ہمارے پرانے دو ہی دشمن ہیں۔ ایک شیطان اور دوسرا سانپ' اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "یہاں سے نکلو تمہارے بعض دشمن ہیں بعض کے" گویا ابلیس اور اولاد آدم میں دشمنی زمانہ قدیم سے چلی آتی ہے۔ جس کی وضاحت میں ایک آیت یوں ہے۔

إِنَّ ٱلشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّا (الفاطر:۶)

"بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔" عدو کے لفظی معنی ہیں "ظلم"۔ عدو وہ ہو گا جو ظالم ہو گا' دوست نہیں ہو گا' اب آپ ہی سوچئے۔

؎ بقول دشمن پیمان دوست بشکستی
ببیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی

اپنے دشمن کے کہنے پہ تم نے اپنے دوست کے ساتھ باندھا ہوا عہد وفا توڑ دیا۔ نادان! سوچ تو نے کس سے ناطہ توڑا اور کس سے جوڑا۔

سانپوں کی دشمنی تو مشہور ہے' بہت سی حدیثوں میں (اہل سنن) کے نزدیک حکم آیا ہے کہ سانپوں کو قتل کرنے کا معاوضہ لینے سے نہ ڈرو۔ قرطبی نے ان حدیثوں کے حوالے دیتے ہوئے کہا ہے۔ بعض فتح البیان میں بھی مذکور ہیں۔ یوں بھی سانپ کو لوگ اس لئے مارنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کے ڈسنے سے ان کی جان جاتی ہے۔ گویا سانپ کی دشمنی جان لیوا ہے' ظاہر نظر آتی ہے' مگر شیطان جو ایمان کی جان لیتا ہے۔ جس کا مکر و فریب سانپ کے زہر سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ ہزار لاکھوں میں سے دو چار ہی ایسے عابد و متقی ہوں گے جو توحید خالص کے عقیدہ سے اسے موت کے گھاٹ اتارتے ہوں گے۔

آیت نمبر ۳۷ — اعتراف لغزش اور طلب مغفرت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ (البقرہ:۳۷)

ترجمہ۔ "پھر سیکھ لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات' پھر قبول فرمائی اللہ تعالیٰ نے توبہ ان کی' وہی ہے برحق معاف کرنے والا مہربان"۔ "موضح القرآن" میں لکھا ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ نے کئی لفظ ڈال دیئے۔ اس طرح پکارا تو بخش دیئے گئے۔ (بحوالہ سورہ اعراف)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ وہ کلمات یہ تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

(الاعراف: ۲۳)

ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا' اور ہم پر رحم نہ کیا' تو ہم نامراد ہو جائیں گے۔

ایک جماعت سلف کا بھی اس خیال سے اتفاق ہے۔ البتہ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ وہ "تلقی" یہ تھی' کہ انہیں حج کرنے کا طریقہ معلوم ہو گیا۔

عبیدؓ بن عمیر نے یہاں ایک اور بات کہی وہ یہ تھی کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ "اے میرے رب مجھ سے سرزد ہونے والی خطا آپ نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے ہی لکھ دی تھی یا اس خطا کا موجد بھی میں ہوں؟ یعنی اس بدعت کا وقوع مجھ سے ہی ہوا؟ جواب ملا۔ "نہیں نہ تم موجد ہو نہ بدعین بلکہ میں نے تیری پیدائش سے پہلے یہ خطا تیرے نام لکھی تھی۔" آدم علیہ السلام نے عرض کیا "تو پھر جس طرح میرے نام خطا لکھی تھی اسی طرح اس خطا کو بخش بھی دے۔"

سو "تلقی" مذکور سے یہی کلمات مراد ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ "کیا آپ نے مجھے اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا؟" جواب ملا۔ ہاں "بنایا"۔ عرض کیا "کیا آپ نے اپنی روح مجھ میں نہیں پھونکی"؟ جواب ملا۔ ہاں ہم ہی نے روح پھونکی عرض کیا۔ چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ میں نے نہیں کہا؟ کیا آپ کی رحمت آپ کے غضب سے بڑھ کر نہیں؟ فرمایا یقیناً میری رحمت غضب سے بڑھ کر ہے۔ پھر عرض کیا۔ میری یہ خطا میرے بارے آپ ہی کی لکھی ہوئی تھی؟ فرمایا ہاں۔ تو عرض کیا تو پھر اب میں اگر توبہ کروں اور اپنے کئے پر پشیمان ہو جاؤں۔ تو آپ مجھے واپس جنت میں لے جائیں گے۔ جواب ملا ہاں ضرور لے جاؤں گا۔ حاکم نے اسے صحیح الاسناد قرار دے کر روایت کیا ہے۔

توبہ اور جنت

سابقہ دلائل سے ثابت ہوا کہ توبہ کرنے والا جنت کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اور جو توبہ نہیں کرتا وہ جنت سے محروم رہتا ہے۔

توبہ کے اوقات

توبہ کا بہترین وقت وہ ہے جب کسی سے بھول چوک سے غلطی ہو جائے تو اس کے فوراً بعد ہی سچے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل سے توبہ کرلی جائے۔ ذرا بھی دیر نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن ایک بات اٹل ہے کہ مرنے سے پہلے عالم نزع میں "توبہ" قبول نہیں ہوتی۔

ابی بن کعبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! اگر میں تائب ہو جاؤں اور رجوع کروں تو کیا مجھے جنت عطا ہوگی؟

فرمایا۔ ہاں۔ وہ کلمے یہی باتیں ہیں۔ اسے ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر یہ حدیث غریب منقطع ہے' مجاہد کا خیال ہے کہ وہ کلمات یہ تھے

اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ ۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ

ترجمہ۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور ساتھ تیری حمد کے۔ اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ مجھے بخش دے بلاشبہ تو بہترین بخشنے والا ہے۔

مگر میرے خیال میں پہلا قول ہی بہتر ہے۔ اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعینہٖ وہ کلمات نہیں بتائے۔ وہی جانے وہ کلمات کیا تھے۔ بہرحال آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور یہی وعدہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے بھی کیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (التوبہ:۱۰۴)

ترجمہ: کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہی تو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

اور فرمایا

وَمَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ (النساء:۱۱۰)

ترجمہ: اور جو کوئی برا کام کر بیٹھے اور اپنے نفس پر ظلم کر گزرے۔ اور یہ بھی فرمایا۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ (مریم:۶۰)

ترجمہ۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے پس یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان آیات کے علاوہ بھی اپنے گناہوں پہ نادم ہونے والوں کی توبہ قبول کرنے کے اثبات میں اور بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت سی آیات موجود ہیں۔ "محوالحوبہ" (نام رسالہ) میں استغفار اور توبہ کی تمام تفصیلات لکھی گئی ہیں۔ مختصراً یہ حقیقت ہے کہ گناہ گاروں کی توبہ قبول کرنا اس کی اپنے بندوں پہ بے حد وحساب رحمت اور بے پایاں شفقت ومہربانی ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ومہربان ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ

اے اللہ مجھ کو بخش دے اور میری توبہ قبول کر آمین

توبہ کی قبولیت کے بعد

توبہ کے قبول ہونے کے بعد جس فعل کو اللہ کے ڈر سے چھوڑا اس پر سچے دل سے پشیمانی محسوس کی' آنسوؤں کی زبان میں توبہ کی تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے بعد ہمیشہ اس فعل سے بچے۔ ورنہ --- توبہ توڑنے سے سابقہ گناہ پھر بحال ہو جائیں گے۔

آیت نمبر ۳۸'۳۹: الوداعی اعلان یا منشور

آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف روانہ کرتے ہوئے جو الوداعی اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا آخری منشور عطا فرمایا وہ یہ تھا۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (البقرہ: ۳۸'۳۹)

ترجمہ: ہم نے فرمایا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ (مگر یاد رکھو) جب تمہیں میری طرف سے ہدایات موصول ہوں تو ان کی تعمیل کرنا۔ جنہوں نے میری ہدایات کو مانا ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ ہی وہ کبھی غمزدہ ہوں اور جنہوں نے انہیں قبول نہیں کیا۔ ہماری آیات کو جھٹلایا۔ تو وہ دوزخ میں جانے والے ہوں گے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اس اعلان یا مشروط ڈراوے کے مخاطب کو بظاہر آدم علیہ السلام' حوا اور ابلیس تھے۔ لیکن فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحقیقت اس منشور یا اعلان کی مخاطب تمام اولاد آدم تھی اور ہے۔ ابو العالیہ نے کہا ہدیٰ سے مراد انبیاء' رسل' بینات اور بیانات ہیں۔

مقاتل بن حبان نے کہا۔ رسول اللہ ہیں۔ حسن بصریؒ نے کہا ہدیٰ قرآن ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا۔ یہ دونوں قول صحیح ہیں۔

ابو العالیہ کا قول عام تر ہے' آیت اس بات پر دال ہے کہ متبع کتاب و سنت پر آخرت میں کچھ خوف اور غم نہ ہوگا۔ یعنی نہ آخرت کا ڈر ہوگا اور نہ ہی امور دنیا کی وفات کا۔

سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہے۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ (طٰہٰ:۱۲۳)

ترجمہ: فرمایا تم دونوں یہاں سے نیچے اتر جاؤ۔ تم میں سے بعض' بعض کے دشمن ہوں گے۔ پھر جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ ہی گمراہ ہوگا اور نہ ہی تکلیف میں پڑے گا۔

ابن عباسؓ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ان ہدایات کی تعمیل کرنے والا نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ ہی آخرت میں بدبخت ہوگا۔

اسی منشور کا ایک حصہ یہ بھی ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ (طٰہٰ:۱۲۴)

ترجمہ: اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا۔ اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

ابن جریر نے سعد بن مالک خدری سے مرفوعاً روایت کیا ہے دوزخی لوگ دوزخ میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن کچھ لوگ جن کو ان کی خطاؤں کے سبب آگ میں ڈالا گیا۔ اللہ ان کو مارے گا۔ جب وہ کوئلہ ہو جائیں گے تو ان کے لئے شفاعت کا اذن ہوگا۔

باقی رہی تیسری قسم جو ایمان لائے مگر اطاعت نہ کی۔ وہ قسم ان دونوں آیتوں میں داخل نہیں ہے۔ "خلود" سے مراد یہاں دوام بلا انقطاع ہے۔ کسی نے کہا۔ یہ "اھباط ثانی" تاکید و تکرار ہے۔ کسی نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا پہلا اھباط جنت سے دنیا کے آسمان پر ہوا دوسرا دنیا کے آسمان سے زمین پر ہوا۔ پہلا قول صحیح ہے۔

(ف) صحیحین وغیرھما میں قصہ آدم و موسیٰ علیہما السلام کی جو تفصیلات آئی ہیں۔ ان میں آدم علیہ السلام نے اپنی آخری بات یہ کہی۔ کیا یہ ملامت اس بات پر ہے کہ جسے اللہ نے میرے پیدا کرنے سے پہلے مجھ پر مقدر کیا تھا۔

مقام نزول پھر زیر بحث:

صحابہ کی ایک جماعت کا یہی قول ہے کہ آدم کا نزول سرزمین ہند پر ہوا تھا۔ علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ خوشبودار سرزمین ہند ہے۔ کیوں کہ آدم علیہ السلام یہیں اترے تھے۔ جنت کی خوشبو یہاں کے درختوں میں سمو گئی ہے۔

یہ بات کہ آدم کا اترنا کس طرح ہوا؟ ان کے ساتھ کیا کیا چیز آئی؟ اتر کر کیا کام کیا؟ اس کا مختصر ذکر علامہ ابن قیمؒ نے "حادی الارواح" میں لکھا ہے۔ میر آزاد بلگرامی نے ہند کے فضائل پر ایک رسالہ "حدائقۃ السائل" لکھا ہے جس میں ہند کا نام "شمامۃ العنبر" (عنبر کی خوشبو) مرقوم ہے۔

کہتے ہیں آدم علیہ السلام جب اس عالم رنگ و بو میں آئے تو ان کی پیشانی میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم چمکتا تھا۔ جو پشت در پشت منتقل ہوتے ہوئے مکہ معظمہ سے ظاہر ہوا۔ گویا سارے جہاں (ہفت اقلیم) کے انسانوں کا اصل وطن ہندوستان ہی ہے۔ اس زمین سے نکل کر انسان ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا۔ حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر کی خیانت نہ کرتی۔ حاکم اور بخاری میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ کہتے ہیں عورت ہی نے سب سے پہلے شرک کیا۔ سب سے بڑے فتنہ کی جڑ عورت ہے۔ ہابیلؑ اس کی وجہ سے قتل ہوئے۔ "قصہ بقرہ" کی بنیاد بھی یہی عورت تھی۔ سب سے پہلے عشق و ہوس کی ابتدا اسی سے ہوئی۔ زنا کا آغاز بھی اسی سے ہوا۔ عورت کا مکر و فریب سب سے بڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورت ناقص العقل اور ناقص دین ہے۔ عورت بڑے سے بڑے عقلمند کی عقل بے کار کر دیتی ہے۔

اے اللہ ہمیں اس کے فتنہ سے محفوظ فرما آمین!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت نمبر ۴۰، ۴۱: عہد شکن بنی اسرائیل

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِيٓ أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ وَإِيَّٰيَ فَٱرۡهَبُونِ وَءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلۡتُ مُصَدِّقٗا لِّمَا مَعَكُمۡ وَلَا تَكُونُوٓاْ أَوَّلَ كَافِرِۭ بِهِۦۖ وَلَا تَشۡتَرُواْ بِـَٔايَٰتِي ثَمَنٗا قَلِيلٗا وَإِيَّٰيَ فَٱتَّقُونِ

(البقرہ: ۴۰، ۴۱)

ترجمہ اے بنی اسرائیل ہم نے جو احسان تم پر کئے ہیں انہیں یاد کرو۔ تم مجھ سے کئے ہوئے عہد وفا کرو۔ میں تم سے کئے عہد پورے کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو اور جو کتاب میں نے (اپنے رسول) پر نازل کی ہے جو تمہارے پاس موجود کتاب (توراۃ) کو سچا کہتی ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ انکار کرنے والوں میں تم پہل نہ کرو۔ اور میری آیتوں (میں تحریف کر کے ان) کی تھوڑی قیمت وصول نہ کرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔

حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام بھی انہیں میں پیدا ہوئے۔ ان پر توراۃ نازل ہوئی انہوں نے ہی بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلا کر شام میں بسایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد لیا تھا کہ حکم توراۃ پر قائم رہنا۔ میں جو بھی نبی بھیجوں اس کی مدد کرنا۔ ملک شام تمہاری ملکیت میں رہے گا۔ لیکن یہ گمراہ ہو گئے۔ دنیا کے لالچ میں رشوت لیتے، غلط مسئلے بتاتے، خوشامد کروانے کے لئے حق بات چھپاتے، پیغمبر کی اطاعت کرنے کے بجائے اپنی من مانی کرتے۔ توراۃ میں پیغمبر کے بارے میں لکھی ہوئی صفات بدل ڈالیں۔ مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا احسان یاد دلایا اور ان کی نافرمانی کا ذکر کیا۔

توراۃ میں یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ جو بھی نبی توراۃ کی سچائی تسلیم کرے تو اسے ہماری طرف سے بھیجا ہوا نبی تسلیم کر لینا۔ اگر ایسا نہ ہو تو سمجھ لینا وہ جھوٹا ہے۔ آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت وصول کرنے کا مطلب یہ کہ دنیا کے لئے دین کو چھوڑتے۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اسلام قبول کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، یعقوب علیہ السلام کا نام یاد دلا کر ان کے حوصلوں کو بڑھاوا دیا ہے یعنی جس طرح تمہارے آباؤ اجداد اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اعمال صالح میں ہر لحہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاک و چوبند رہتے تھے اسی طرح تم بھی ہر وقت اعمال صالح اور اللہ کے حکم کی فرماں برداری میں مستعد رہو۔ جس طرح عام طور جوش دلانے کے لئے کہا جاتا ہے۔

يَا ابْنَ الْعَالِمِ اُطْلُبِ الْعِلْمَ

یعنی اے سخی باپ کے بیٹے تو بھی سخاوت کر۔ اے عالم کے بیٹے تو بھی علم حاصل کر!

مذکورہ خطاب دراصل یعقوب علیہ السلام کی اس اولاد سے ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں مقیم تھی۔

ابن عباس کہتے ہیں اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ۔ بعض نے رجل اللہ یعنی مرد خدا اور "صفوۃ اللہ" بھی اس کے معنی لکھے ہیں لیکن پہلا قول ہی اولیٰ ہے۔

ذکر اور شکر

یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ شکر کرو۔ نعمت کو یاد کرنا شکر کے مترادف ہوتا ہے۔ جس نے اللہ کی نعمتوں کو بھلا دیا اس نے کفران نعمت کیا۔

ذکر بالکسر ضد ہے خاموشی کی اور ذکر بالضم فراموشی کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو جو نعمتیں عطا ہوئی تھیں ان میں ایک تو پتھر سے نہر جاری کی۔ کھانے کے لئے من وسلویٰ اتارا۔ فرعون کی غلامی سے نجات دی۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ نعمتوں کی فہرست یوں ہے۔ بنی اسرائیل سے نبی اور رسول بھیجے اور کتابیں اتاریں۔ جس کی دلیل میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَءَاتَىٰكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ

(المائدۃ:۲۰)

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم پر اللہ نے جو احسان کئے ان کو یاد کرو۔ کہ اس نے تم میں سے پیغمبر پیدا کئے اور تمہیں بادشاہت بخشی۔ اور تم کو اتنا کچھ عنایت کیا کہ تمام عالم میں کسی کو نہیں دیا۔ (عالمین سے مراد اسی زمانے کے لوگ ہیں)

عہد کیا تھا؟

عہد سے مراد وہ عہد ہے جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لیا گیا تھا۔ کہ جب وہ (نبی اکرم صلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ علیہ وسلم) آئیں تو تم ان کی تصدیق کرنا' ان کی پیروی کرنا۔ (یہ عہد تم پورا کرنا) ہم بھی اپنا وعدہ پورا کریں گے اور جو ذمہ داریاں اور گناہوں کے سبب بوجھ تمہاری گردنوں پر رکھے گئے ہیں۔ وہ سب دور کر دیں گے۔ حسن بصریؒ کے نزدیک عہد سے مراد یہ آیت ہے

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

(المائدہ:۱۲)

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا۔ اور ان میں ہم نے ۱۲ سردار مقرر کئے۔ پھر اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ دور کر دوں گا اور تم کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

بعض مفسرین نے فرمایا یہ عہد وہ تھا جو توراۃ میں لیا گیا تھا کہ ہم جلد ہی بنی اسرائیل سے ایک عظیم نبی اٹھائیں گے۔ سب قومیں اس کی فرماں بردار ہوں گی جس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس نے ان کی اطاعت کی۔ اللہ اس کے گناہ بخشے گا۔ اس کو جنت میں لے جائے گا اور دوہرا اجر دے گا۔ قرآن حکیم میں اس کی وضاحت یوں ہے۔

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ

(القصص:۵۲)

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ اور جب قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔ ہم تو اس سے پہلے کے حکم بردار ہیں۔ ان لوگوں کو دگنا بدل دیا جائے گا کیوں کہ یہ صبر کرتے رہے ہیں۔ اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خرچ کرتے ہیں۔ علی بن عیسیٰ کہتے ہیں اس کی تصدیق اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَءَامِنُواْ بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ

(الحدید:۲۸)

ترجمہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دگنا اجر عطا فرمائے گا۔ پھر حدیث میں جن لوگوں کے دوہرے اجر کا ذکر آیا ہے ان میں وہ اہل کتاب بھی ہیں جو حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں

امام رازیؒ نے مذکورہ باب میں بہت سی بشارتیں ان انبیاء کی نقل کی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے متعلق ہیں۔ بعض بشارتیں فتح البیان میں بھی مرقوم ہیں۔

ابوالعالیہؒ نے کہا۔ ان کا عہد یہ تھا کہ دین اسلام کے احکامات پر عمل کریں گے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ان سے یہ عہد تھا کہ میں تم سے راضی ہوں گا۔ تمہیں جنت میں داخل کروں گا۔ ابن الفارسؒ نے کہا اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کفار پر بھی ہوتی ہے۔ بعض نے کہا وہ عہد یہ تھا

وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ

(آل عمران:۱۸۷)

ترجمہ: اور جب اللہ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی' اقرار لیا کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا۔ بعض نے کہا وہ عہد یہ تھا۔

خُذُواْ مَآ ءَاتَيْنَٰكُم بِقُوَّةٍ (البقرہ:۶۳)

جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو مجتمع قوت کے ساتھ پکڑے رہو۔

بعض نے کہا وہ عہد یہ ہے جو سورۂ اعراف میں آیا ہے

وَرَحْمَتِى وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلَّذِينَ هُم بِـَٔايَٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ۔ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ ٱلَّذِى يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ : جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز سے وسیع ہے۔ میں اسے ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کرتے' زکوۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی امی ہیں ان کی فرماں برداری کرتے ہیں جن کے اوصاف کو وہ اپنے ہاں توراۃ و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اللہ کا عہد ان سے کیا تھا؟ اس کے بارہ میں ایک آیت یہ ہے

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ (آل عمران:۸۱)

اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں اور پھر تمہارے پاس ایسا پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف:۶)

ترجمہ: وہ وقت بھی یاد کرو جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا۔ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ اور جو کتاب مجھ سے پہلے آچکی ہے۔ (توراۃ) اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام "احمد" ہوگا اس کی بشارت سناتا ہوں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان آیات میں آنے والے سارے عہد مراد ہوں (واللہ اعلم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث و سنت

تحریر: الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی
ترجمہ: حافظ حسن مدنی

تفسیر قرآن کا طریق

(یہ لیکچر ۱۸ جمادی الاخرہ ۱۴۱۰ھ بروز جمعرات مسجد بنی ہاشم میں دیا گیا۔)

آغاز: سب سے بہتر کلام اللہ جل شانہ کا کلام ہے۔ اور سب سے بہترین راستہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے اور دین میں بدعات کا ارتکاب سب سے برا کام ہے۔ چنانچہ آج میں جس موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں' اس کا تعلق بدعات ہی کی قبیل میں سے ایک بدعت کے ساتھ ہے۔ جس کے ثبوت میں میری نظر سے چند ایسی تالیفات گزری ہیں' جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ "قرآن حکیم کی "تبیین" میں "سنت" کو کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ لہٰذا میں اللہ کے اس فرمان " تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوَىٰ" کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی علمی بساط کے مطابق اس اہم مسئلہ پر روشنی ڈالوں گا۔

بلاشبہ ہم میں سے ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ قرآن حکیم دین اسلام کا دستور ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ کے دل پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی صورت میں نازل فرمایا۔ ان سے بہتر اس کے متن اور مفہوم کو اور کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ لیکن تھوڑی بہت عربی زبان سے واقفیت رکھنے والوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے۔ جس نے قرآن حکیم کی تفسیر کے سلسلہ میں اپنی عقول اور خواہشات کے مطابق ایک طریقہ ایجاد کرلیا ہے۔ کتاب اللہ کی تفسیر کے چند اصول اپنے پاس سے گھڑ لئے ہیں' اور ان کی ترویج کے لئے صبح و شام مصروف عمل ہے' اب صورت حال ایسی ہے کہ اگر ان کا انسداد علمی استدلال کے ساتھ نہ کیا گیا تو بہت سے کم علم لوگ اس فتنہ کی زد میں آنے کا خطرہ ہے۔ نصف صدی سے پہلے یہ فتنہ برپا کرنے والے اپنے آپ کو "قرآنیین" کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اسلام کی مکمل تعلیم صرف اور صرف قرآن حکیم ہی ہے۔

فکر جدید یا فتنہ نو؟

چراغ سے چراغ جلنے کے مصداق مذکورہ فتنہ نے "فکر جدید" کے نام سے ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نئے فتنہ کو پیدا کیا ہے جس کے علمبرداروں کا یہ دعویٰ تو نہیں کہ اسلام صرف اور صرف قرآن حکیم ہی ہے بلکہ بظاہر وہ قرآن و سنت دونوں ہی کی دعوت دیتے ہیں لیکن جوں ہی آپ بنظر غائر ان کی تحریریں پڑھیں تو صاف معلوم ہوگا کہ قرآن و سنت کی آڑ میں ان کی خواہشات اور اصول "سنت" سے انحراف کی واضح اساس پر ہیں۔ ان کے مقاصد بھی وہی ہیں جو اول الذکر کے۔ مقاصد میں فرق صرف اتنا ہے کہ اول الذکر (قرآنیین) اس انحراف کا خود اعلان کرتے ہیں اور یہ حضرات زیادہ عالمانہ انداز میں لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنا ہم خیال بناتے ہیں۔ اس لئے میری کوشش ہوگی کہ میں اس لیکچر میں ان کے اس طریقہ واردات کے تمام پہلوں سے آپ کو آگاہ کروں اور آپ کو اس بات کا احساس دلاؤں کہ "اہمیتِ سنت" کو مجروح کرنے والے اس گروہ کی علمی سطح پر تردید کتنی اہمیت کی حامل ہے

تبیین قرآن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

یوں تو قرآن حکیم کی بہت سی آیات سے کتاب و سنت کے باہم ربط و تعلق کو علماء اپنے خطبات میں ثابت کرتے ہیں۔ لیکن میں آپ کے سامنے اس آیت کو پیش کروں گا جس میں صریح نص ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا گیا اور آپ کو اس کی وضاحت کا مکلف بنایا گیا۔ ارشاد ہے

وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل : ۴۴)

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں پر اس کی وضاحت کریں جو کچھ ان کے پاس بھیجا گیا ہے۔

اس آیت میں جس بیان کا ذکر ہوا ہے در اصل سنت مطہرہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فہم قرآن کے لئے اہل عرب کی زبان دانی کو معیار نہیں بنایا۔ اگرچہ وہ انتہائی فصیح اللسان تھے۔ تو پھر وہ عجمی جو چند دن عرب میں رہ گئے یا عربی زبان سیکھ لی۔ ان کے تبحر علم کو "وضاحت قرآن" کے لیے کیسے قابل اعتماد قرار دیا جاسکتا ہے؟ جب کہ عصر حاضر میں اس دور سے زیادہ "بیان قرآن" کی ضرورت ہے۔

آیت مذکورہ میں "بیان" سے مراد وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر القاء فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ ایک وحی ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے متلو اور معبد بنایا ہے۔ جس کا ماحصل قرآن کریم ہے۔ دوسری وہ وحی ہے جو قرآن حکیم کی طرح پڑھی تو نہیں جاتی۔ لیکن اس کا حفظ لازم ہے اس لئے کہ اس کے بغیر قرآن حکیم کے مکمل فہم کی کوئی صورت ہی نہیں۔ لہٰذا وہ وحی جو قرآن مجید کی صحیح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضاحت کرتی ہے قرآن پاک ہی کہلائے گی۔ اور یہی وہ وضاحت ہے جس کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں صریحاً مکلّف بنایا گیا ہے۔

وحی غیر متلو کے بغیر وضاحت قرآن

میرا دعویٰ ہے کہ چاہے کوئی عربی کا بہت بڑا ماہر ہو یا فہم و ادراک میں یکتا ہو۔ ماہر لسانیات ہو ' وضاحت و تشریح کی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہو۔ وحی غیر متلو (سنت مطہرہ) کے بغیر قرآن مجید کے اصل مفہوم کو مکمل طور پہ سمجھ ہی نہیں سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ اور کون ہے جو عربی اور لغت عربی کو سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ ان کی مادری زبان عربی میں ہی قرآن حکیم نازل ہوا پھر بھی کئی آیات کے مطالب کو سمجھنا ان کے لئے ناممکن ہوگیا۔ مجبوراً" انہیں سمجھنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی رجوع کرنا پڑا۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں' امام احمدؒ نے اپنی مُسند میں عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ عزوجل کا یہ فرمان تلاوت فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

انعام : 82

ترجمہ : وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں مخلوط کیا ' انہی لوگوں کے لئے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر دوسری اور بھی بہت سی آیات کی طرح یہ آیت بھی گراں گزری۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس آیت کے لفظی معنی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ اس لئے کہ اس میں جو شدید حکم تھا۔ اس کی صحیح نوعیت سمجھنے میں انہیں دقت پیش آئی۔

انہوں نے بارگاہ رسالت علیہ التحیہ والسلام کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کون ظلم نہیں کرتا؟ حقیقت میں وہ آیت میں مذکور "ظلم" کا مطلب ایسا سمجھے جو عمومی طور پر ہر ایک سے سرزد ہوجاتا ہے مثلاً" اپنے نفس پر ظلم یا کسی اپنے ساتھی یا گھر والوں پہ ظلم کر گزرنا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر واضح کرتے ہوئے فرمایا اس آیت میں لفظ "ظلم" کا مفہوم جو تمہاری عقلیں سمجھ رہی ہیں وہ نہیں بلکہ یہاں ظلم سے مراد "ظلم اکبر" یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے مزید وضاحت کے لئے انہیں حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو دی ہوئی نصیحت یاد دلائی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمن : 12)

ترجمہ : اے میرے بیٹے ! تو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا ' بلاشبہ شرک بہت بھاری ظلم ہے۔ غور فرمایئے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جو افصح العرب تھے ان کے لئے مذکورہ آیت کے ایک لفظ "ظلم" کے صحیح مفہوم کو سمجھنا مشکل ہوگیا' اور اس مشکل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت نے دور فرمایا۔ تو پھر اور کس کی مجال ہوسکتی ہے کہ قرآن عظیم کی تفسیر یا وضاحت کا حق ادا کرسکے !

اور یہی وہ خصوصی شانِ نبوی علیہ التحیۃ والسلام ہے' جس کا اشارہ رب العزت اپنے اس ارشاد میں فرماتے ہیں۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل : ۴۴)

ترجمہ : اور ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں پر جو ہم نے آپ کی طرف بھیجا ہے کی وضاحت کریں۔ قرآن کریم کی اس واضح نص اور مذکورہ دلیل کو سننے یا جاننے کے بعد ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے اذہان میں اس حقیقت کو بٹھالیں اپنے عقائد میں اس نص قرآنی کو شامل کرلیں' کہ "سنت مطہرہ" کے بغیر کسی کو قرآن حکیم کی تفسیر کا حق ہی نہیں۔ اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کے بغیر آیات الہیہ کے صحیح مفہوم کو ادا کرسکتا ہے۔

مشروط عہد

یہ وہ عہد ہے جس کا اعلان خاتم النبین رحمت اللعالمین علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک لاکھ چودہ یا تیس ہزار صحابہ کرام کی موجودگی میں فرمایا

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي"

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اگر تم نے ان دونوں کو مضبوط پکڑے رکھا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ ہیں کتاب اللہ اور میری سنت اور ارشاد فرمایا " وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ" اور یہ دونوں علیحدہ نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر میں مجھ پر پیش ہوں۔

اس اعلان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں نہ کہ ایک چیز۔ دو وحییں نہ کہ ایک وحی۔ ہرگز گمراہ نہ ہوگے' جب تک ان دونوں کتاب اللہ اور میری سنت کو پکڑے رکھو گے جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جن جماعت نے بھی صرف کتاب اللہ کو پکڑا وہ کتاب و سنت دونوں کی منکر ہے لہذا ہر وہ شخص جو صرف قرآن حکیم کو ماسوائے سنت یا فقط سنت کو قرآن مجید کے بغیر پکڑتا ہے۔ وہ یقیناً گمراہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح ہدایت و روشنی پانے کے لئے ہمیں کتاب اللہ اور سنت دونوں کو اپنانا ہوگا۔ ہمیں گمراہی سے بچنے کی شرط ہی یہی ہے کہ ہم ایک ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھامے رہیں۔

اس حدیث کے علاوہ اصول تفسیر اور قواعد علوم تفسیر میں بھی یہی تاکید ہے کہ قران کی تفسیر قرآن و سنت دونوں کے ساتھ لازم ہے۔

ایک سوال اور ----------؟

سوال یہ ہے کہ کیا قرآن کی تفسیر قرآن سے ہی کرنا واجب ہے۔ اور پھر بعد سنت سے اس تائید و تحقیق ہونی چاہئے۔

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ ایک جماعت میں یہ غلطی پائی جاتی ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر کے لئے قرآن حکیم کو ہی کافی قرار دیتی ہے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں یا ' قصداً" وہ اس حقیقت سے گریز کرتے ہیں کہ سنت ہی قرآن کی صحیح وضاحت کرتی ہے۔ اس کے مجمل کو بیان کرتی ہے۔ قرآن حکیم کے عموم کی تخصیص اور اس کے مطلق کی تقیید کرتی ہے۔ علاوہ ازیں ایسی دوسری وضاحتیں کرتی ہے' جن سے کوئی ذی شعور مسلمان مستغنی نہیں ہوسکتا ان دلائل کی روشنی میں قرآن حکیم کی تفسیر قرآن کے ساتھ قطعاً جائز نہیں۔ بلکہ قرآن کی تفسیر قرآن سنت دونوں کے ساتھ کرنا واجب ہے۔ اس لائحہ عمل کا نتیجہ وہی ہوگا جس کی بشارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ حدیث میں دی ہے اور فرمایا ہے

" لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض" اس لئے ہر اس شخص کے لئے جو قرآن حکیم کی تفسیر کرنا چاہتا ہو" اس پر لازم ہے کہ وہ کتاب و سنت کو جمع کرکے تفسیر کرے خصوصاً جن آیات کا تعلق عقیدہ' احکام' اخلاق اور معاشرت سے ہو۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ قرآن مجید کی وہ آیت (جس کی تفسیر مطلوب ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی متقاضی یا حاجت مند ہو!

قیاس؛ اجتہاد

اسی موضوع کے ایک اور پہلو کا ذکر ضروری سمجھتے ہوئے میں ایک حدیث کی یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں جو علم "اصول فقہ" پڑھنے والوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہے اور اسے علم اصول فقہ' میں قیاس و اجتہاد کی اساس بنا کر بحث کی جاتی ہے۔ وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا کہ تم کس کے ساتھ معاملات کا فیصلہ کرو گے۔ تو انہوں نے فرمایا اللہ کی کتاب سے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تمہیں وہاں نہ ملے تو؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہاں بھی تمہیں نہ ملے تو؟

تو انہوں نے کہا" میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور اس پر کچھ زیادتی نہ کروں گا تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَا یُحِبُّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

اس حدیث کے بارہ میں طلباء علم کو یہ علم ہونا چاہئے کہ علماء حدیث کی نظر میں یہ حدیث صراحتا اور تعریضا" صحیح نہیں ہے۔ صریحا سے میرا مقصود یہ ہے کہ اکثر آئمہ محدث نے اس کی سند ضعیف پر صراحت کی ہے۔ جن میں امام المحدثین امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے محدثین بھی ہیں۔ ان ائمہ کی تعداد دس سے زائد ہے۔ ان میں متقدم امام بخاری اور سب سے متاخر امام حافظ ابن حجر العسقلانی ہیں۔ ان کے درمیان متعدد آئمہ ہیں جن کے اقوال میں نے اپنی کتاب "سلسلہ الاحادیث الضعیفہ و الموضوعۃ" میں لکھے ہیں۔ اگر آپ تفصیل چاہیں تو اس کی طرف رجوع کیجئے۔

مقصود یہ ہے کہ آئمہ کی تنصیص کی روشنی میں یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے قواعد بھی اس کے ضعف پر دال ہیں۔ اس اعتبار سے کہ اس حدیث کا مدار جس شخص پر ہے وہ جہالت کے ساتھ معروف ہے یعنی اس سے روایت کرنا بھی معروف نہیں چہ جائیکہ وہ سچائی کے معیار کے ساتھ پہچانا جاتا ہو۔ یا حفظ کے معیار پر پورا اترے۔

غرض ہر اعتبار سے یہ راوی "مجہول" ہے گویا "مجہول العین" ہے۔ عظیم ناقد امام حافظ ذہبی الدمشقی نے اپنی مایہ ناز تصنیف "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" میں اس کی جہالت کی بدلل تصریح کی ہے۔ علماء حدیث کے ہاں تنصیصا" اور تعریضا" ضعیف ثابت ہونے کے بعد اگر آپ اس کے متن پر بھی غور کریں تو باعتبار متن بھی "منکر" ہے۔ علاوہ ازیں اس کے بطلان کی دلیل میں سابقہ سطور کافی ہیں جن میں صراحتا کہا گیا ہے کہ قرآن کی تفسیر میں کتاب و سنت دونوں کی جانب رجوع واجب ہے۔ اور اس حدیث میں سنت کو قرآن کے بعد مقام دیا گیا۔ اور سنت کے بعد رائے کو مقام دیا گیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور دلیل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ (المائدہ: ۳)

ترجمہ: "یعنی تم پر مردار اور خون حرام کیا گیا ہے" اگر کوئی اس آیت کی تفسیر ایسے شخص سے پوچھے جو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مجہول حدیث میں بیان کردہ ترتیب تفقہ کا قائل ہو تو وہ فقیہ قرآن حکیم کی اس آیت پر تفکر کرنے کے بعد اس کے صریح معنوں کو بیان کرے گا۔ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ" یعنی تمہارے لئے مردار اور خون حرام ہے۔ لہٰذا اس آیت کے ان معانی کو بنیاد بنا کر وہ کہے گا "مچھلی" حرام ہے اس طرح جگر اور تلی کے بارے میں بھی اس کا جواب یہی ہوگا کیونکہ اس آیت میں "مردار اور خون کا حکم ایک ہی ہے جب کہ تلی اور جگر بھی محض خون ہی ہوتے ہیں۔

لہٰذا صرف آیت قرآن کے صریح معانی پر اعتماد کرتے ہوئے مذکورہ فتویٰ دنیا غیر اسلامی ہوگا۔ اس لئے کہ قرآن اور بیان دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ یعنی قرآن و سنت دونوں کا نام اسلام ہے۔ اس مقام پر لازم ہوگا کہ یہ دیکھا جائے کہ بیان کے مکلف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی وضاحت کس طرح فرمائی ہے۔ تو معلوم ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ وسلم سے ایسی سند سے مروی ہے جس میں کلام ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً یہ قول صحیح ثابت ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک یہ قول "مرفوع" ہی کے حکم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ: اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ"

اس حدیث میں بعض مرداروں اور خونوں کے جواز کی صراحت موجود ہے۔ اس طرح ایک اور صحیح حدیث میں وارد ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں مرقوم فرمایا۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا عبیدہ بن جراح کو امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ یہ لوگ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلے۔ ان کا زاد راہ کھجوریں تھی جب کم پڑنے لگیں تو ہر ایک شخص کو ایک ایک کھجور دینے کی نوبت آگئی۔ حتیٰ کہ انہوں نے دور سے ساحل سمندر پر ایک بڑی بہت بڑی شئے دیکھی جب اس کے پاس گئے تو معلوم ہوا یہ ایک بہت بڑی اور موٹی مچھلی تھی۔ تو انہوں نے اس سے سیر ہو کر کھایا۔ اور باقی ہمراہ لے لیا۔ اس مچھلی کی جسامت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اس کی ایک پسلی کی ہڈی زمین میں گاڑی تو اس کے نیچے ایک آدمی اونٹ پر سوار ہو کر آسانی سے نکل سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسے سمندر کے باہر پھینک دیا۔ اور اسے اصحاب النبی صلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ علیہ وسلم کے لئے میسر فرما دیا۔ جب یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا۔ "تمہارے پاس اس مچھلی میں کچھ میرے کھانے کے لئے بھی ہے؟

گویا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سمندر کا مردار حلال ہے۔ یہ تو اسی کے لئے ہوگا جو قرآن اور سنت دونوں پر اعتماد کرتا ہوگا۔ لیکن جو قرآنیین سے متاثر ہوتا تو اس کا جواب ہوگا "حرمت علیکم المیتۃ والدم" تمہارے اوپر مردار اور خون حرام ہے

لیکن یہی شخص جب قرآن حکیم میں ایسی آیت پر پہنچے گا جو ان معانی پر دال ہیں کہ اطاعت رسول دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ تو اس وقت اس پر لازم ہوگا کہ وہ سنت کی طرف رجوع کرے اسے قرآن سے ملائے ان کے درمیان فرق نہ کرے تو اس وقت اس آیت کا مفہوم اس کے ذہن میں اس طرح آئے گا کہ "تم پر مردار حرام ہے ماسوا "میتۃ البحر" کے! اور خون حرام ہے ماسوائے جگر" اور "تلی" کے! میں نے یہ دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی ہے جس کے بعد کوئی اور دلیل وزن ہی نہیں رکھتی۔

شریعت کی اساس

شریعت کی پوری عمارت قرآن و سنت دونوں کی اساس پر قائم ہے۔ اسی لئے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے یہ فرمان منقول ہے کہ مکمل سنت (بشرطیکہ وہ صحیح ہو) وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سمجھائی۔ اس سے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ مقصد ہے کہ قرآن و سنت تسبیح کی طرح باہم پروئے ہوئے دانوں کی مانند ہیں اللہ جل شانہ' نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ان آیات کی وضاحت اور بیان کو اتار' جس بیان کی امت کو ضرورت تھی۔

میرے خیال میں یہی ایک مثال انتہائی کافی ہے۔ قرآن کی تفسیر میں یہ قاعدہ لازمی ہے کہ قرآن و سنت دونوں کی طرف رجوع کیا جائے۔ ہمیں یہ بات زیبا نہیں دیتی کہ ہم مرحلہ وار یہ کہیں کہ پہلے مرحلے پر قرآن پھر دوسرے مرحلے پر سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ کیونکہ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سنت دوسرے مرتبے پر ہے۔ ہم ایسی بات نہیں کہنا چاہتے جو اہل علم کے لائق نہیں کہ سنت قرآن کے مساوی ہے ہر اعتبار سے۔ بلکہ باعتبار ثبوت سنت کا قرآن سے دوسرا ہی درجہ ہے اس وجہ سے کیونکہ قرآن تو ہمیں بذریعہ تواتر ملا ہے جب کہ سنت ایسے نہیں۔ ہمارا مقصد یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حکم کو ثابت کرنے کے اعتبار سے دونوں عین مساوی ہیں اور باعتبار عمل سنت اور قرآن میں تفریق نہیں اور جس تفریق کو بعض علماء (جوکہ علم حدیث میں مختص ہیں) نے ملحوظ رکھا ہے وہ باعتبار علم الر ولیہ ہے۔ جہاں تک علم و رایت ' فقہ اور کتاب اللہ سے مفہوم لینے کا تعلق ہے وہاں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مابین کوئی فرق نہیں۔

یہ بحث ہمیں ایک اور مسئلے کی طرف بھی لے جاتی ہے جس کے بارے میں بعض شک کرنے والوں نے اس علم سے جہالت اور اصولوں سے ناواقفیت کی بنا پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شک کیا ہے۔ ان کی اس بحث کا محور خبر متواتر اور خبر آحاد کی تقسیم ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں اس بحث سے وہی علمائے امت مستفید ہوسکتے ہیں جو علم سنت و حدیث میں تخصیص کے حامل ہوں۔ جہاں تک عامۃ المسلمین کا تعلق ہے انہیں اس تفصیل سے کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ یہ بحث ان کے اذہان میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مزید تشکیک کا باعث بن سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ ذہنی ناپختگی کی بنا پر ان شک پیدا کرنے والوں کے پیدا کردہ شبہات کا شکار ہوجائیں۔

حدیث وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر مروی ہو چاہے کسی بھی طریق۔ مثلاً " حسن' صحیح' یا حسن لذاتہ و صحیح لذاتہ ' یا حسن لغیرہ' و صحیح لغیرہ' صحیح غریب' صحیح مستفیض' صحیح مشہور یا صحیح متواتر ہو۔ ان سب مباحث کا تعلق اہل علم سے ہے عام مسلمانوں کے لیے فقط یہی کافی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس پر ایمان لانا اس کی تصدیق کرنا واجب ہے یا یہ حدیث ضعیف ہی جس سے اجتناب ضروری ہے۔

مشاہدے میں آیا ہے وہ لوگ جو عوام الناس کے سامنے ان تفاصیل پر بحث کرتے ہیں جن کا صرف اہل علم سے تعلق ہے در حقیقت وہ عام مسلمانوں میں بے شمار ان صحیح احادیث کے بارے میں بھی شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو بطریق آحاد مروی ہیں۔ حدیث آحاد کا بالاختصار مطلب یہ ہے کہ جو درجہ تواتر کو نہ پہنچے اور متواتر سے مقصود یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بڑی تعداد (جس کا جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہے) نے اس حدیث کو بیان کیا ہو۔ لیکن اس تعداد کے تعین کے بارے میں بے شمار اختلاف ہیں۔ جو میرے خیال میں اللہ کی رحمت ہیں۔ کیونکہ کسی چیز میں اختلاف اس کی ناپختگی پر تو دلالت کرسکتا ہے لیکن صداقت پر نہیں۔ ان میں بعض کا کہنا ہے کہ تواتر کی تعداد کم از کم سو شخص ہیں اور بعض اس سے کچھ کم بتاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض نے کم از کم دس عدد بیان کیے ہیں۔ یعنی جب تک کوئی حدیث سو راویوں تک (اعلیٰ قول کا اعتبار کرتے ہوئے) یا باعتبار ادنیٰ قول کم از کم دس راویوں سے مروی نہ ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور اسی طرح 100 یا دس صحابہ سے لے کر تابعین تک حتی کہ کتب حدیث تک متصلاً سو یا دس رواۃ سے اسے بیان نہ کیا ہو۔ وہ درجہ تواتر کو نہیں پہنچ سکے گی۔

حدیث کے متواتر یا غیر متواتر ہونے سے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ تو ان لوگوں کا کہنا ہے کہ خبر آحاد (غیر متواتر) سے "غیبیات" (جس کی تعبیر وہ عقائد سے کرتے ہیں) سے متعلق حکم اخذ کرنا صحیح ہیں۔ اور احکام کے ماسوا غیر متواتر حدیث سے مسئلہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔

یہ ان لوگوں کے خیال ہیں جو مذکور بحث کو اپنا موضوع سخن بنا کر خلاف حقیقت احادیث کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں ان کے ہر فریب کی وضاحت اور تردید تو صرف چند علماء حدیث ہی کرسکتے ہیں۔ جو ہر زمانے میں تعداد میں انتہائی کم ہوتے ہیں۔

اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں کہ علماء حدیث کے نزدیک حدیث متواتر کی واضح ترین مثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ " مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

یہ حدیث متواتر ہے کیونکہ اس کے راوی صحابہ کرام سے لے کر تاحد آخر سو تک موجود ہیں۔ لیکن آپ میں سے جس کے پاس "حدیث متواتر" کے تمام اوصاف پہنچ گئے وہ بجا۔۔ لیکن اگر میں اکیلا یہ کہ دوں کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ تو تب میرے اکیلے کی بنا پر اس کا تواتر ختم ہوجائے گا؟ بہتر یہی ہے کہ ہم ایسی بحث میں نہ پڑیں۔ اور احادیث کی اسی طرح اتباع کریں جس طرح ہمارے اسلاف نے کیا۔ عوام الناس کو تو ان بحثوں میں الجھانا فلسفہ کی بحث کی طرح انہیں مشکل میں ڈال دے گا۔ صاف بات یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے تواتر کی شرط لگانا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو معطل کرنے کی مذموم کوشش ہے۔

دور حاضر میں اکثر افراد اور جماعتوں کو میں نے اس مرض میں مبتلا پایا ہے کہ وہ بے شمار صحیح احادیث کو اس دلیل سے رد کردیتے ہیں کہ فلاں حدیث احکام کے بارہ میں نہیں ۔ بلکہ امور غیب اور عقائد کے بارہ میں ہے۔ لہٰذا یہاں حدیث آحاد معتبر نہیں۔ اسی طرح یہ افراد متعدد احادیث کو اپنی خواہشات کے مطابق ناقابل عمل قرار دے دیتے ہیں۔

قرون اولیٰ اور ہم

ان تمام مباحث میں پڑنے اور ذہنی خلفشار سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم عہد اول (قرون اولیٰ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرف رجوع کریں۔ تاکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیں یہ معلوم ہو کہ اصحاب النبی اپنے اور بعد میں آنے والے لوگوں کو جو ان کے ہم عصر تھے مگر نبی اکرم صلی اللہ سے انہیں شرف ملاقات نہیں ہو سکا کو احادیث کیسے بیان کرتے تھے مثلاً اہل یمن کی مثال ہمارے سامنے ہے' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل نہ کر سکے! مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقفہ وقفہ سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ' حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھیجتے رہے اور بھیجتے وقت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے کیا فرمایا۔ میرے خیال میں اس کا علم تو آپ سب کو ہوگا بحوالہ صحیحین ارشاد فرمایا
اَوَّلُ مَا تَدْعُوهُمْ اِلَيْهِ شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَجَابُوْكَ فَأْمُرْهُمْ بِالصَّلٰوةِ

محل شاہد یہ ہے کہ نماز تو احکام میں سے ایک حکم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس سے پہلے عقیدہ توحید کی طرف دعوت کا بھی ذکر ہے۔ جو اسلام کے تمام عقائد کی بنیاد ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ جب نبی اکرم نے انھیں تبلیغ کا حکم دیا تھا اور آپ نے تبلیغ فرمائی تو کیا یہ خبر متواتر تھی؟ کیا اللہ اور اس کے رسول کی "اہل یمن" پر تبلیغ کی حجت قائم ہوگئی یا نہیں؟ وہ لوگ جنھوں نے اسلام میں یہ فلسفہ (کہ خبر آحاد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا) داخل کیا ہے ان کے زعم میں تو اللہ اور اس کے رسول کے طرف سے حجت قائم نہیں ہوتی بلکہ رسول اللہ پر لازم تھا کہ کم از کم اتنی تعداد بھیجتے جو کہ "عدد تواتر کے معیار پر پوری اترے"

اسی لئے ہی میں نے بعض اوقات ان لوگوں کو جن کا یہ عقیدہ ہے (کہ خبر آحاد سے غیبات ثابت نہیں ہوتے) کہا کہ تم میں سے کسی مبلغ کو اسلام کی تبلیغ کے لئے کبھی "بلاد کفر" کی طرف جانے کا اتفاق ہو تو بلاشبہ وہ سب سے پہلے انہیں اسلامی عقائد کی طرف دعوت دے گا اس لئے کہ اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ "اللہ کی توحید اور نبی اکرمؐ کی رسالت کی شہادت" ہے مذکورہ گروہ کے رئیس نے اپنی کتاب میں "دعوت کے طریقہ کار" کے بارے میں ایک مستقل فصل لکھی ہے جس کا نام اس نے "طریق الایمان" رکھا ہے۔ اور اس میں اس نے مسلمانوں کو بلاد اسلام میں اور کفار کو ان کے ممالک میں اسلام کی طرف دعوت دینے کا جو طریقہ بیان کیا ہے اس طریقہ کے آخر میں یہ اصول بھی مذکور ہے کہ خبر آحاد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ پس اگر کوئی شخص تبلیغ کے لئے جائے اور ان کو اپنے رئیس کے بیان کردہ طریق کے مطابق تبلیغ اسلام کرے لیکن جب اس طریقہ کے آخر میں یہ اصول بھی بیان کرے اور لوگوں کا مجمع اس کا خطاب سن رہا ہو کہ خبر آحاد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ تو ان لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کہے محترم! آپ نے ابھی ابھی ہمارے سامنے عقیدہ اسلام رکھا ہے اور آخر میں آپ نے اپنا اصول بھی بتایا ہے اس کی روشنی میں آپ بھی ہمیں اسلام کا عقیدہ سکھانے کے لئے اکیلے آئے ہیں۔ لہٰذا آپ ہی کے بیان کردہ منہج پر (جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے) اللہ کی حجت ہم پر قائم نہیں ہوئی کیونکہ آپ فرد واحد ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ آپ اپنے ملک میں لوٹیں اور اپنے ساتھ اتنی تعداد لے کر آئیں جو آپ کے ساتھ گواہی دے کہ جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے وہ اسلام ہی ہے۔

تعجب ہے یہ لوگ اس حدیث پر توجہ نہیں دیتے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ، علی اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضوان اللہ علیہم کو فرداً فرداً بھیجا تاکہ انھیں اسلام کی تعلیم دیں۔ اس سے ثابت ہوا جس عقیدہ کو رئیس مذکور نے اسلام میں داخل کیا ہے سلف صالحین کا اس تقسیم (کہ فلاں متواتر ہے فلاں آحاد ہے) سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بلکہ صرف اتنا کافی ہے کہ آپ کو فقط نبی اکرم کی حدیث صحیح رواۃ کے ساتھ پہنچ جائے اور حدیث کو ان کمزور عقول کی شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی جو کتاب و سنت کو کماحقہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ مختصراً یہ کہ ہمارے لئے سنت کی مدد سے قرآن کی تفسیر کرنا واجب ہے چاہے وہ متواتر ہوں یا آحاد ہوں یہی وہ راستہ ہے جس پر خدا تعالیٰ کے اس فرمان کی بنا پر ہمارے لئے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے چلنا لازم ہے۔

ترجمہ: اگر تمہارا کسی چیز میں جھگڑا ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔ یہ بہتر اور اچھا ہے انجام کار کے لحاظ سے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ قرآن میں بعض آیات ایسی ہیں جن کی تفسیر کرنے کے لئے ہم کو کوئی حدیث نہیں ملتی۔ تب مذکورہ بیان صحیح کیسے ہوگا؟

ایسی صورت میں جیسا کہ اہل علم کے ہاں معروف ہے کہ جب سنت میں ہمیں قرآنی آیات کی تفسیر کی راہنمائی نہ ملے تو پھر سلف صالحین کی تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ان میں پہلے درجہ میں صحابہ کرام آتے ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے کیونکہ ان کا نبی اکرم سے زیادہ ساتھ رہا اور دوسری وجہ ان کا قرآن کے بارے میں سوالات اور اس کو سمجھنے کا اہتمام ہے۔ پھر دوسرے درجہ میں عبداللہ بن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عباس ہیں۔ ابن مسعود سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بے شک (وہ) قرآن کے ترجمان ہیں یعنی ابن مسعود' ابن عباس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ "ترجمان القرآن" ہیں۔

پس اس طرح جبکہ ہم سنت میں کتاب اللہ کی تفسیر نہیں پائیں گے تو درجہ بدرجہ اصحاب رسول کی تفاسیر سے مدد لیں گے۔ جن میں اولین حیثیت کے حامل ابن مسعود پھر ابن عباس ہیں۔ پھر اس کے بعد جس صحابی سے بھی کسی آیت کی تفسیر منقول ہو۔

اور اگر صحابہ سے تفسیر نہ ملے تو پھر تابعین کی تفاسیر سے مدد لینا لازم ہے۔ جنھوں نے اصحاب الرسول سے تفسیر کے حصول میں اہتمام کیا جس طرح کہ سعید بن جبیر' طاؤس اور ان جیسے دوسرے ہیں جو کہ صحابہ سے' خاص طور پر ابن عباس سے حصول تفسیر میں مشہور ہیں۔

اسی طرح بعض آیات کی تفسیر رائے سے بھی کی جاتی ہے اور ان کے بارے میں نبی اکرمؐ سے موصولا کوئی وضاحت ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن بعض متاخرین نے (اسی شئے کے مدنظر) آیات کی تفسیر اپنے مذاہب کے مطابق کرنی شروع کردی ہے۔ یہ انتہائی خطرناک اقدام تھا کہ آیات کی تفسیر اپنے مذاہب کو تقویت دینے کے لئے ان کے تابع کی جائے۔ اور علماء تفسیر نے اس (غلط) طریقہ کے علاوہ بھی (بے شمار) تفاسیر کی ہیں۔ بطور مثال ملاحظہ فرمائیں۔

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ

بعض اصحاب نے اس کی تفسیر تلاوت نفسی سے کی ہے یعنی ان کے مطابق تمام نمازوں میں فقط ایک لمبی آیت یا تین مختصر آیات پڑھنا واجب ہے اس کے باوجود کہ صحیح حدیث میں نبی اکرم سے وارد ہے کہ

"لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" اور دوسری حدیث میں ہے کہ

"مَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَلَاتُهُ خِدَاجٌ" "فَصَلَاتُهُ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ" پس ان دونوں احادیث کی دلالت نے گذشتہ آیت کی تفسیر میں اس دعوی کی تردید کردی کہ یہاں مطلق قراۃ ہے یعنی کہ آیت صرف یہ کہتی ہے کہ قرآن سے کچھ پڑھ لو

تو اسی مذکورہ مذہب کے بعض متاخرین نے دوبارہ حدیث متواتر کی بحث کی طرف لوٹتے ہوئے اب یہ کہنا شروع کیا کہ قرآن کی تفسیر فقط متواتر سنت سے صحیح ہے کہ دوسرے الفاظ میں قرآن کی تفسیر سنت متواتر کے علاوہ صحیح نہیں۔

یعنی (ان کا خیال یہ ہے) کہ متواتر قرآن کی تفسیر ماسوائے متواتر کے صحیح نہیں اور انھوں نے اس آیت میں بھی اپنے فہم پر اعتماد کرتے ہوئے گذشتہ دونوں حدیثوں کو رد کردیا۔ کہ نماز پڑھنے والے پر جس سے ابتداء کرنا لازم تھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ لیکن تمام علمائے تفسیر نے (جن میں متقدمین بھی ہیں' متاخرین بھی) واضح کیا ہے کہ آیت کریم میں (فَاقْرَءُوا) سے مراد یہ ہے کہ تم رات کی نماز سے جتنی نماز پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے اس آیت کو سورہ مزمل میں اس آیت کریمہ کے مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ

یعنی رات کی جتنی نمازیں پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ پس آیت اس سے متعلق نہیں کہ رات کی نماز میں خصوصاً انسان پر کچھ پڑھنا واجب ہے اور اللہ نے مسلمانوں کے لئے آسانی کی ہے کہ وہ جو کچھ پڑھ سکتے ہے پڑھ لے۔

لہٰذا امت کے لئے واجب نہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جتنی (یعنی ۱۱ رکعات) نماز کی رکعات پڑھیں آیت کا معنی یہ ہے اور یہ عربی اسلوب کے مطابق کل بول کر جز مراد لینا ہے۔ جز بول کر کل مراد لینے کی مثال یہ ہے (فَاقْرَءُوا) یعنی نماز پڑھو یہ کل ہے اور قراءۃ جز ہے۔ اور لغت عربی کا علم رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ عربی کا یہ اسلوب کہ جب کل بول کر جز مراد لیا جائے تو اس کا مقصد کل میں اس جز کی اہمیت بیان کرنا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ کے اس دوسرے فرمان میں ہے

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ

" اَقِمِ" سے مراد بھی " قرآن الفجر" ہے لیکن یہاں جز بول کر کل مراد لیا اور یہ معروف اسلوب ہے اس لئے اس آیت کی واضح تفسیر کے بعد (کہ جس میں سلف اور خلف کا کوئی اختلاف نہیں) پہلی حدیث کو رد کرنا صحیح نہیں۔ اور اس دعویٰ کے ساتھ کہ یہ خبر آحاد ہے رد صحیح نہیں کیونکہ آیت مذکورہ کی تفسیر ان علماء کے اقوال سے واضح ہوتی ہے جو کہ لغت عربی کی باریکیاں سمجھتے تھے۔ اور اس لئے کہ حدیث نبوی قرآن کے مخالف نہیں ہوسکتی بلکہ (جس طرح ہم نے ابتدا میں ذکر کیا ہے) اس کی وضاحت اور تفسیر کرتی ہے۔ پس حدیث کیسے مخالف ہوسکتی ہے اور آیت کا تو اس موضع سے کوئی تعلق ہی نہیں کہ مسلمان پر فرضی یا نفلی نماز میں کیا پڑھنا واجب ہے۔ جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو وہ اپنے موضوع میں صریح ہیں کہ نماز فاتحہ کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔

(لَاصَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ) اور (مَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَلَاتُهُ خِدَاجٌ'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَصَلَاتُهُ خِدَاجٌ لَصَلَاتُهُ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ هِيَ نَاقِصَةٌ) کہ اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اور سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے پس جس نے اپنی نماز مکمل کی اس حالت میں کہ وہ نامکمل تھی تو پھر اس کی کیا نماز ہوئی وہ تو اس وقت کالعدم ہی متصور ہوگی جس طرح کی پہلی حدیث کا ظاہر اس کی طرف مشیر ہے کہ "فاتحہ الکتاب کے بغیر کوئی نماز نہیں"

جب ہمارے لئے حقیقت ظاہر ہوگئی ہے کہ احادیث جو کہ نبی اکرمؐ سے ہم تک (یا تو کتب حدیث کے واسطہ سے پہنچی ہیں یا صحیح اسانید کے ساتھ تو ہمیں ان پر مطمئن ہو جانا چاہیے اور جن شبہات کو دور حاضر میں پیش کیا گیا ہے ان پر کان نہ دھرتے ہوئے شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اور تفسیر قرآن میں سلف صالحین کے منہج کو ہی مدنظر رکھنا چاہیے

(واللہ اعلم بالصواب)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث وسنّت

از غازی عزیر

ایک مشہور حدیث محدّثین کی نظر میں

"اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ"

(مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔)

قرآنِ کریم کی آیت " اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ "[1] کی شرح میں بیان کی جانے والی اس حدیث نے علمائے شریعت اور عوارفِ طریقت ہر دو طبقات میں بہت شہرت حاصل کی ہے۔ آیتِ مذکورہ میں لفظ " مُتَوَسِّمِیْنَ " کی تفسیر میں امام ترمذیؒ بعض اہلِ علم حضرات سے نقل فرماتے ہیں کہ اس سے مراد " مُتَفَرِّسِیْنَ " ہے[2]۔

امام ابنِ حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

"اس سے مراد " مُتَفَکِّرِیْنَ " ہے"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ " نَاظِرِیْنَ الْمُتَفَرِّسِیْنَ " ہے۔

اور ابو عبیدہؒ کا قول ہے کہ اس سے مراد " مُتَبَصِّرِیْنَ الْمُتَثَبِّتِیْنَ " ہے[3]۔

علامہ جلال الدینؒ اس سے مراد " نَاظِرِیْنَ الْمُعْتَبِرِیْنَ " بتاتے ہیں[4]۔

---

[1] سورۃ الحجر، ۷۵ (ترجمہ: بیشک عبرت حاصل کرنیوالوں کیلئے اس میں بیشمار نشانیاں ہیں)۔

[2] الجامع الترمذیؒ مع تحفۃ الأحوذی ج ۴، صفحہ ۱۳۲۔

[3] فتح الباری لابنِ حجرؒ ج ۶، صفحہ ۲۱۶۔

[4] تفسیر جلالین برحاشیہ قرآنِ کریم صفحہ ۲۱۹۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علامہ شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ:

"ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے مراد ناظِرِینَ ہے"

قتادہؒ فرماتے ہیں، "مُعتَبِرِینَ" ہے۔

مقاتلؒ "مُتَفَکِّرِینَ" بتاتے ہیں۔

اور مجاہدؒ "مُتَفَرِّسِینَ" بتاتے ہیں۔[۱]

بہرحال ذیل میں اس حدیث سے ہمارے اصحاب لغت، علمائے کرام اور صوفیاء کرام نے کیا مطلب و معنی اخذ کئے ہیں۔ اس کا مختصر خاکہ پیش کیا جائے گا بعدازاں محدثین کے اصول پر اس حدیث کی صحت اور اس کے مقام و مرتبہ پر بحث پیش کی جائے گی۔ وَبِاللّٰہِ التوفیق۔

الیاس انطون اپنی عربی، انگریزی لغت "قاموس الیاس العصری" میں "فِرَاسَة" کے معنی "مَعْرِفَةُ الأَخْلَاقِ مِنَ الْمَلَامِحِ (To Observe & Study ... Physiognomy of) (یعنی علم قیافہ سے کسی شخص کے اخلاق کا مطالعہ و مشاہدہ کرنا) بتاتے ہیں[۲] لیکن اس کا صحیح اور قریب ترین انگریزی ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے:

"To Scrutinize The Promising signs in"

علامہ الیاس انطون نے اپنی لغت میں "فراست" کی کئی قسمیں شمار کی ہیں مثلاً "فِرَاسَةُ الْيَدِ" جس کو انگریزی میں پامسٹری یا کیرومینسی (Pamistry / Chiromancy) کہتے ہیں اور فِرَاسَةُ الدِّمَاغِ "جس کو انگریزی میں فرینولوجی (Pherenology) کہتے ہیں[۳] وغیرہ۔

علامہ شیخ محمد اسمٰعیل عجلونی الجراحیؒ لفظ "فراسة" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"فِراسہ میں حرف "ف" کسرہ کے ساتھ ہے، صحاح میں مذکور

---

[۱] تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ ج ۴، صفحہ ۱۳۲-۱۳۳۔

[۲] قاموس الیاس العصری لأنطون صفحہ ۲۹۸۔

[۳] ایضاً۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ فراسہ کسرہ کے ساتھ اسم ہے اور اس سے مراد وہ قول ہے کہ کوئی کہنے والا یوں کہے کہ میں نے اس میں یہ اچھی (علامات) دیکھیں۔ مُتَفَرِّس دیکھتا اور تثبیت کرتا ہے۔ اسی لفظ کی مناسبت سے کسی کو فارس النظر شخص کہا جاتا ہے[1]۔"

اور علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں:

"فراسہ بالکسر اسم ہے، مثلاً یہ قول کہ میں نے فلاں میں خیر (کی علامات) دیکھیں۔"

فراست کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم وہ جو اس حدیث کے ظاہری معنی پر دلالت کرتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دلوں میں فراست ڈال دیتا ہے جس سے وہ لوگوں کے احوال، واقعات اور حوادث کی اصابت بنوعیتِ کرامت جان لیتے ہیں۔

فراست کی دوسری قسم وہ ہے جو تجربات، خلق و اخلاق کے وسیع مشاہدے اور ان کے دلائل سے حاصل ہوتی ہے۔ فراست کی اس قسم سے بھی لوگوں کے احوال کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ علماء نے علم الفراست میں بہت سی قدیم و جدید کتب تصنیف کی ہیں جیسا کہ النہایۃ اور خازن وغیرہ میں مذکور ہے[2]۔"

جیوتش، علم قیافہ، علم جفر، علم الرمل، پامسٹری، علم کاسۂ سر، فال گوئی یا کہانت، علم الاعداد، علم الحروف، علم النجوم والہیئۃ اور علم طبیعات و موسمیات وغیرہ کا تعلق بھی اسی دوسری قسم کی فراست سے ہے۔

شارح ترمذی علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے علامہ مناویؒ کے حوالہ سے اس حدیث کی شرح میں اصلاً وہی فکر پیش کی ہے جو اکثر ہمارے صوفیاء کرام بیان کرتے ہیں، چنانچہ رقمطراز ہیں:

"علامہ مناویؒ کا قول ہے کہ (اتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ) یعنی کسی

---

[1] کشف الخفاء للعجلونیؒ، ج ۱، صفحہ ۴۳۔

[2] تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ، ج ۴، صفحہ ۱۳۲-۱۳۳۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مومن کو ضمائر کی پوشیدہ باتوں کی اطلاع اس طرح ہو جاتی ہے کہ انوارِ (الٰہی) اس کے قلب پر پڑ کر چمکنے لگتے ہیں۔ جس سے اس کے لئے حقائق روشن اور واضح ہو جاتے ہیں۔ (فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ) سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے منشرق دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے نور کو دیکھتا ہے۔ فراست کی اصل یہ ہے کہ اس روح کو جو عقل کی بصیرت سے متصل ہو اگر انسانی آنکھوں کے گرد لپیٹ دیا جائے تو اس کا ان آنکھوں سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے، چنانچہ ایسا شخص اس رُوح سے اپنی بصیرت اور ان دونوں کے بیچ سے اشیاء کے ادراک کا کام لیتا ہے۔ پس اگر عقل اور رُوح کو نفس کی مشغولیات سے فارغ کر لیا جائے تو رُوح دیکھنے لگتی ہے اور عقل ہر اس چیز کا ادراک کرنے لگتی ہے جو کچھ رُوح دیکھتی یا دیکھ سکتی ہے لیکن عام طور سے لوگ ایسا کرنے سے عاجز و قاصر رہتے ہیں کیونکہ ان کی ارواح ان کے نفوس اور ان کی خواہشات سے ہمہ وقت وابستہ ہوتی ہیں۔ پس اشیائے باطن کے ادراک کے لئے رُوح کی بصیرت کا کام کرنا ایسی حالت میں کہ کوئی شخص اپنی شہوات و خواہشات اور عبودیت کے کاموں میں اس قدر مصروف ہو کہ اپنے نفس میں ہی اُلجھ کر رہ جائے تو اس پر تو صرف ظلمات کا نزول ہی ہوتا ہے، وہ شخص ان اشیاء کو کیسے دیکھ سکتا ہے جو اس سے پردۂ غیب میں ہیں[1]؟"

اس کلام کے موازنہ کے لئے ذیل میں ہم بعض مشہور صوفیاء کا نظریہ پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

مشاہدہ اہلِ تصوف کی زندگی کا ایک اہم مقصد ہے۔ مشاہدہ کا تعلق چونکہ قلب سے ہوتا ہے اور اسی کے آئینہ میں نورِ الٰہی کا انعکاس ہوتا ہے لہٰذا قلب کی نورانیت کو مستقل اور پائیدار کرنے کے لئے مجاہدہ، ریاضت، خلوت نشینی اور چلہ کشی سے اسے صیقل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام ابو حامد غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

---

[1] ایضاً و فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناویؒ، ج ۱، صفحہ ۱۴۲-۱۴۳۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اب جاننا چاہئے کہ اہلِ تصوف علومِ الہامی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ علومِ تعلیمی کی طرف مائل نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ کتابیں مصنفین کی نہیں پڑھتے اور اقوالِ اوّلہ سے بحث نہیں کرتے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اول خوب مجاہدہ کرنا چاہئے اور صفاتِ ذمیمہ اور تمام علائق کو قطع کرکے ہمہ تن و تمام ہمت خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور جب یہ بات حاصل ہوجاوے گی تو خدا تعالیٰ خود متکفل اور متولی اپنے بندہ کے قلب کا ہوجاوے گا اور جب وہ متولی ہوگا تو اس پر سایۂ رحمت ہوگا اور قلب میں نور چمکنے لگے گا اور سینہ کھل جاوے گا اور سرِ ملکوت اس پر ظاہر ہوگا اور قلب کے سامنے سے حجاب دُور ہوجائے گا اور اُمورِ الٰہیہ کے حقائق اس میں روشن ہوں گے پس اس تقریر کے بموجب بندے کا کام صرف اتنا ہے کہ محض تصفیہ کرے اور اپنی ہمت کو ارادۂ صادق کے ساتھ متوجہ کرے اور رحمتِ الٰہی سے ہمیشہ انکشاف کا منتظر اور پیاسا رہے۔ پس انبیاء اور اولیاء کے اُوپر جو امر منکشف ہوجاتا ہے اور دلوں پر نور پھیل جاتا ہے کچھ تعلیم اور نوشت خواند کتب سے نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں زہد کرنے اور خلائق سے منقطع ہونے اور اشغالِ دنیاوی سے فارغ البال ہونے اور بتمام ہمت متوجہ الی اللہ ہونے سے ہوتا ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کا ہو رہتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے اور اہلِ تصوف کا یہ بھی مقولہ ہے کہ اسباب میں اول علائقِ دنیا کو بتمامہا منقطع کرڈالے اور دل کو ان سے فارغ کرے اور ہمت کو اہل اور مال اور اولاد اور باطن اور علم اور ولایت اور جاہ سے اُٹھالے اور دل کو ایسی حالت میں کرے کہ اس کے سامنے چیزوں کا ہونا (اور نہ ہونا) برابر ہوجاوے پھر اپنے آپ ایک گوشہ میں ہو بیٹھے اور ضروریاتِ فرائض و وظائف پر اکتفا کرکے بجمیع ہمت ماسوی اللہ سے فارغ البال ہو جاوے یہاں تک کہ قرأتِ قرآن اور معانی تفسیر و حدیث وغیرہ کی فکر سے بھی اپنا دیدان پریشان نہ کرے بلکہ اس باب میں کوشش کرے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے دل میں اور کچھ نہ رہنے پائے اور خلوت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹھ کر بحضورِ قلب اللہ اللہ کہتا رہے۔۔۔۔۔۔ تو لوامع حق اس کے دل میں چمکنے لگیں گے اور ابتداء میں بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور ذرا نہیں ٹھہریں گے الخ"[1]

مشہور صوفی علی بن عثمان ہجویریؒ فرماتے ہیں:

"جب اللہ تعالیٰ کا دوست موجودات سے آنکھیں پھیر لیتا ہے تو لامحالہ دل سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے۔۔۔۔ اور جو مجاہدہ میں جتنا خالص ہوگا مشاہدہ میں اتنا ہی سچا ہوگا کیونکہ باطن کا مشاہدہ ظاہر کے مجاہدہ کے ساتھ مقرون ہے"[2]

اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں:

"اہلِ تصوف کا خیال ہے کہ قلب کو جلا دینے کی ان تمام کوششوں کے نتیجہ میں ایک طرف تو نورِ یقین پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف مشاہدۂ غیب یعنی خدائے پاک کی عظمت و جلال کے مشاہدہ کے علاوہ علومِ الہامی لدنی بندہ پر مکشوف ہوتے ہیں"[3]

امام غزالیؒ اس مشاہدہ کی کیفیت اور نوعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"قلب میں جو حقیقت عالم کی آتی ہے تو کبھی تو حواس ہی سے آتی ہے اور کبھی لوحِ محفوظ سے آتی ہے جس طرح پر آنکھ میں سورج کی صورت کبھی تو اس کی طرف دیکھنے سے آتی ہے اور کبھی بذریعہ پانی کے دیکھنے سے جس میں کہ آفتاب کا عکس ہوتا ہے اور یہ عکس آفتاب کی صورت اصل ہی کے مشابہ ہوتا ہے اس طرح جب دل کے سامنے سے حجاب

---

[1] احیاء علوم الدین للغزالیؒ، ج ۳، صفحہ ۲۸۔ ترجمہ محمد احسن صدیقی نانوتوی طبع دار الاشاعت، کراچی ۱۹۷۸ء۔

[2] کشف المحجوب، مصنفہ علی ہجویریؒ، صفحہ ۲۸۹، طبع لاہور ۱۹۷۸ء۔

[3] عوارف المعارف للسہروردیؒ، صفحہ ۱۱۴ طبع مصر ۱۲۹۲ھ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دُور ہو جاتا ہے تو لوحِ محفوظ کی چیزیں سوجھنے لگتی ہیں اور ان کا علم اِس میں آجاتا ہے، اِس صورت میں جو اس کے استفادہ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔۔ پھر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اِن لوگوں کی توبیخ میں خداوند کریم کا یہ قول ارشاد فرمایا کہ پھر میں اپنے چہرہ کو ایک طرف کر کے متوجہ ہوتا ہوں۔ تجھے معلوم ہے کہ کس کے سامنے میں اپنا چہرہ کرتا ہوں اور کوئی جانتا ہے کہ میں اِن کو کیا دینا چاہتا ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اول یہی عطا ہوتی ہے کہ اِن کے دلوں میں روشنی ڈال دیتا ہوں تو وہ میرے حال سے خبر دینے لگتے ہیں جیسے میں ان کا حال کہتا ہوں اور مدخل ان خبروں کا دروازہ باطنی ہے[1] الخ"

امام غزالیؒ مزید فرماتے ہیں:

"حضرت ابودرداءؓ فرماتے تھے کہ مومن وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے نور سے پردہ کے پیچھے کی چیز نظر آوے اور قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ بات ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ امرِ حق کو مؤمنوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ اور اِن کی زبانوں پر جاری کر دیتا ہے۔ اور بعض سلف کا قول ہے کہ مومن کا غلبۂ گمان کہانت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے:

اتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔[2]

یہ مشاہدہ حق یا مشاہدۂ غیب صوفیاء کو بالعموم یقینِ قلب کے نور سے ہوتا ہے جیسا کہ شیخ ابوطالب مکیؒ فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ مِنْ مُعَايَنَةِ الْغَيْبِ بِعَيْنِ الْيَقِيْنِ فَهُوَ مُشَاهَدَةٌ۔

"یعنی بنظرِ یقین غیب بینی کو ہی مشاہدہ کہتے ہیں[3]"

---

[1] إحیاء علوم الدین للغزالیؒ، صفحہ ۳۰۔

[2] ایضاً صفحہ ۳۳۔

[3] قوت القلوب لأبی طالبؒ المکی ج ۱، صفحہ ۱۸۷، طبع مصر ۱۳۹۱ھ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ابوالحسن نوری کا قول ہے کہ:

"یقین ہی مشاہدہ کا نام ہے"[۱]

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی بھی یقین کی حقیقت "مُشَاهَدَةُ الْحَقِّ بِلَا الْخَلْقِ"[۲] بتاتے ہیں۔

"یقینِ قلب" کا نور جس سے صوفیاء کو مشاہدۂ حق ہوتا ہے اسے نورِ الٰہی کی ہی ایک شعاع سمجھا جاتا ہے۔ جس دل میں یہ نورِ الٰہی موجود ہو یا جسے مشاہدۂ حق ہوتا ہو، اسے صوفیاء کی اصطلاح میں "روشن ضمیر" کہا جاتا ہے۔ یہ نورِ الٰہی اس قوتِ فراست سے عبارت ہے جو بندۂ صادق کے قلب میں مراقبہ، مجاہدہ، ریاضت، خلوت نشینی اور چلہ کشی وغیرہ کے باعث عطیہ ربانی کے طور پر ودیعت کرتی ہے۔ اسی شعاع یا نورِ الٰہی کی وساطت سے بندہ ذوقی طور پر خدا یا اپنے اطراف یا غیوب کی اشیاء حتیٰ کہ لوحِ محفوظ کا مطالعہ و مشاہدہ کرتا ہے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ:

"جس شخص کے اندر یہ "نورِ فراست" جتنا زیادہ ہوگا اس کا مشاہدۂ حق اتنا ہی محکم ہوگا"[۳]

اس "نورِ فراست" کو تصوف کے علماءِ ربانیین کے خواص میں سے بتایا گیا ہے جن کے متعلق ان کا خیال ہے کہ:

"وہ متخلق باخلاق اللہ ہوتے ہیں"[۴]

ایک مشہور بزرگ صوفی واسطی اس "نورِ فراست" کے متعلق فرماتے ہیں:

"اِنَّ الْفِرَاسَةَ سَوَاطِعُ اَنْوَارٍ لَمَعَتْ فِي الْقُلُوْبِ وَتَمْكِيْنُ مَعْرِفَةٍ حَمَلَتِ السَّرَائِرَ فِي الْغُيُوْبِ مِنْ غَيْبٍ اِلٰى غَيْبٍ حَتّٰى يُشْهِدَ الْاَشْيَاءَ مِنْ حَيْثُ اَشْهَدَهُ الْحَقُّ سُبْحَانَهٗ اِيَّاهَا"[۵]

---

[۱] تعرف لمذهب اہل التصوف لأبی بکر کلاباذی، صفحہ ۱۰۳، طبع مصر ۱۳۸۰ھ۔

[۲] فتوحات المکیۃ لابن عربی، ج ۲، صفحہ ۴۹۵، طبع مصر ۱۳۲۹ھ۔

[۳] الرسالۃ القشیریۃ لأبی القاسم القشیری، صفحہ ۱۳۹، طبع مصر، ۱۳۰۴ھ۔

[۴] ایضاً ۱۳۸ صفحہ۔

[۵] ایضاً صفحہ ۱۳۷۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور صوفی بزرگ کا فراست کے متعلق قول ہے:

" اَلْاَسْرَارُ تَتَقَلَّبُ فِی الْمَلَکُوْتِ فَتُشْرِفُ عَلٰی مَعَانِی الْغُیُوْبِ فَتَنْطِقُ مِنْ اَسْرَارِ الْخَلْقِ نُطْقَ مُشَاهَدَةٍ۔"

صوفیاء بیان کرتے ہیں کہ یہ "صحتِ یقین" یا "نورِ فراست" صفات و ذاتِ حق کے مشاہدہ سے پیدا ہوتا ہے اور صفات و ذات کا مشاہدہ ذوقی یا وجدانی طور پر ہی ممکن ہے، عقل سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا کیونکہ عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے صفات و ذاتِ الٰہی کے مشاہدے سے اہلِ تصوف کی مُراد عموماً یہ ہوتی ہے کہ اسماء و صفات کے معانی اور ذاتِ حق کے اسرار ان کے قلوب پر درجۂ یقین کی حد تک منکشف ہو جائیں۔ اس انکشاف کے مختلف درجات بیان کئے جاتے ہیں جنہیں اہلِ تصوف مدارجِ توحید کے الفاظ میں لے آتے ہیں۔

غرض اِن تمام بلند و بالا دعوؤں بلکہ صوفیانہ ھفوات کی بنیاد اسی مشہور روایت " اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ " پر ہے۔ مقام صد افسوس ہے کہ ہمارے بعض مقتدر علماء اور اکابرین بھی اہلِ تصوف کی اسلام دشمنی کی شناخت نہ کر سکے لہٰذا انہوں نے صوفیاء کی فکر کے زیرِ اثر اپنی قابلِ قدر تصانیف میں اِن غیر مستند لغویات و خرافات کو جگہ دے ڈالی ہے۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(یہ حدیث الجامع للترمذیؒ، المعجم للطبرانیؒ "النوادر" للحکیم ترمذیؒ، اللطب لأبی نعیم حلیۃ الأولیاء لأبی نعیمؒ، الطبقات الصوفیہ للسلمیؒ، الأربعین الصوفیہ للمالینیؒ الأربعین الصوفیہ لأبی نعیمؒ، إحیاء علوم الدین للغزالیؒ، تاریخ بغداد للخطیب بغدادیؒ، التاریخ الکبیر للبخاریؒ، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، کتاب المجروحین لابن حبانؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، صفۃ الصفوۃ لابن الجوزیؒ، تفسیر لابن جریرؒ، تفسیر لابن کثیرؒ، الجز لحسن بن عرفہؒ الأمثال لأبی الشیخ عسکریؒ، الفوائد لنصر الدمشقیؒ، جامع العلم لابن عبد البرؒ المنتقی من مسموعاتہ بمرو لضیاء المقدسیؒ، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، مجلسین من الامالی لابن بشرانؒ، طبقات الاصبہانیین لأبی الشیخ عسکریؒ، کنز الثمین لأبی الفضل الغماری، الجامع الکبیر للسیوطیؒ، الجامع الصغیر ضعیف

لہ ایضاً صفحہ ۱۳۸۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجامع الصغیر وزیادتہ للألبانی، الدرر المنتشرۃ للسیوطیؒ، فیض القدیر للمناویؒ، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ، اسنی المطالب للحوت بیروتیؒ، تمیز الطیب من الخبیث للشیبانی الاثریؒ، المقاصد الحسنۃ للسخاویؒ، التذکرۃ فی الأحادیث المشتہرۃ للزرکشیؒ، اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ لابن الجوزیؒ، تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراقؒ، کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر للعجلونیؒ، الفوائد المجموعۃ للشوکانیؒ، الفرقان بین أولیاء الرحمن واولیاء الشیطان لابن تیمیہؒ، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث للقاسمیؒ، فہرس الأحادیث الصحیحۃ در اختتام الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ مرتبہ دکتور عبدالمعطی امین قلعجی، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی اور سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ للألبانی وغیرہ میں مذکور ہے[۵۱]

---

۵۱ جامع الترمذیؒ مع تحفۃ الأحوذی ج۴، صفحہ ۱۳۲، حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم اصبہانیؒ، ج۴، صفحہ ۸۱، ۹۴، ج۲، صفحہ ۱۱۸، ج۱۰، صفحہ ۲۸۱، الطبقات الصوفیہ للسلمیؒ صفحہ ۱۵۹، اربعین الصوفیہ للمالینیؒ ج۳ صفحہ ۱، أربعین الصوفیہ لأبی نعیم ج۱، صفحہ ۶۲، إحیاء علوم الدین للغزالیؒ (مترجم) ج۳، صفحہ ۲۸، تاریخ بغداد للخطیب بغدادیؒ ج۳، صفحہ ۱۹۱، ج۵، صفحہ ۹۹، ج۷، صفحہ ۲۴۲، التاریخ الکبیر للبخاریؒ ج۴، صفحہ ۳۵۴، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ج۴، صفحہ ۱۲۹، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج۱، صفحہ ۲۲، کتاب المجروحین لابن حبانؒ ج۳، صفحہ ۳۲، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج۴، صفحہ ۱۷، صفۃ الصفوۃ لابن الجوزیؒ ج۲، صفحہ ۱۲۶، تفسیر ابن جریرؒ ج۱۴، صفحہ ۳۱، ۳۲، تفسیر ابن کثیرؒ ج۳، ص۱۳، الجزء لحسن بن عرفہؒ (بعدم قید صفحات)، الأمثال لأبی الشیخؒ صفحہ ۱۲۶ - ۱۲۸، الفوائد لنصر دمشقیؒ ج۲، صفحہ ۲۲۹، جامع العلم لابن عبدالبرؒ ج۱، صفحہ ۱۹۶، المنتقی من مسموعاتہ بمرو لضیاء المقدسیؒ ج۲، صفحہ ۳۲ - ۱۲۷، مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج۱۰، صفحہ ۲۶۸، مجلسین من الامالی لابن بشران صفحہ ۲۱۰ - ۲۱۱، طبقات الاصبہانیین لأبی الشیخ، صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴، کنز الثمین لأبی الفضل الغماریؒ حدیث ۵۵، الجامع الکبیر للسیوطیؒ ج۱، صفحہ ۱۷، الجامع الصغیر حدیث ۱۵۱، ضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ للألبانی حدیث ۱۲۷، الدرر المنتشرۃ للسیوطیؒ حدیث ۹، فیض القدیر للمناویؒ ج۱، صفحہ ۱۴۲ - ۱۴۳، تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ ج۴، صفحہ ۱۳۲ - ۱۳۳، اسنی المطالب للحوتؒ بیروتی، صفحہ ۳۰، تمیز الطیب للشیبانیؒ صفحہ ۱۳، المقاصد الحسنۃ للسخاویؒ صفحہ ۱۹، التذکرۃ فی الأحادیث المشتہرۃ للزرکشیؒ صفحہ ۱۸۱ - ۱۸۲، اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ للسیوطیؒ ج۲، صفحہ ۳۲۹، الموضوعات لابن الجوزیؒ ج۳، صفحہ ۱۴۶ - ۱۴۸، تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراق الکنانیؒ ج۲، صفحہ ۳۰۵ - ۳۰۶، کشف الخفاء (باقی حاشیہ صفحہ ۶۱ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب کی اس طویل فہرست سے ہی اس حدیث کی مقبولیت و شہرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ حدیث متعدد طرق سے وارد ہوئی ہے۔ عموماً اس کو حضرات ابوسعید الخدری، ابوامامہ الباھلی، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمر، ثوبان اور انس رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً مروی ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ ذیل میں اس حدیث کے تمام طرق پر سیر حاصل ناقدانہ بحث پیش کی جائے گی۔

۱۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ کی مرفوع حدیث کا جائزہ

یہ حدیث بطریق عمرو بن قیس عن عطیہ عن أبی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ مروی ہے۔ اس طریق کی تخریج حسن بن عرفہؒ نے اپنی "الجزء" میں، امام بخاریؒ نے "التاریخ الکبیر" میں، امام ترمذیؒ نے اپنی "الجامع" میں، امام عقیلیؒ نے "الضعفاء الکبیر" میں، خطیب بغدادیؒ نے "تاریخ بغداد" میں، ابونعیم اصبہانیؒ نے "حلیۃ الأولیاء" میں، امام ابن الجوزیؒ نے "صفۃ الصفوۃ" میں، سلمیؒ نے "طبقات الصوفیہ" میں، ابوالشیخ عسکریؒ نے "الأمثال" میں، ابن جریرؒ نے اپنی "تفسیر قرآن" میں، مالینیؒ نے "اربعین الصوفیہ" میں، ابن مردویہؒ نے اپنی "تفسیر" میں اور ابن السنیؒ وغیرہ نے کی ہے۔ علامہ سخاویؒ نے "المقاصد الحسنۃ" میں، علامہ شیبانیؒ نے "تمیز الطیب" میں، علامہ شوکانیؒ نے "الفوائد المجموعۃ" میں، علامہ مبارکپوریؒ نے "تحفۃ الأحوذی" میں، علامہ عجلونیؒ الجراحی نے "کشف الخفاء" میں اور علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی "تفسیر" میں بھی اس حدیث کو وارد کیا ہے۔[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹ کا) ومزیل الالباس للعجلونیؒ ج ۱، صفحہ ۴۲، الفوائد المجموعۃ للشوکانیؒ، صفحہ ۲۴۳-۲۴۴، الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان لابن تیمیہؒ، صفحہ ۹۶، طبع ریاض، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث لجمال الدین قاسمیؒ، صفحہ ۱۶۵، فہرس الأحادیث الصحیحۃ دراختتام، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ مرتبہ د۔ عبدالمعطی امین قلعجی ج ۴، صفحہ ۵۰۱، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی ج ۴، صفحہ ۲۹۹-۳۰۲، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ للألبانی ج ۴، صفحہ ۲۶۸۔

[1] "الجزء" لحسن بن عرفہؒ بعدم قید الصفحات، التاریخ الکبیر للبخاریؒ ج ۴، صفحہ ۳۵۴، جامع الترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی ج ۴، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، ج ۴، صفحہ ۱۲۹، تاریخ بغداد للخطیبؒ ج ۷، (باقی حاشیہ صفحہ ۶۱ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر اس طریق میں تمام فساد کی جڑ تابعی " عطیۃ بن سعد بن جنادۃ العوفی الجدلی ابوالحسن الکوفی " ہے، جس کو امام نسائیؒ نے "ضعیف" کہا ہے۔

ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

" صدوق لیکن کثیر الخطاء ہے، اس میں شیعیت ہے اور وہ مدلس بھی ہے۔"

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

" مشہور ضعیف تابعی ہے۔"

ابو حاتمؒ فرماتے ہیں:

" اس کی حدیث لکھی جاتی ہے لیکن وہ ضعیف ہے۔"

سالم المرادیؒ کا قول ہے، وہ تشیع کرتا تھا۔"

ابن معینؒ اسے صالح بتاتے ہیں۔

امام احمدؒ کا قول ہے، کہ ضعیف الحدیث ہے۔

ہشیمؒ عطیہ پر کلام کیا کرتے تھے۔

امام احمدؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

" مجھے یہ خبر ملی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتا تھا اور اس سے تفسیر میں روایات بیان کیا کرتا تھا۔ اس نے کلبی کی کنیت از خود ابو سعید رکھ لی تھی چنانچہ جب کبھی وہ کلبی سے روایت کرتا تو یوں کہتا: قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ (امام ذہبیؒ بیان کرتے ہیں) تاکہ لوگ اس وہم میں مبتلا ہو جائیں کہ ابو سعید سے مراد ابو سعید الخدریؓ ہیں حالانکہ اس کے راوی وہ نہیں ہوتے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰ کا) صفحہ ۲۴۲، حلیۃ الأولیاء لأبی نعیمؒ ج۱، صفحہ ۲۸۱، صفۃ الصفوۃ، لابن الجوزیؒ ج۲، صفحہ ۱۲۶، الطبقات الصوفیہ للسلمیؒ صفحہ ۱۵۶، " الأمثال " لأبی الشیخؒ، صفحہ ۱۲۷، التفسیر لابن جریرؒ ج۱۴ صفحہ ۳۱، اربعین الصوفیہ للمایانیؒ ج۳، صفحہ ۱، المقاصد الحسنۃ للسخاویؒ صفحہ ۱۹، تمیز الطیب للشیبانیؒ صفحہ ۱۳، الفوائد المجموعۃ للشوکانیؒ، صفحہ ۲۴۳، تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ ج۴، صفحہ ۱۳۳، کشف الخفاء للعجلونیؒ، ج۱، صفحہ ۴۲، " التفسیر " لابن کثیرؒ، پ ۱۴، ج ۳۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نسائیؒ اور ائمہ کی ایک جماعت نے اس کی تضعیف کی ہے۔

امام عقیلیؒ فرماتے ہیں کہ:

"امام ثوریؒ نے بیان کیا کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عطیہ نے میری کنیت ابو سعید رکھ لی ہے۔"

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ:

"سفیان الثوریؒ عطیہ کی حدیث کی تضعیف کیا کرتے تھے۔"

یحییٰ بن معینؒ بھی عطیہ کو ضعیف بتایا کرتے تھے۔"

علامہ ھیثمیؒ بیان کرتے ہیں:

"ضعیف ہے لیکن اس کی توثیق کی گئی ہے۔"

ابن معینؒ نے اس کی توثیق کی ہے لیکن امام احمدؒ اور ایک جماعت نے اسکو ضعیف بتایا ہے، ضعیف ہے، اور اس کی لچک کے ساتھ توثیق کی گئی ہے۔"

امام ابن حبانؒ نے بھی عطیہ کا کلبی کی کنیت ابو سعید مقرر کرکے "وَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ" کے ساتھ اس سے روایت کرنا بیان کیا ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں:

"پس اس کے ساتھ احتجاج اور اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں ہے اِلَّا عَلٰی جِھَۃِ التَّعَجُّبِ۔"

عطیہ العوفی کے تفصیلی ترجمہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

(الضعفاء والمتروکون للنسائیؒ تاریخ یحییٰ بن معینؒ، التاریخ الکبیر للبخاریؒ، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، کتاب المجروحین لابن حبانؒ، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، دول الاسلام للذہبیؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تعریف اہل التقدیس لابن حجرؒ، الجوعۃ فی الضعفاء والمتروکین للیسروان، الطبقات الکبریٰ، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی، معرفۃ الثقات للعجلیؒ، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للبسیونی الزغلول اور تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ وغیرہ۔[1]

[1] الضعفاء والمتروکون للنسائی ترجمہ ۴۸۱، تاریخ یحییٰ بن معینؒ، ج ۲، صفحہ ۴۰۷، (باقی حاشیہ صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اس روایت میں فساد کی اصل جڑ عطیہ العوفی ہے، ایسا محض اس لیئے نہیں کہا گیا کہ وہ "ضعیف" ہے یا اس میں "شیعیت" موجود ہے بلکہ وہ ان عیوب کے ساتھ "مدلس" بھی ہے اور اس کی تدلیس کی نوعیت انتہائی خطرناک ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ائمۃ الجرح والتعدیل کے نزدیک اس نے از خود کلبی کی کنیت ابوسعید مقرر کر لی تھی اور اسی کنیت کے ساتھ وہ مشہور زمانہ کذاب "کلبی" سے روایات سن کر انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً بیان کر دیتا تھا، جس سے اکثر لوگوں کو یہ گمان پیدا ہو جاتا تھا کہ وہ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت "ابو سعید الخدری" رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہا ہے حالانکہ وہاں "ابوسعید" سے مراد کلبی ہوتا تھا۔ اس روایت کی بدقسمتی بھی یہی ہے کہ اس کو "عطیہ العوفی" نے قرآن کی آیت "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ" کی تفسیر میں "ابوسعید" سے روایت کیا ہے۔ بعض لوگوں کو یہاں بھی "ابوسعید" سے وہم ہوا ہے کہ یہ صحابیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت "ابوسعید الخدریؓ" ہیں حالانکہ یہاں بھی اس سے عطیہ کی مراد کذاب کلبی ہی ہے۔

چنانچہ امام سیوطیؒ، امام ابن الجوزیؒ، امام ذہبیؒ، علامہ شوکانیؒ، علامہ سخاویؒ، علامہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ کا) التاریخ الکبیر للبخاریؒ ج ۷، صفحہ ۸، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ج ۳، صفحہ ۳۵۹، "الجرح والتعدیل" لابن ابی حاتمؒ، ج ۶، صفحہ ۳۸۲، کتاب المجروحین لابن حبانؒ ج ۲، صفحہ ۱۷۶، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج ۵، ترجمہ ۲۰۰۷، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۳، صفحہ ۷۹، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۷، صفحہ ۲۲۴، تقریب التہذیب لابن حجرؒ ج ۲، صفحہ ۲۴، المجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیوطی ان صفحہ ۱۸۵۔ ۱۸۶، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی ج ۴، صفحہ ۲۹۹-۳۵۲، ج ۲، صفحہ ۱۵، صفحہ ۲۹۱، ج ۱ صفحہ ۳۵، ۲۱۶، ۲۷۹، ج ۳ صفحہ ۴۵، ۴۶، ۲۹۸، ۶۵۸، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ للألبانی ج ۱ صفحہ ۸۰۶، ج ۲ صفحہ ۶۷۳، ج ۴ صفحہ ۱۱۹، ۱۳۹، ۲۲۱، ۳۱۵، ۳۳۵، مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۴ صفحہ ۵۹، ج ۹، صفحہ ۱۰۹، ج ۱۰ صفحہ ۳۳۱، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ صفحہ ۳۴۸، تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ، ج ۱ صفحہ ۳۴۷، ج ۳ صفحہ ۲۱۰، ج ۴ صفحہ ۶۰، معرفۃ الثقات للعجلیؒ ج ۲ صفحہ ۱۴۰، تعریف اہل التقدیس لابن حجرؒ صفحہ ۱۳۰، ودل الاسلام للذہبی صفحہ ۲۷، الطبقات الکبریٰ ج ۶، صفحہ ۲۱۷۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد اسمٰعیل عجلونیؒ، اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ نے اس طریق کو بیان کرتے وقت "ابو سعید الخدریؓ" کے بجائے فقط "ابوسعید" لکھنے پر ہی اکتفا کیا ہے[1]

پس معلوم ہوا کہ:

۱۔ یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ مرسل ہے۔ نیز،

۲۔ اس کی عدم صحت کے لیئے اسے عطیہ العوفی کا روایت کرنا ہی کافی ہے۔

حسن بن عرفہؒ کے طریق میں عمرو بن قیس الملائی سے روایت کرنے والے راوی کا نام "محمد بن کثیر الکوفی القرشی" ہے۔ یہ شخص بھی انتہائی مجروح ہے، چنانچہ امام عقیلیؒ فرماتے ہیں:

"اس کی حدیث میں وہم ہوتا ہے"

امام احمدؒ نے اس کی حدیثیں جلا دی تھیں۔ اور اس سے راضی نہ تھے"

امام بخاریؒ کا قول ہے کہ:

"منکر الحدیث ہے"

یحییٰؒ کا قول ہے کہ:

"وہ شیعہ تھا لیکن اس میں کوئی حرج نہیں ہے"

امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں:

"یہ ان اشخاص میں سے ایک تھا جو ثقات کی طرف سے اشیائے مقلوبات بیان کرنے میں منفرد تھے۔۔۔۔ اس کے ساتھ کسی بھی حال میں احتجاج درست نہیں"

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"ابن المدینیؒ کا قول ہے کہ، ہم نے اس سے عجائبات لکھی ہیں"

ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] "الموضوعات لابن الجوزیؒ جز ۳ صفحہ ۱۴۷، اللآلی المصنوعۃ للسیوطیؒ جز ۲، صفحہ ۳۲۹۔۳۳۰، میزان الاعتدال للذہبیؒ جز ۴ صفحہ ۔۔۔ المقاصد الحسنۃ للسخاویؒ صفحہ ۱۹، کشف الخفاء للعجلونیؒ جز ۱ صفحہ ۴۲۔۴۳، والفوائد المجموعۃ للشوکانیؒ صفحہ ۲۴۳۔۲۴۴۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اس کی حدیث کا ضعف واضح ہوتا ہے۔"

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

"امام احمدؒ، بخاریؒ اور ابن مدینیؒ وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے مگر ابن معینؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔"

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"بہت زیادہ ضعیف ہے۔"

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"ضعیف ہے۔"

علامہ برہان الدین حلبیؒ فرماتے ہیں:

"امام ابن الجوزیؒ نے حضرت علیؓ کے فضائل میں اس سے ایک حدیث روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس میں محمد بن کثیرؒ ہے جو شیعہ تھا اور وضع احادیث کے لئے متہم ہے۔"

(محمد بن کثیر الکوفی کے تفصیلی ترجمہ کے لئے الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، کتاب المجروحین لابن حبانؒ، التاریخ الکبیر للبخاریؒ، تاریخ یحیٰی بن معینؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، کشف الحثیث للعجلیؒ، "الجرح والتعدیل" لابن ابی حاتمؒ، تاریخ روایۃ الدوریؒ، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، "الموضوعات" لابن الجوزیؒ، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول اور سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی وغیرہ ملاحظہ فرمائیں[1])

امام عقیلیؒ نے "الضعفاء الکبیر" میں اور امام ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال فی نقد

---

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ج ۴ صفحہ ۱۲۹، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۴ صفحہ ۱۷، کتاب المجروحین لابن حبانؒ ج ۲ صفحہ ۲۸۷، التاریخ الکبیر للبخاریؒ ج ۱ صفحہ ۲۱۷، تاریخ یحیٰی بن معینؒ ج ۲ صفحہ ۵۳۶، تقریب التہذیب لابن حجرؒ ج ۲ صفحہ ۲۰۳، کشف الحثیث للعجلیؒ صفحہ ۱۰۴، "الجرح والتعدیل" لابن ابی حاتمؒ ج ۸ صفحہ ۶۸، تاریخ روایۃ الدوریؒ ترجمہ ۲۳۳۲، "الکامل فی الضعفاء" لابن عدیؒ ج ۳، صفحہ ۹۴، "الموضوعات" لابن الجوزیؒ ج ۱ صفحہ ۳۴۹، مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۱ صفحہ ۱۳۸، ج ۲ صفحہ ۱۲۰، ج ۴ صفحہ ۱۸۹، ج ۵ صفحہ ۲۵، ج ۹ صفحہ ۱۳۳، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ صفحہ ۳۹۳، "سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ" للألبانی ج ۲ صفحہ ۷۸۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرجال میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اسے محمد بن کثیر الکوفی القرشی کی منکرات میں سے شمار کیا ہے۔[۵۱] امام ابن الجوزیؒ نے محمد بن کثیر کے اس طریق کو اپنی کتاب "الموضوعات" میں بیان کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے:

"ابو سعید کی حدیث میں محمد بن کثیرؒ کا عمرو کے ساتھ تفرد ہے۔"

امام احمدؒ فرماتے ہیں:

"ہم نے اس کی احادیث جلا ڈالی تھیں۔"

علی بن المدینی کا قول ہے کہ:

"ہم نے اس سے عجائبات لکھیں اور اس کی بہت زیادہ تضعیف کی ہے۔[۵۲]"

علامہ ابن عراق الکنانیؒ "تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ" میں اس حدیث کی نسبت لکھتے ہیں کہ:

"اس میں محمد بن کثیر بہت زیادہ ضعیف ہے۔[۵۳]"

اسی طرح امام جلال الدین سیوطیؒ نے بھی "اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ" میں اس طریق میں محمد بن کثیر کے تفرد اور ضعف کا تذکرہ کیا ہے لیکن آں رحمہ اللہ امام ابن الجوزیؒ پر تعقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابو سعید کی حدیث کی تخریج بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں بطریق الفریابی حدثنا سفیان عن عمرو بن قیس بہ کی ہے اور ترمذیؒ نے بطریق احمد بن أبی الطیب حدثنا مصعب بن سلام عن عمرو بن قیس بہ کی ہے۔ ان دونوں طرق میں محمد بن کثیر کا تفرد نہیں ہے اور ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ 'مصعب محل صدق ہے'، ابن معینؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ 'وہ شیعہ ہے'، لیکن اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس کی

---

۵۱ الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ج ۴ ص ۱۲۹ و میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۴ ص ۱۷۔

۵۲ "الموضوعات" لابن الجوزیؒ ج ۳ ص ۱۴۷۔

۵۳ تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراقؒ ج ۲ ص ۲۰۵۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متابعت پائی جاتی ہے۔ ابن مردویہؒ نے اپنی تفسیر میں محمد بن مروان عن عمرو بن قیس کے طریق سے اس کی تخریج کی ہے۔ اور عمرو بن قیس عطیہ سے روایت کرنے میں متابعت رکھتا ہے۔ ابو نعیمؒ نے اس کی تخریج اپنی کتاب الطب میں بطریق جعفر بن محمد بن الحسین الخزاز الکوفی حدثنا ابی حدثنا الحسن بن أبی جعفر حدثنا یحییٰ بن الحسین عن أبی لیلیٰ عن عطیہ عن ابی سعید کی ہے[15]۔"

"اللآلی المصنوعة" میں مذکور اس تعقب کو علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے بھی "تنزیه الشریعة المرفوعة" میں نقل کیا ہے[16]۔

لیکن امام سیوطیؒ شاید اپنے جوشِ تعقب میں یہ بھول گئے ہیں کہ ان کے بیان کردہ ہر طریق (جو محمد بن کثیر کے تفرد سے پاک ہیں) میں فساد کی اصل جڑ "عطیہ العوفی" ضرور موجود ہے اور وہ "ابو سعید الخدریؓ" سے نہیں بلکہ "ابو سعید الکلبی" سے اس حدیث کی روایت کرتا ہے۔ جہاں تک ترمذیؒ کے طریق میں "مصعب بن سلام" کی توثیق کا تعلق ہے تو راوی مصعب بن سلام التیمی الکوفی نزیل بغداد کی نسبت امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"علی بن المدینیؒ نے اسے ضعیف بتایا ہے۔ جبکہ ابو حاتمؒ اسے محل صدق قرار دیتے ہیں۔ اس کی نسبت ابن معینؒ کے دو اقوال مشہور ہیں۔"

ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ:

"کثیر الغلط ہے لہذا اس کے ساتھ کوئی حجت نہیں ہے۔"

امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

"صدوق ہے لیکن اس کو وہم رہتا ہے۔"

(تفصیلی ترجمہ کے لئے معرفة الثقات للعجلیؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تہذیب التہذیب

---

15. اللآلی المصنوعة للسیوطیؒ ج ۲ صفحہ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔

16. تنزیه الشریعة المرفوعة لابن عراقؒ ج ۲ صفحہ ۳۰۵۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التہذیب لابن حجرؒ، تاریخ بغداد للخطیب، کتاب المجروحین لابن حبانؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، التاریخ الکبیر للبخاریؒ اور تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں)[۵۱]۔

ترمذیؒ کے اس طریق میں ایک دوسرا راوی احمد بن أبی الطیب البغدادی ابوسلیمان المروزی ہے جو مصعب بن سلام سے روایت کرتا ہے۔ مگر وہ بقولِ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ "صدوق حافظ تو ہے مگر اس سے اغلاط بھی مروی ہیں۔ جس کی وجہ سے ابوحاتمؒ نے اس کی تضعیف کی ہے صحیح بخاریؒ میں اس سے مروی صرف ایک حدیث بصورتِ متابعت موجود ہے"

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"اس کی توثیق کی گئی ہے، صرف ابوحاتمؒ نے اس کی تضعیف کی ہے"

اور ابوزرعہؒ کا قول ہے کہ:

"وہ محلِ صدق ہے"

(تفصیلی ترجمہ کے لئے تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، معرفۃ الرواۃ للذہبیؒ "الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ للذہبیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ اور "ھدی" وغیرہ ملاحظہ فرمائیں)[۵۲]۔

پیشِ نظر سند کے مندرجہ بالا ان دونوں راویوں کے متعلق کتب الجرح والتعدیل میں اگرچہ کوئی سخت جرح مذکور نہیں ہے لیکن چونکہ وہ دانستہ اور کثرت سے مغالطہ کا شکار

---

[۵۱] معرفۃ الثقات للعجلیؒ ج ۲ صفحہ ۲۸۰، تقریب التہذیب لابن حجرؒ ج ۲ صفحہ ۲۵۱، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱۰ صفحہ ۱۶۱، تاریخ بغداد للخطیبؒ ج ۱۳ صفحہ ۱۰۹، کتاب المجروحین" لابن حبانؒ ج ۳ صفحہ ۲۸، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۴ صفحہ ۱۲۰، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ج ۴ صفحہ ۱۹۵، التاریخ الکبیر للبخاریؒ ج ۷ صفحہ ۳۵۴، تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ ج ۴ صفحہ ۱۳۲۔

[۵۲] تقریب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱ صفحہ ۱۷، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۱ صفحہ ۱۰۲، معرفۃ الرواۃ للذہبیؒ صفحہ ۵۸، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱ صفحہ ۴۵ "الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ" للذہبیؒ ج ۱ صفحہ ۶۰، تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ ج ۴ صفحہ ۱۳۲ و "ھدی" ج ۲ صفحہ ۱۱۳۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتے ہیں لہذا باوجود صدوق ہونے کے ان کو بصورتِ متابعت زیادہ سے زیادہ "حسن الحدیث" کہا جاسکتا ہے

شیخ ابوالفضل الغماری نے "کنز الثمین"[۱] میں اور علامہ محمد جمال الدین قاسمیؒ نے "قواعد التحدیث"[۲] وغیرہ میں بھی اس کی صحت بیان کی ہے مگر اس سلسلہ میں یقیناً اس سے خطا سرزد ہوئی ہے۔ افسوس تو امام ابن تیمیہؒ جیسے محقق وقت پر ہوتا ہے کہ جنہوں نے اس حدیث کو مومنین کی توصیف میں نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"۔۔۔۔۔پس یہ لوگ مومنوں میں سے ہیں کہ جن کے لئے ایک حدیث جسے ترمذیؒ نے ابوسعید الخدریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے، میں آیا ہے، اتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ"

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ:

"یہ حدیث حسن[۳] ہے"

حالانکہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو "حسن" کے بجائے "غریب" قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ"[۴]

امام عقیلیؒ نے اس حدیث کو عمرو بن قیس الملائی کے ایک دوسرے طریق سے بھی "قَالَ كَانَ يُقَالُ: فَذَكَرَهُ" کے ساتھ روایت کیا ہے جو اس طرح ہے:

"حدثنا يحيى بن عثمان بن صالح حدثنا حرملة بن يحيى حدثنا ابن وهب حدثنا سفيان عن عمرو بن قيس الملائي قَالَ كَانَ يُقَالُ اتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ الخ"

---

[۱] کنز الثمین لأبی الفضل الغماری حدیث ۵۵۔

[۲] قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث للقاسمی ۱۶۵۔

[۳] الفرقان بین أولیاء الرحمٰن وأولیاء الشیطان لابن تیمیہؒ صفحہ ۹۶۔

[۴] جامع الترمذیؒ مع تحفۃ الأحوذیؒ جلد ۴ صفحہ ۱۳۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طریق کے متعلق خود امام عقیلیؒ فرماتے ہیں:

"وَهٰذَا أَوْلٰى"[1]

اور خطیب بغدادیؒ امام عقیلیؒ سے نقل فرماتے ہیں:

"هُوَ الصَّوَابُ وَالْأَوَّلُ وَهْمٌ"[2]

اس حدیث کو امام ذہبیؒ نے محمد بن کثیر الکوفی القرشی کے ترجمہ میں اس کی مناکیر بیان کرتے ہوئے آگے ذکر کیا ہے[3]، امام ابن الجوزیؒ نے اسے اپنی کتاب "الموضوعات" میں وارد کیا ہے[4]، مگر اس پر کوئی کلام نہیں کیا، علامہ سخاویؒ اور علامہ سیوطیؒ نے اس روایت کے متعلق خطیبؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

"یہ طریق محفوظ ہے"[5]

علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے بھی اس طریق کو "محفوظ" قرار دیا ہے[6]۔

۲۔ حضرت ابو امامہؓ الباھلی کی مرفوع حدیث کا جائزہ:

یہ حدیث بطریق بکر بن سہل، حدثنا ابو صالح عبد اللہ بن صالح حدثنی معاویۃ بن صالح عن راشد بن سعد عن ابی امامۃ الباھلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ مروی ہے۔ اس کی تخریج طبرانی، عروی اور صوفی حکیم ترمذی نے اپنی "النوادر" وغیرہ میں کی ہے۔ طبرانیؒ سے ابن عدیؒ نے "الکامل فی الضعفاء" میں، خطیب بغدادیؒ نے اپنی "تاریخ" میں، ابو نعیمؒ نے "حلیۃ الأولیاء" میں، عبد الرحمٰن بن نصر الدمشقیؒ نے "الغوائد" میں، حافظ ضیاء المقدسیؒ نے "المنتقی

---

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ج ۴ صفحہ ۱۲۹۔

[2] تاریخ بغداد للخطیبؒ ج ۳ صفحہ ۹۱۔

[3] میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۴ صفحہ ۱۷۔

[4] "الموضوعات" لابن الجوزیؒ ج ۳ صفحہ ۱۴۸۔

[5] المقاصد الحسنۃ للسخاویؒ صفحہ ۱۹، اللآلی المصنوعۃ للسیوطیؒ ج ۲، صفحہ ۳۳۰۔

[6] تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراقؒ ج ۲ صفحہ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من مسموعات برو" میں اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے "جامع العلم" وغیرہ میں اس کو روایت کیا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے "المقاصد الحسنۃ" میں، علامہ مبارکپوریؒ نے "تحفۃ الأحوذی" میں، علامہ ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" میں، علامہ زرکشیؒ نے "التذکرۃ فی الأحادیث المشتہرۃ" میں، علامہ شوکانیؒ نے "الفوائد المجموعۃ" میں اور علامہ عجلونیؒ نے "کشف الخفاء" وغیرہ میں اس کو وارد کیا ہے[1]۔

اس حدیث کے متعلق علامہ زرکشیؒ طبرانیؒ سے نقل فرماتے ہیں:

"اس حدیث کو اس سند کے سوا اور کسی مرفوع کے ساتھ روایت نہیں کیا گیا ہے۔ اس میں معاویہ بن صالح کا تفرد ہے[2]۔"

اسی طرح ابن عدیؒ فرماتے ہیں:

"مجھے علم نہیں کہ اس حدیث کو کسی نے راشد بن سعد سے بغیر معاویہ کے روایت کیا ہو اور اس سے ابو صالح روایت کرتا ہے جو میرے نزدیک مستقیم الحدیث ہے بجز اس کے کہ اس کی احادیث کی اسانید اور متون میں اغلاط واقع ہوتی رہیں لیکن کسی نے اس پر کذب کا نہیں لگایا ہے[3]۔"

اس حدیث کو امام ابن الجوزیؒ نے بھی اپنی "الموضوعات" میں وارد کیا ہے اور فرماتے ہیں:

"ابو امامہ کی حدیث میں عبداللہ بن صالح یعنی کاتب اللیث ہے۔"

---

[1] الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج ۱ صفحہ ۲۲۰، تاریخ بغداد للخطیبؒ ج ۵ صفحہ ۹۹، حلیۃ الأولیاء لأبی نعیمؒ ج ۶ صفحہ ۱۱۸، "الفوائد للدمشقیؒ" ج ۲ صفحہ ۲۲۹، "المنتقی من مسموعات برو للمقدسیؒ" ج ۲ صفحہ ۳۳ ۔ ۱۲۷، جامع العلم لابن عبدالبرؒ ج ۱ صفحہ ۱۹۶، المقاصد الحسنۃ للسخاویؒ صفحہ ۱۹، تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ ج ۴ صفحہ ۱۳۳، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمیؒ ج ۱۰ صفحہ ۲۶۸، "التذکرۃ فی الأحادیث المشتہرۃ للزرکشیؒ" صفحہ ۱۸۱ ۔ ۱۸۲، الفوائد المجموعۃ للشوکانیؒ صفحہ ۲۴۳، کشف الخفاء ومزیل الألباس عما اشتہر من الحدیث علی ألسنۃ الناس للعجلونیؒ ج ۱ صفحہ ۴۲۔

[2] التذکرۃ فی الأحادیث المشتہرۃ للزرکشیؒ صفحہ ۱۸۱-۱۸۲۔

[3] الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج ۱ صفحہ ۲۲۰۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ:

"وہ کچھ بھی نہیں ہے۔"

ابن حبانؒ کا قول ہے کہ:

"ثقات کی طرف سے ایسی احادیث روایت کرتا ہے جو اثبات کی حدیث میں سے نہیں ہوتیں[۵۱]۔"

لیکن علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس حدیث کو "اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ" میں وارد کرنے کے بعد امام ابن الجوزیؒ پر تعقب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ابوامامہ کی حدیث میں تفرد ہونے کے باوجود وہ حسن کی شرط پر ہے اور اس کے راوی عبداللہ بن صالح میں کوئی حرج نہیں ہے[۵۲]۔"

علامہ ابن عراق الکنانیؒ نے بھی "تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ" میں علامہ سیوطیؒ کے تعقب سے اپنی موافقت ظاہر کی ہے[۵۳]۔

علامہ ہیثمیؒ نے بھی اس حدیث کی اسناد کو "حسن" بتایا ہے[۵۴]۔

لیکن میرے نزدیک واقعہ یہ ہے کہ اس حدیث کا "حسن" کی شرط پر ہونے کا دعویٰ قطعی باطل ہے۔ اس کے "ضعف" کی کئی علتیں ہیں مثلاً:۔

۱۔ بکر بن سہل الدمیاطی کا عبداللہ بن صالح کاتب اللیث کے ساتھ تفرد۔

۲۔ بکر بن سہل کا ضعیف ہونا، اور

۳۔ عبداللہ بن صالح کاتب اللیث کا کثیر الغلط اور مغفل ہونا۔

بکر بن سہل الدمیاطی ابومحمد کے متعلق امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"امام نسائیؒ کا قول ہے کہ، ضعیف ہے۔"

علامہ ہیثمیؒ اور علامہ شیخ محمد ناصر الدین الألبانی حفظہ اللہ نے بھی بکر بن سہل کے

---

۵۱ الموضوعات لابن الجوزیؒ ج ۳ صفحہ ۱۴۷۔

۵۲ اللآلی المصنوعۃ للسیوطیؒ ج ۲ صفحہ ۳۳۰۔

۵۳ تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراقؒ ج ۲ صفحہ ۳۰۶۔

۵۴ مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۱۰ صفحہ ۲۶۸۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ضعف" کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(تفصیلی ترجمہ کے لیے میزان الاعتدال للذہبیؒ، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول اور سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی[1] وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں)۔

اس سند کا دوسرا مجروح راوی عبداللہ بن صالح ابو صالح صاحب اللیث ہے جس کی نسبت امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"وہ صاحب حدیث وعلم ہے۔ لیکن اسے پاس مناکیر ہیں"

عبدالملک بن شعیبؒ کا قول ہے کہ:

"ثقہ مامون ہے"

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ:

"پہلے وہ حدیث کو سختی کے ساتھ پکڑنے والا تھا لیکن اپنی آخری عمر میں فساد کا شکار ہو گیا تھا"

ابوحاتمؒ کا قول ہے کہ:

"صدوق ہے"

ابوزرعہؒ کا قول ہے کہ:

"میرے نزدیک کسی نے اس پر کذب بیانی کا اعتماد نہیں کیا ہے، پس وہ حسن الحدیث ہے"

احمد بن صالحؒ فرماتے ہیں:

"منکم اور لا شیئ یعنی ہیچ ہے"

صالح جزرہ کا قول ہے کہ:

"ابن معینؒ اس کی توثیق کرتے تھے۔ لیکن میرے نزدیک وہ حدیث

---

[1] میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۱ صفحہ ۳۴۵، مجمع الزوائد و منبع الفوائد للہیثمیؒ ج ۴ صفحہ ۱۰۰۔۲۹۹، ج ۵ صفحہ ۴۶، ج ۱۰ صفحہ ۴۴، ۳۵۴، ۳۸۶، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج صفحہ ۲۵۹، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی ج ۴ صفحہ ۳۳، ۱۲۷۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کذب سے کام لیتا ہے۔"

امام نسائیؒ نے فرمایا کہ:

"ثقہ نہیں ہے۔"

ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ:

"میں اس سے کوئی بھی روایت نہیں لیتا۔"

ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ:

"فی نفسہ صدوق ہے۔ اس کی جن احادیث میں مناکیر ہوتی ہیں وہ اس کے پڑوسی کی طرف سے ہوتی ہیں (جو اس سے مخاصمت کی بناء پر اس کے خط میں جھوٹی احادیث رکھ کر اس کے گھر میں ڈال دیا کرتا تھا۔ لیکن ابو صالح اس میں تمیز نہ کر پاتا تھا)۔"

ابن عدیؒ کا قول ہے کہ:

"میرے نزدیک وہ مستقیم الحدیث ہے اگرچہ اس کی اسانید اور متون میں غلط چیزیں واقع ہیں۔"

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"امام بخاریؒ نے اس سے صحیح میں روایت لی ہے لیکن وہ تدلیس کرتا ہے۔"

امام نسائیؒ نے اس کو اپنی کتاب "الضعفاء والمتروکون" میں وارد کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ:

"وہ ثقہ نہیں ہے۔"

امام ابن حبانؒ کتاب "المجروحین" میں اس کی نسبت فرماتے ہیں:

"بہت زیادہ منکر الحدیث ہے۔ اثبات سے ایسی چیزیں روایت کرتا ہے جو ثقات کی حدیث کے مشابہ نہیں ہوتیں۔ اس کے پاس کثرت کے ساتھ ایسی مناکیر ہیں جنہیں وہ ائمہ مشاہیر کی ایک قوم کے ساتھ روایت کرتا ہے۔ وہ فی نفسہ صدوق ہے۔"

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے جبکہ دوسروں نے اسکی تضعیف کی ہے۔"

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"جمہور نے اس کی تضعیف کی ہے حالانکہ عبدالملک بن شعیبؒ نے اسے ثقہ مامون بتایا ہے۔"

اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"صدوق مگر کثیر الغلط ہیں جیسا کہ اس کی کتاب سے ثابت ہے .... اور اس میں غفلت بھی موجود ہے۔"

(عبداللہ بن صالح ابو صالح صاحب اللیث کے تفصیلی ترجمہ کے لیے "الضعفاء والمتروکون" للنسائیؒ، التاریخ الکبیر للبخاریؒ، الضعفاء الکبیرؒ للعقیلیؒ، "الجرح والتعدیل" لابن أبی حاتمؒ، کتاب المجروحین لابن حبانؒ، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، المجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروان، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول، تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للألبانی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں[1])

جب معلوم ہو چکا کہ عبداللہ بن صالح ابو صالح صاحب اللیث حدیث کی اسانید اور متون میں کثرت کے ساتھ غلطیاں کرتا ہے، اس میں غفلت بھی موجود ہے جو کسی معمولی

---

[1] الضعفاء والمتروکون للنسائیؒ صفحہ ۳۳۲، التاریخ الکبیر للبخاریؒ ج ۵ صفحہ ۱۲۱، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ج ۲ صفحہ ۲۶۷، الجرح والتعدیل لابن حاتمؒ ج ۵ صفحہ ۸۶، کتاب المجروحین لابن حبانؒ ج ۲ صفحہ ۴۰، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج ۴ صفحہ ۱۵۲۲، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۲ صفحہ ۴۴۰، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۵ صفحہ ۲۵۸، المجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروان صفحہ ۱۴۲، مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۱ صفحہ ۶۲، ج ۲ صفحہ ۷، ج ۴ صفحہ ۲۳۴/۱۵۳، ج ۵ صفحہ ۲۸۱، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ صفحہ ۳۳۲، تحفۃ الأحوذی للمبارکفوریؒ ج ۲ صفحہ ۱۵، سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للألبانی ج ۱ صفحہ ۲۲۸، ۲۹۲، ۴۷۵، ج ۲ صفحہ ۱۹۱، ۲۰۷، ج ۳ صفحہ ۸۱، ۸۶، ۱۰۹، ۱۴۰، ۲۳۲، ۳۷۵، ۴۱۴، ۴۲۸، ۵۹۸، ۶۵۱، ج ۴ صفحہ ۲۹۹، ۴۲۶، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ للألبانی ج ۱ صفحہ ۶۶، ۹۷، ج ۲ صفحہ ۱۳۴، ۱۴۲، ۱۹۹، ۲۸۰، ۴۰۶، ۷۲۰، ج ۴ صفحہ ۱۰، ۳۰۵، ۳۲۲، ۳۷۵، ۴۶۵، ۶۴۷۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوعیت کی نہیں ہے بلکہ وہ اپنی کتب میں احادیثِ مقتلہ تک کو داخل کر دیتا ہے اور ان کی حقیقت کو نہیں پہچانتا۔ مزید اس سے مناکیر بھی مروی ہیں تو ایسی حالت میں اس راوی کے متعلق علامہ سیوطیؒ اور علامہ ابن عراق الکنانیؒ وغیرہ کا یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ:

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

یا اسی طرح علامہ ہیثمیؒ، علامہ سیوطیؒ اور علامہ ابنِ عراقؒ وغیرہ کا یہ فرمانا کہ:

"یہ حدیث حسن کی شرط پر ہے؟"

(جاری ہے)

ابھی تک اس کی حسرت ہے

عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی

اگر صبر و قناعت ہے — تو راحت ہی راحت ہے
تکبر کا مآل اکثر — لڑائی ہے عداوت ہے
ہزاروں رنج جلوت کا — مداوا کنج خلوت ہے
خدا کے سامنے جھک جا — اسی میں تیری رفعت ہے
یہ تیرے دل کی بے چینی — گناہوں کی عقوبت ہے
ہمیشہ خندہ رو رہنا — شرافت کی علامت ہے
مال عشرت دنیا — سرِ محشر فضیحت ہے
دلوں کو فتح کر لینا — محبت کی کرامت ہے
نعیم خلد سے افضل — الٰہی تیری قربت ہے
مدینے میں جو دیکھا ہے — ابھی تک اس کی حسرت ہے

اجل ہے گھات میں تیرے
تو عاجزؔ محو غفلت ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

شرک کی بنیاد "ایک متنازع روایت"

روایت ہے کہ امام بخاری اس بات کے قائل ہیں کہ جب کسی کا پیر سن ہوجائے تو یا "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کہے تو اس کا پاؤں درست ہوجائے گا۔

الفاظ یہ ہیں

"بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ اِذَا اَخَدِرَتْ رِجْلُہٗ"

یعنی باب یہ ہے کہ آدمی پاؤں سن ہوجائے تو کیا کہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہوگیا' تو ایک شخص نے ان سے کہا جو آدمی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اس کا نام لیجئے انہوں نے کہا "یا محمد" صلی اللہ علیہ وسلم (اردو ترجمہ ادب المفرد' ص ۲۸۱ اردو ترجمہ نفیس اکیڈمی کراچی)..... ادب المفرد کے دوسرے نسخے میں حرف ندا "یا" مذکور نہیں ہے۔ یعنی صرف "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (الدین الخالص صفحہ ۱۶۰ جلد نمبر ۲)

اول تو بلاشبہ سنداً" یہ روایت ضعیف ہے کیوں کہ اس کی سند میں ابو اسحٰق السبیعیؒ اور سفیان ثوری مدلّس راوی موجود ہیں۔ اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ مدلس راوی جب "عَنْ" سے روایت کرے گا تو اس کی روائت ضعیف ہوگی۔ کیوں کہ مدلس کا عَنْ سے روایت کرنا علت قادحہ ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں جناب زبیر علی زئی صاحب کا مضمون "تین روایات کی تحقیق" (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۸ نومبر۱۹۹۱)

ضعیف ہونے کے باوجود بھی اس روایت کا وہ مفہوم نہیں ہے جو سمجھا گیا ہے کیونکہ اس روائت میں "محمدؐ" صلی اللہ علیہ وسلم پکارنے اور مدد طلب کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ یاد کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کے الفاظ بتاتے ہیں' "اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ" یعنی جو شخص سے تم سب سے زیادہ محبت کرتے ہو اسے یاد کرو۔ اور یہ ایک نفسیاتی علاج ہے کیوں کہ پاؤں کا سن ہونا خون کی گردش رکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور انسان کو جو شخص محبوب ہو اس کا ذکر آتے ہی خون کی گردش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیز ہوجاتی ہے اور اس طرح پاؤں کا سن ہونا ختم ہوجاتا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں جناب حافظ صلاح الدین یوسف صاحب حفظ اللہ کا مضمون "نداء غیر اللہ شرک و بدعت ہے یا نہیں"؟(۳۔ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ صفحہ ۱۳ ' ۱۴) چنانچہ مولانا روم نے بھی اپنی مثنوی میں ایک واقعہ اس کی تائید میں اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ شہزادہ جسے حکماء نے لا علاج بیمار قرار دے دیا تھا۔ اور کسی حکیم کو اس کی بیماری کا اصل سبب دریافت نہیں ہورہا تھا۔ بادشاہ نے انتہائی تلاش کے بعد ایک حکیم کو بلوا کر شہزادے کا علاج کروانا چاہا ۔ تو حکیم شہزادے کی نبض ہاتھ رکھ کر مختلف لڑکیوں کے نام لینا شروع کردیئے ٹھیک اس وقت جب اس لڑکی کا نام لیا گیا جس سے وہ محبت کرتا تھا تو گردش خون تیز ہونے کی وجہ سے اس کی نبض تیز ہوگئی۔ اس طرح حکیم نے شہزادے کی مرض کا اصل سبب معلوم کرکے بادشاہ کو بتادیا۔

یہ واقعہ اس بات کی ٹھوس دلیل ہے کہ اس روایت میں "ندا" کے بعد اپنی سب سے زیادہ محبوب شخصیت کو ہی یاد کرنا ہے۔ "یا" کا اضافہ بے معنی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مصائب و مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نبی یا ولی کو مدد کے لئے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ وہ ہماری مشکلات یا بیماری کو دور کرنے پہ قادر ہے۔ بلاشبہ یہ فعل شرک ہے اور اس کا مرتکب ۔ ۔ یقیناً مشرک ہے جس کی بخشش ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دوٹوک فیصلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مدد کر ہی نہیں سکتا

قرآن حکیم میں ایک جگہ نہیں۔ ایک اسلوب میں ہی نہیں بلکہ مختلف مقامات اور الگ الگ اسلوب میں انسان کو یہ بات سمجھائی ہے کہ اللہ کے سوا تمہاری مدد کوئی نہیں کرسکتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ (آل عمران : ۱۲۶' الانفال : ۱۰) اور نہیں ہے مدد مگر صرف اللہ کی طرف سے" نماز میں اللہ تعالیٰ سے اقرار کرتے ہیں : اياك نعبد و اياك نستعين (الفاتحہ)

اے اللہ! ہم " صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔" اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ (مسند احمد ص ۲۹۳ ج ۱ ص ۳۰۳)' قرآن کریم سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہ السلام نے بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی۔ (الانبیا : ۹۰) جناب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمؑ غلطی سرزد ہونے کے بعد' جناب نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کرنے کے بعد' جناب یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں سے' جناب ایوب علیہ السلام نے سخت بیماری میں' جناب ابراہیم علیہ السلام اور جناب ذکریا علیہ السلام نے اولاد کی آرزو میں اللہ تعالیٰ کو پکارا اور اس سے مدد طلب کی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ انبیاء کرام علیہ السلام بھی اللہ ہی کے محتاج اور اس کے در کے فقیر ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿١٥﴾ (فاطر)

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو بے نیاز اور تمام خوبیوں والا ہے۔"

اور اللہ کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہر موقع پر اللہ ہی سے مدد طلب کی چنانچہ غزوہ بدر کے موقع پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی عاجزی کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی تھی اور اس میں یہ بھی کہا تھا کہ "اے اللہ اگر آج یہ تیرے نام لیوا دنیا سے مٹ گئے تو پھر تیرا نام لینے والا دنیا میں کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اور یہ بھی فرمایا: اے اللہ تو نے جو (مدد کا) وعدہ فرمایا ہے اسے پورا فرما۔" (صحیح مسلم کتاب الجہاد) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (الانفال ۹، ۱۰)

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے اور اللہ نے تمہاری دعاؤں کو قبول فرمایا اور فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لئے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔ یہ بات اللہ نے تمہیں صرف اس لئے بتادی کہ تمہیں خوشخبری ہو اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہوجائیں' ورنہ مدد تو جب بھی ہوتی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے' یقیناً" اللہ زبردست اور دانا ہے۔"

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ﴿١٢٤﴾ بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

(آل عمران: 123 تا 126)

ترجمہ: اور تحقیق اللہ جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کرچکا ہے حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ اللہ کی ناشکری سے بچو' امید ہے کہ اب تم شکر گزار بنو گے۔ یاد کرو جب تم (اے نبیؐ) مومنوں سے کہہ رہے تھے' کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہیں کہ اللہ تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے؟ بے شک' اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرو تو جس آن دشمن تمہارے اوپر چڑھ کر آئیں گے اسی آن تمہارا رب (تین ہزار نہیں) پانچ ہزار صاحب نشان فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ یہ بات اللہ نے تمہیں اس لیے بتادی ہے کہ تم خوش ہوجاؤ اور تمہارے دل مطمئن ہوجائیں۔ فتح و نصرت جو کچھ ہے اللہ کی طرف سے ہے جو بڑی طاقت والا اور دانا و بینا ہے۔" ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۔ ۔ ۔ ۔ (التوبہ: ۲۵)

"اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کرچکا ہے اور غزوہ حنین کے موقع پر بھی (تمہاری مدد کی تھی)" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے موقع پر صفا پہاڑ پر چڑھ کر اور بیت اللہ کی طرف دیکھ کر اللہ کی وحدانیت بیان کی اور یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے۔

أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَ هَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ (رواہ مسلم من حدیث جابر بن عبداللہ ' مشکوۃ باب حجۃ الوداع)

" اللہ نے اپنا وعدہ پورا کردیا اور اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد فرمائی اور اس اکیلے اللہ نے کافروں کے لشکروں کو شکست دی۔" اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ہمیشہ اللہ ہی سے مدد مانگا کرتے تھے۔ اگر وہ خود مدد کرنے پر قادر ہوتے یا مدد کرنا ان کے اختیار میں ہوتا تو پھر انہیں اللہ سے مدد طلب کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدد کرنے کا اختیار نہیں رکھتے

جیسا کہ ہم نے واضح کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا (الجن ۲۰)

اے نبیؐ کہو کہ "میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔" اور اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح کردی گئی۔

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا (الجن: ۲۱، ۲۲)

کہو "میں تم لوگوں کے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا۔" کہو "مجھے اللہ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے دامن کے سوا کوئی جائے پناہ پاسکتا ہوں۔" اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ (الاعراف: ۱۸۸)

اے نبیؐ ان سے کہو کہ "میں اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ ہی جو کچھ چاہتا وہ ہوتا ہے۔" ان آیات سے ثابت ہوا کہ اپنا یا دوسروں کے نفع و نقصان کا اختیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں نہیں ہے۔ جناب ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپؐ نے مال غنیمت میں خیانت کا ذکر کیا اور اسے بڑا بھاری گناہ اور بڑا جرم قرار دے کر فرمایا کہ قیامت کے دن میں کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر مہیاتی ہوئی بکری (مال غنیمت سے چوری کی ہوئی) سوار ہو یا اس کی گردن پر گھوڑا بیٹھا ہوا ہنہنا رہا ہو اور وہ (مجھے دیکھ کر) پکارے

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ (صحیح بخاری: کتاب الجہاد حدیث نمبر ۵)

"میں تیری مدد کرنے کا ذرہ اختیار بھی نہیں رکھتا۔ میں تجھے تبلیغ کرچکا تھا" ظاہر بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنے والے کوئی کافر و مشرک نہ ہوں گے بلکہ گناہ گار مسلمان ہوں گے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی مدد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مدد کرنا صرف اللہ کی صفت ہے وہی اپنے بندوں کی مشکل کشائی، دستگیری اور مدد فرماتا ہے اور اس کے علاوہ کائنات میں کوئی بھی مشکل کشاء، مددگار، دستگیر اور فریاد رس نہیں۔ اس حدیث نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کی تمام راہیں مسدود کردی ہیں۔ البتہ جو نہ مانے تو اس کے لئے دلائل کے انبار بھی بیکار ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا محمدؐ پکارنے والے گستاخ رسولؐ ہیں

یہ حقیقت ہے کہ ماتحتُ الاسباب کسی سے بھی مدد مانگی جاسکتی ہے اور اس طرح کی مدد دنیا میں ہر انسان دوسرے انسان سے مانگتا دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً" کسی سے پانی مانگنا' کسی سے کھانا طلب کرنا اور اس مدد مانگنے کو آج تک کسی نے بھی شرک قرار نہیں دیا بلکہ اس طرح کی مدد' امداد مانگنا جائز ہے لیکن مافوق الاسباب کہ ظاہر میں کوئی سبب موجود نہ ہو تو ایسی مدد اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں مانگی جاسکتی اور اگر اس نظریے کے تحت مدد کے لیے یا محمدؐ" یا رسول اللہؐ پکارا جائے تو یہ شرک ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صحابہ کرامؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد احترام کیا کرتے تھے اور انہیں کبھی بھی نام لے کر نہ پکارا کرتے تھے۔ بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ یہودی یا منافق بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمدؐ" کہہ کر بلایا یا پکارا نہیں کرتے تھے۔ اور ایک یہودی کو تو ایک صحابی جناب ثوبانؓ نے اللہ کے نبیؐ کو یا محمدؐ کہہ کر پکارنے کی وجہ سے زور سے دھکا دے دیا تھا۔ (صحیح مسلم' کتاب الحیض)

اور جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمدؐ" کہہ کر بلایا کرتے تھے ان کی مذمت میں اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ ٱلْحُجُرَٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

(الحجرات : ۴) اے نبیؐ

"بے شک جو لوگ آپؐ کو حجروں کے باہر سے (یا محمد کہہ کر) پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں"۔ جناب اقرع بن حابس تمیمیؓ روایت کرتے ہیں

اِنَّہٗ نَادٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ' یَا مُحَمَّدُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَلَمْ یُجِبْہُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ حَمْدِیْ لَزَیْنٌ وَاِنَّ ذَمِّیْ لَشَیْنٌ فَقَالَ ذٰلِکَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ تفسیر ابن کثیر ج ۴' ص ۲۰۸)

ترجمہ : انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (حجروں کے باھر سے) پکارا' پس کہا "یا محمدؐ" "یا محمدؐ" اور ایک روایت میں ہے "یا رسول اللہ" بس آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ' میرا تعریف کرنا زینت ہے اور میری برائی کرنا عیب ہے (گویا اس طرح اس نے اپنی تعریف کی) آپؐ نے فرمایا" ایسی ذات تو محض اللہ تعالٰی کی ہے۔" اور ایک دوسری روایت میں جناب براء بن عازبؓ سے روایت ہے' وہ اللہ تعالٰی کے اس قول" اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ" کے متعلق فرماتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے آیا اور اس نے (حجروں کے باہر سے پکار کر) کہا: یا محمدؐ (تفسیر ابن جریر بحوالہ تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۸ ج ۴ وَ سَنَدُہٗ حَسَنٌ) اس روایت کے باقی الفاظ اوپر والی روایت کی طرح ہیں۔ السنن الترمذی' کتاب التفسیر میں بھی اس مضمون کی روایت موجود ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اسی طرح کا واقعہ حسن بصریؒ اور قتادہؒ نے بھی مرسلاً روایت کیا ہے۔ جناب زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ عرب کے کچھ لوگ جمع ہوئے اور کہنے لگے اس شخصؐ کے پاس چلو اگر وہ سچا نبیؐ ہے تو سب سے زیادہ اس سے سعادت حاصل کرنے کی ہم مستحق ہیں اگر وہ بادشاہ ہے تو ہم اس کے پروں تلے (زیر سایہ) پل جائیں گے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ واقعہ بیان کیا' پھر وہ لوگ آئے اور حجرے کے باہر سے پکارنے لگے یا محمدؐ' یا محمدؐ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون نازل فرمائی۔

جناب زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کردی' اللہ نے تیری بات سچی کردی۔ (ابن ابی حاتم بحوالہ تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۸ ج ۴ و سندہٗ صحیح فی الشواھد) حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ثُمَّ اِنَّہٗ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی ذَمَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَہٗ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ وَھِیَ بُیُوْتُ نِسَائِہٖ کَمَا یَصْنَعُ اَجْلَافُ الْاَعْرَابِ فَقَالَ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔

پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتا ہے کہ جو آپؐ کے مکانوں کے پیچھے سے جو آپؐ کی بیویوں کے مکانات تھے آپؐ کو آوازیں دیتے اور پکارتے تھے جس طرح اعرابیوں میں دستور تھا تو اللہ تعالیٰ نے (ان کے حق میں) ارشاد فرمایا کہ "ان میں اکثر بے عقل ہیں"۔

سوچنے کا مقام ہے کہ وہ لوگ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارا کرتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے بے عقل یعنی عقل سے خالی یا دوسرے الفاظ میں جانور قرار دیا۔ حالانکہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے اور دنیا میں موجود تھے۔ اور جو لوگ اب ان کی وفات کے بعد دور دراز سے ان کو پکارتے اور آوازیں دیتے ہیں ان کے بے عقل ہونے میں کیا کسر باقی رہ جاتی ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا

(النور : ۶۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانو! "تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو ایسا خیال نہ کرو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔" حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں "جناب ضحاک رحمہ اللہ جناب عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمدؐ یا ابا القاسم کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں آپؐ کی عظمت کے پیش نظر اس بات سے منع فرمایا اور فرمایا کہ (تم نبیؐ کو ان کا نام لے کر نہ پکارو بلکہ) یا نبی اللہ' یا رسول اللہ کہو۔ اور یہی بات جناب مجاہد رحمہ اللہ اور جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے۔ اور جناب قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی سے باز رہیں اور آپؐ کی عزت و تعظیم کریں۔ اور آپؐ سے آہستہ بولیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

جناب مقاتل رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہیں آواز دو تو ان کا نام لے کر یعنی یا محمدؐ کہہ کر نہ پکارو اور نہ "یا ابن عبداللہ" کہو لیکن انؐ کی عزت کرو اور یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔ (تفسیر ابن کثیر) عموماً انسان اپنے باپ کی تعظیم کے پیش نظر اسے نام لے کر نہیں پکارتا بلکہ ابا جان' ابو جی' والد صاحب وغیرہ کہہ کر خطاب کرتا ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو والد کے مقام سے بہت ہی زیادہ بلند ہے لہٰذا انہیں نام لے کر پکارنا اور یا محمدؐ کہنا کس قدر عظیم گستاخی ہے۔ اور جب یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں گستاخی خیال کی جاتی تھی تو پھر آپؐ کی وفات کے بعد ان باتوں کو دہرانا بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ کے مصداق ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث و سنت

زبیر بن مجدد علی زئی

استدراک

محترم جناب غازی عزیر صاحب حفظہ اللہ قارئین "محدث" کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ آپ کے مضامین اکثر محدث کے صفحات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ محدث (ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ) میں "الاستنجاء" کے اوراق پر آپ کا مقالہ بعنوان "کیا آنحضور کا بول و براز پاک تھا؟" شائع ہوا تھا جس میں فاضل مقالہ نگار کو تگ و دو کے باوجود چند احادیث کا طریق نہ مل سکا۔ محترم زبیر بن مجدد علی صاحب نے ان احادیث کے طرق کا تتبع کیا ہے اور حوالہ تلاش کرنے میں کامیاب رہے۔ قارئین کے علم میں اضافہ کی خاطر ان کے "استدراک" کو شائع کیا جارہا ہے...... ادارہ

(۱) حدیث ام ایمن

ماہنامہ محدث (جلد ۱۹ ' عدد ۱) میں صفحہ ۴۴ ' ۴۵ پر جناب مولانا غازی عزیر حفظہ اللہ نے "الانوار المحمدیہ من المذاہب اللدنیہ" کے حوالے سے حضرت ام ایمن سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ام ایمنؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تھا وغیرہ وغیرہ

مولانا صاحب لکھتے ہیں "افسوس کہ ہمیں اس روایت کا مکمل طریق اسناد بھی نہ مل سکا!" میں نے اس روایت کے طریق کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور بالآخر ان کتب میں مجھے یہ روایت مل گئی جو کہ درج ذیل ہیں

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۵ ص ۸۹

(۲) مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۶۳ ' ۶۴

(۳) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبھانی ج ۲ ص ۶۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) مسند الحسن بن سفیان بحوالہ تلخیص الحبیر لابن حجر ج 1 ص 31
اس کا دارومدار "ابو مالک النخعی عن الاسود بن قیس عن نبیح العنزی "عن ام ایمن" پر ہے حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۸ ص 271 پر کہا

"رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَفِيهِ أَبُو مَالِكٍ النَّخَعِيُّ وَهُوَ ضَعِيفٌ"

یعنی اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس میں ابو مالک نخعی ضعیف ہے۔
ابو مالک کے مفصل حالات "تہذیب التہذیب" وغیرہ میں موجود ہیں۔
ابن معین نے کہا: لَيْسَ بِشَيْءٍ" (یہ کچھ بھی نہیں ہے) عمرو بن علیؒ نے کہا: "ضَعِيفٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ" ابوزرعہؒ اور ابو حاتمؒ نے کہا: "ضَعِيفُ الْحَدِيثِ" ابوداود نے کہا: "ضَعِيفٌ" نسائی اور ازدیؒ نے کہا: "مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ" اور نسائی نے مزید کہا: "لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ" یعنی (یہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے) ابو احمد الحاکم نے کہا: "لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَهُمْ" (تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۴۰)

اس روایت کی دوسری علت یہ ہے کہ "نبیح" کی ام ایمنؓ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: "نُبَيْحٌ لَمْ يَلْقَ أُمَّ أَيْمَنَ" (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۳۱) یعنی نبیح نے ام ایمنؓ سے ملاقات نہیں کی ہے۔
لہٰذا ان دو علتوں کی وجہ سے یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

(۴) فاضل مصنف نے "محدث" مذکور کے ص 727/41 پر حضرت مالک بن سنانؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خون پینے کے دو واقعات لکھے ہیں اور ص ۴۱/ ۷۲۷ پر کہا
"افسوس یہ کہ دونوں حکایتوں کا مکمل طریق اسناد کہیں نہ مل سکا" ان دونوں واقعات کی تخریج کے لئے ملاحظہ فرمائیں

حضرت مالک بن سنانؓ کا واقعہ

یہ واقعہ "اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ" لابن الاثیر ج ۴ ص ۲۸۱ اور "الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ" ج ۳ ص ۳۱۵، ۳۴۶ پر مفصل موجود ہے۔ اس واقعہ کو حافظ ابن حجر نے ابن ابی عاصم اور بغویؒ کے حوالے سے ازطریق موسیٰ بن محمد بن علی الانصاری (؟) عَنْ أُمِّ سَعْدٍ بِنْتِ مَسْعُودِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ ( ) عَنْ أُمِّ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِنْتِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نقل کیا ہے (کئی راویوں کی توثیق نا معلوم ہے) اور ابن السکن کے حوالہ سے مُصْعَبِ بْنِ الْأَصْبَغِ (؟) عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نقل کیا ہے (اس میں بھی مجہول الحال اور غیر ثقہ راوی موجود ہیں' اور سعید بن مسعود کے حوالہ سے عمرو بن السائب سے نقل کیا ہے "یہ سند منقطع ہے" غرض یہ تمام اسانید حجت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

درجہ کو نہیں پہنچتیں۔

حضرت عبداللہ زبیرؓ کا واقعہ

یہ واقعہ درج ذیل کتابوں میں باسناد موجود ہے۔
(۱)مستدرک حاکم ج 3 ص 54 (۲) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۰
(۳)مسند ابی یعلی بحوالہ ج ۳ ص ۳۶۶ (۴) الطبرانی فی الکبیر بحوالہ تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۳۰(۵) الخصائص من سنن بیہقی بحوالہ التلخیص ج ۱ ص ۳۰ (۶) البزار بحوالہ مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۸ ص 27

اس روایت کا دارومدار ھنید بن القاسم بن عبد الرحمٰن بن ماعز پر ہے۔

ھنید بن قاسم کو ابن حبان نے کتاب الثقات (ج ۵ ص ۵۱۵) میں ذکر کیا۔ ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل (ج ۹ ص ۱۲۱) میں ذکر کیا اور سکوت کیا۔ حافظ ذھبی نے کہا: وَمَا عَلِمْتُ فِي هُنَيْدٍ جَرْحَۃ (سیر اعلام النبلاء ۳٫۳۶۶) یعنی مجھے ھنید میں کوئی جرح معلوم نہیں ہے۔ حافظ ہیثمی نے کہا: "ھُوَ ثِقَۃٌ" (مجمع الزوائد ج ۵ ' ص ۲۷۷) اور ایک دوسرے مقام پر کہا "ھُوَ مَجْھُولٌ" (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۸) حافظ ابن حجر نے کہا "وَلَا بَأْسَ بِہٖ وَ لٰکِنَّہٗ لَیْسَ مَشْھُوْرٌ بِالْعِلْمِ" (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۳۰)

یہ بھی یاد رہے کہ "ھنید" سے روایت کرنے والا صرف ایک شخص موسیٰ بن اسمٰعیل التبوذکی ہے۔ بہر حال محدثین کی ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت حسن کی درجہ کی ہے "واللہ اعلم" یہ خون "دمِ مسفوح" نہیں تھا۔ دم مسفوح سے مراد وہ سیاہ خون ہے جو ذبح کرتے وقت اچھل کر نکلتا ہے۔ سینگی وغیرہ کا خون دم مسفوح کے حکم میں نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے بول و براز کی طہارت کی دلیل لانا انتہائی غلط اور "قیاس مع الفارق" ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی صاحب

قسط نمبر I

تطلیقِ ثلاثہ

قاری عبدالحفیظ صاحب ریسرچ اسسٹنٹ ادارہ "منہاج" کے تعاقب کے جواب میں

سہ ماہی مجلّہ "منہاج" اشاعت اپریل ۱۹۸۷ء میں میرا ایک مضمون بعنوان "خلفائے راشدین کی شرعی تبدیلیاں" شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں میں نے پرویز صاحب اور جعفر صاحب پھلواروی کے اس اعتراض کا جواب پیش کیا تھا "خلفائے راشدین بالعموم اور حضرت عمر فاروق بالخصوص اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق سنت رسول اللہؐ میں تبدیلیاں کرتے رہے ہیں۔" پھر ان حضرات نے نتیجہ یہ پیش فرمایا تھا کہ:۔

"اگر خلفائے راشدین اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق پچیس تیس سنت ہائے رسول میں تبدیلیاں کر سکتے ہیں تو آخر ہم اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق ایسی تبدیلیاں کیوں نہیں کر سکتے۔"

اسی ضمن میں ایک مشہور مسئلہ "تطلیق ثلاثہ" بھی زیر بحث آیا جسے میں نے اپنے مضمون کے آخر میں حضرت عمرؓ کی "اجتہادی غلطیوں" کے ذیلی عنوان کے تحت درج کیا تھا اور بتلایا تھا کہ لے دے کے یہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں آپ کا فیصلہ کتاب و سنت کی منشاء کے خلاف تھا۔ اب ادارہ منہاج نے غالباً "مسلاً" حنفی ہونے کی وجہ سے میرے مضمون کو جوں کا توں شائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور قاری عبدالحفیظ صاحب ریسرچ اسسٹنٹ نے میرے دو صفحات کے اس آرٹیکل پر چودہ صفحات کے حواشی چڑھا کر اپنی طرف سے بھرپور تردید کے ساتھ شائع فرما دیا۔ حالانکہ اگر ادارہ مذکور وسعت نظر سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام لیتے ہوئے ان حواشی کے بغیر بھی چھاپ دیتا تو بھی اس پر کچھ الزام نہ آ سکتا تھا کیونکہ کوئی بھی ادارہ یہ عبارت لکھنے کے بعد کہ "ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں" جوابدہی کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ بات ایسی ہی ضروری تھی تو الگ مضمون شائع کر دیتا۔

تطلیق ثلاثہ کا مسئلہ ایسا ہے جس پر صدر اول سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ اس مسئلہ پر فریقین کی طرف سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے بایں ہمہ یہ مسئلہ جوں کا توں قائم ہے۔ ایسے گھسے پٹے مسائل کو زیر بحث لانا میرے ذوق سے خارج ہے۔ اب چونکہ قاری صاحب مجھے اس میدان میں کھینچ لائے ہیں۔ لہٰذا اب جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں اور اس لحاظ سے میں قاری صاحب کا ممنون بھی ہوں کہ ان کے ان حواشی کی وجہ سے مجھے دوبارہ اس مسئلہ کے مطالعہ کا موقع فراہم ہو گیا۔

قاری صاحب موصوف کے حواشی کا ماحصل میرے خیال میں مندرجہ ذیل چار باتوں پر مشتمل ہے:۔

۱۔ حضرت عمرؓ کا ایک مجلس کی تین طلاقوں کو بطور تین ہی نافذ کر دینے کا فیصلہ سیاسی نہیں بلکہ شرعی بنیادوں پر استوار تھا۔

۲۔ یہ مسئلہ ایک آیت اور دو احادیث سے ثابت ہے۔

۳۔ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے بعد امت کا اس پر اجماع ہو گیا تھا۔

۴۔ اس فیصلہ پر حضرت عمرؓ کی ندامت والا قصہ بھی من گھڑت ہے۔

اعتذار

ان باتوں کا جواب دینے سے پیشتر میں اپنی ایک غلطی (مسامحت) کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں جس کی بناء پر میری عبارت میں سے صرف دو الفاظ کے چھوٹ جانے پر مطلب میں نمایاں فرق پڑ گیا۔ شائع شدہ عبارت یوں ہے "تاہم ہمیں یہ تسلیم کر لینے میں کچھ باک نہیں ہے کہ آپ (حضرت عمرؓ) کا یہ فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے خلاف تھا۔" جبکہ میرے زیر مسودہ میں اس فقرہ کے آخری الفاظ یوں تھے "کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی منشا کے خلاف تھا" جب دوسری بار مسودہ صاف کر کے لکھا تو "کی منشا" کے الفاظ درج ہونے سے رہ گئے جس سے مطلب کچھ کا کچھ بن گیا۔ شائع شدہ فقرہ سے یوں معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نعوذ باللہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے خلاف بھی فیصلہ فرما سکتے تھے۔ اور "کی منشا" کے الفاظ شامل کرنے کے بعد یہ مفہوم بنتا ہے کہ آپ کا یہ فیصلہ محض ایک اجتہادی غلطی تھی۔ اور میں نے اس مضمون کو درج بھی "اجتہادی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلطی" کے عنوان کے تحت ہی کیا تھا۔

یہ تو خیر جو ہوا سو ہوا' کہ میرے مضمون میں تو عبارت یوں چھپی تھی کہ آپ کا یہ فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ کے خلاف تھا۔ لیکن قاری صاحب موصوف نے اس مخالفت کی نسبت حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے بجائے براہ راست حضرت عمرؓ کی ذات کی طرف کر کے اسے میری طرف منسوب کر دیا اور لکھا کہ:

(کیلانی صاحب) حضرت عمرؓ پر برس پڑے اور بیک جنبش قلم انہیں مخالف کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ بھی قرار دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا۔"

انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ ہم سب کی بھول چوک' لغزشوں اور غلطیوں کو معاف فرمائے۔ آمین۔ اس اعتذار کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں:۔

۱۔ حضرت عمرؓ کا فیصلہ سیاسی تھا یا شرعی؟

اس ضمن میں قاری صاحب موصوف نے جناب مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کا ایک اقتباس درج فرمایا ہے۔ جس میں مولانا ابراہیم صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا بیک مجلس تین طلاق کو تین طلاق کے وقوع کے طور پر نافذ کرنے کا فیصلہ سیاسی نوعیت کا نہیں بلکہ شرعی بنیادوں پر تھا۔ اتمام حجت کے طور پر قاری صاحب موصوف نے یہ وضاحت بھی فرما دی کہ مولانا ابراہیم صاحب موصوف غیر مقلد ہیں۔

اس اقتباس کا جواب تو تب ہی درست سمجھا جا سکتا ہے کہ ہم کسی حنفی مقلد عالم کا ایسا ہی اقتباس پیش کر دیں جس میں یہ وضاحت موجود ہو کہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ شرعی نہیں بلکہ سیاسی اور تعزیری قسم کا تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں پیر کرم شاہ صاحب ازہری (جو مسلکاً بریلوی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے بھی رکن ہیں اور رویت ہلال کمیٹی کے بھی۔ مزید برآں ماہنامہ "ضیائے حرم" کے مدیر بھی ہیں) کا اقتباس ذیل پیش خدمت ہے:۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر پیر کرم شاہ صاحب کا تبصرہ

آپ اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:۔

"لیکن ایک خلجان ابھی تک موجود ہے۔ جس کا ازالہ از حد اہم ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب طلاق ثلاث ایک طلاق شمار کی جاتی تھی تو الناطق بالصدق و الصواب' الفارق بین الحق و الباطل' حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے برعکس حکم کیوں دیا؟ تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاحظہ فرمایا کہ لوگ طلاق ثلاث کی حرمت کو جانتے ہوئے اب اس کے عادی ہوتے چلے جا رہے ہیں تو آپ کی سیاست حکیمانہ نے ان کو اس امرِ حرام سے باز رکھنے کے لئے بطور سزا حرمت کا حکم صادر فرمایا۔ اور خلیفہ وقت کو اجازت ہے کہ جس وقت وہ یہ دیکھے کہ لوگ اللہ کی دی ہوئی سہولتوں اور رخصتوں کی قدر نہیں کر رہے اور ان سے استفادہ کرنے سے رک گئے ہیں تو بطور تعزیر انہیں ان رخصتوں اور سہولتوں سے محروم کر دے تاکہ وہ اس سے باز آ جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت امیرالمومنین نے یہ حکم نافذ کرتے ہوئے انہیں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ

فَلَوْ اَنَّا اَمْضَيْنَا عَلَيْهِمْ (کاش! ہم اس کو ان پر نافذ کر دیں) ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آپ کی رائے تھی اور امت کو فعل حرام سے باز رکھنے کے لئے یہ تعزیری اقدام اٹھایا گیا تھا۔ اس تعزیزی حکم کو صحابہ کرام نے پسند فرمایا اور اس کے مطابق فتوے دیئے۔ (مقالات علیہ ص ۲۴۱ ' ۲۴۲)

جناب پیر کرم شاہ صاحب ازہری کے اقتباس سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:۔

۱۔ دورِ فاروقی سے پہلے دورِ نبوی اور دورِ صدیقی میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جو فیصلہ کیا تھا وہ دور نبوی اور صدیقی کے تعامل کے برعکس تھا۔

۳۔ آپ کا یہ فیصلہ آپ کی سیاست حکیمانہ کا نتیجہ تھا اور آپ نے یہ فیصلہ بطور سزا صادر فرمایا تھا۔

۴۔ اس کے بعد ہی صحابہ نے بھی ایسے تعزیری فتوے دینا شروع کر دیئے تھے۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو سیاسی قرار دینے والے دیگر حضرات

ممکن ہے اس جواب کو محض الزامی سمجھا جائے جبکہ مولانا ابراہیم صاحب کسی "بزرگ دین" کا نام بھی جاننا چاہتے ہیں جس نے آپ کے اس حکم کو سیاسی قرار دیا ہو۔ کیونکہ ان کے بقول آج تک انہیں کوئی ایسی تحریر نہیں مل سکی۔ لہٰذا اب ہم ان چند بزرگان دین کا نام بتائیں گے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کی تحریریں بھی انشاء اللہ آپ کو دکھلا دیں گے۔

(۱) ہمارے خیال میں سب سے پہلے بزرگ تو خود حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ جنہوں نے فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فرما کر یہ واضح کر دیا کہ یہ ان کا اپنا حکم تھا۔ انہوں نے یہ حکم جاری کرتے وقت ہرگز یہ نہیں کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یا حدیث ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہی کسی قرآنی آیت سے آپ نے استدلال فرمایا جیسا کہ آپ نے عراق کی زمینوں کو قومی تحویل میں لیتے وقت استدلال فرمایا تھا۔ اب بتلایئے کہ ہم اسے آپ کا سیاسی اور تعزیری حکم نہ سمجھیں تو کیا سمجھیں؟ آپ کی اپنی شہادت کے بعد کسی دوسرے "بزرگ دین" کا نام گنوانے کی ضرورت تو نہیں رہ جاتی تاہم چند نام اور بھی پیش خدمت ہیں۔

(۲) مشہور حنفی امام طحاوی اپنی تصنیف درمختار ج ۲ ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں:۔

وَاِنَّہٗ کَانَ فِی الصَّدْرِ الْاَوَّلِ اِذَا اَرْسَلَ الثَّلَاثَۃَ جُمْلَۃً لَمْ یُحْکَمْ اِلَّا بِوُقُوْعِ وَاحِدَۃٍ اِلٰی زَمَنِ عُمَرَؓ ثُمَّ حَکَمَ بِوُقُوْعِ الثَّلَاثَۃِ سِیَاسَۃً لِکَثْرَتِہٖ بَیْنَ النَّاسِ

پہلے زمانہ میں تا خلافت عمرؓ جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا تو ایک ہی قرار دی جاتی پھر جب لوگ بکثرت ایسا کرنے لگے تو آپ نے سیاستاً" تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے کا حکم نافذ کر دیا۔ (بحوالہ مقالات علمیہ ص ۲۳۲)

(۳) اور امام ابن قیم تو آپ کے اس حکم کو درّۂ فاروقی سے تعبیر کرتے ہوئے "اعلام الموقعین" میں فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ) "جب لوگوں نے بے خوف ہو کر بکثرت اسے (یعنی ایک مجلس میں تین طلاق دینا) شروع کر دیا تو آپ نے بحیثیت قانون یہ حکم فرمایا کہ میں آئندہ تین طلاقوں کو تین ہی شمار کروں گا۔ یہ صرف اس لئے تھا کہ لوگ ایک ساتھ تین طلاق دینے سے باز آ جائیں۔ ورنہ پھر تین سال تک یہ حکم شرعی کیوں جاری نہ کیا؟ پس یہ حکم شرعی نہیں بلکہ قانونی حیثیت رکھتا ہے کہ لوگ ڈر جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس یہ فتویٰ گویا ایک درہ فاروقی تھا جو ایسے لوگوں کی سزا کے لئے تھا۔ نہ کہ حضرت عمرؓ نے کسی شرعی حکم کو بدل دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک" (اعلام الموقعین اردو۔ ص ۳-۴)

امام ابن قیم کے اس اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:۔

(i) حضرت عمرؓ کا یہ حکم شرعی نہیں بلکہ تعزیری تھا۔ اگر یہ حکم شرعی ہوتا تو آپ کو اسے ابتدائے خلافت سے جاری فرمانا چاہئے تھا۔

(ii) آپ نے کسی شرعی حکم کو بدلا نہیں بلکہ یہ حکم ایسے خطاء کار لوگوں کے لئے نافذ کیا جو بیک وقت تین طلاقیں دیتے تھے۔ رجوع کے سلسلہ میں شریعت نے جو رعایت دے رکھی تھی وہ آپ نے ان سے سلب کر لی۔ گویا یہ قانون وقتی تھا جو سزا کے طور پر نافذ کیا گیا تھا۔

اب موجودہ دور کے چند "بزرگان دین" کے تبصرے اور تحریریں بھی ملاحظہ فرما لیجئے:۔

(۴) سب سے پہلے تو جناب پیر کرم شاہ صاحب ازہری، مدیر ماہنامہ ضیائے حرم،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکن اسلامی نظریاتی کونسل اور رکن رویت ہلال کمیٹی کا نام ہی پیش کرنا مناسب ہے۔ جن کا اقتباس اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ اس میں آپ نے برملا اعتراف کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ سیاسی نوعیت کا تھا اور سزا کے طور پر تھا۔

(۵) مولانا عبدالحلیم صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ قاسمیہ لاہور اور صدر علمائے احناف پاکستان فرماتے ہیں:۔

"حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیاستاً" ایک مجلس کی تین طلاق کو تین تسلیم کر لیا تھا۔ یہ آپ کی سیاست تھی جس میں تبدیلی کا امکان ہے۔ چنانچہ اکثر جلیل القدر صحابہ نے اس معاملہ میں آپ سے اختلاف فرمایا ہے جو کتب احادیث میں معہ دلائل موجود ہے۔ آج تک کسی مفتی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ یہ لکھ کر دے کہ یہ فیصلہ حضور پاکؐ کا نہیں ہے۔ (ایک مجلس کی تین طلاق علمائے احناف کی نظر میں، ص ۱۵)

(۶) نومبر ۱۹۷۲ء میں احمد آباد (گجرات۔ کاٹھیا وار) میں تطلیق ثلاثہ کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ جس میں جناب مولانا شمس پیرزادہ امیر جماعت اسلامی نے ایک مقالہ پڑھا۔ اس مقالہ کے بعض مقامات کا جناب عامر عثمانی صاحب۔ مدیر ماہنامہ "تجلی" دیوبند نے تعاقب کیا۔ ان کا درج ذیل سوال و جواب ملاحظہ ہو:۔

عامر صاحب فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ حاکم وقت تھے نہ کہ قاضی۔ نیز یہ کہ ان کا فیصلہ کسی عدالت میں بطور نظیر بھی پیش نہیں ہوا تھا کیونکہ عدالت میں عدالتی نظائر کام آتے ہیں۔ حکام کے انتظامی یا سیاسی یا اصلاحی اقدامات کام نہیں آتے"

اس کے جواب میں جناب مولانا شمس پیرزادہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"سوال یہ ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کے مذکورہ فیصلہ کی حیثیت عدالتی نہیں بلکہ سیاسی اقدام کی تھی تو حضرت عمرؓ کے یکجائی تین طلاقوں کو نافذ کرنے کی جو علماء یہ توجیہ کرتے ہیں کہ اس کا نفاذ محض تعزیراً" کیا گیا تھا' ان کی یہ توجیہ کیوں غلط قرار دی جائے؟ مزید یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کا فیصلہ عدالتی نہ ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے تو صحابہ کے فتوے کہ ان کی حیثیت بھی عدالتی فیصلوں کی نہیں ہے حجت کس طرح بن سکتے ہیں؟" (مقالات علمیہ ص ۲۱۶)

دیکھا آپ نے عامر عثمانی صاحب بھی جو متعصب حنفی ہیں اور شمس پیرزادہ صاحب بھی۔ دونوں آپ کے اس فیصلہ کو شرعی کے بجائے سیاسی اور تعزیری یا انتظامی اور اصلاحی قرار دے رہے ہیں۔

(۷) اسی سیمینار کے ایک اور مقالہ نگار جناب حفیظ الرحمٰن صاحب قاسمی فاضل دیوبند فرماتے ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اگر تین طلاق سے مراد اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا ہے تو آخر دور نبوت اور دور صدیق کے تعامل کو حضرت عمرؓ نے کس مصلحت سے بدلا؟ وہ کوئی شارع اور قانون ساز تو تھے نہیں۔ پھر قانون سازی بھی ایسے مسئلے میں کہ جس میں دور رسالت اور دور ابوبکر کا تعامل موجود ہو۔ جب مسلم شریف کی روایت ابو الصہباء کے متعلق ہم کچھ عرض کرتے ہیں تو فوراً وہی اعتراض ہم سے کیا جاتا ہے ------۔ اب آپ ہمیں واضح طور سے دو ٹوک انداز میں یہ بتایئے کہ حضرت عمرؓ کے لئے دور رسالت اور دور صدیق کے تعامل کا بدلنا اس روایت سے بالکل واضح ہے۔ آخر حضرت عمرؓ نے ایسا کیوں کیا؟" (مقالات طیبہ ص ۲۰۱)

فیصلہ کی شرعی حیثیت کی تعیین میں اختلافات

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو مشروع قرار دینے والے بالعموم وہی حضرات ہیں جو کہ ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی قرار دیتے ہیں۔ اور اس حد تک تو یہ سب حضرات متفق ہیں۔ مگر اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کی تعیین میں پھر بہت سے اختلافات رونما ہوئے۔ مثلاً :-

(۱) کچھ حضرات تو تطلیق ثلاثہ اور ان کے وقوع کو ایسے ہی سنت اور جائز سمجھتے ہیں۔ جیسے کہ متفرق طور پر طلاق دینے کو جیسا کہ خود قاری عبدالحفیظ صاحب نے رسالہ منہاج مذکور کے ص ۳۰۴ پر تحریر فرمایا ہے۔

اس توجیہہ پر درج ذیل اعتراض وارد ہوتے ہیں:-

(ا) اگر بیک وقت تین طلاق دینا بھی سنت اور جائز ہے۔ تو علمائے احناف اور اسی طرح دوسرے تمام فقہاء اسے بدعی طلاق کیوں قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک چیز بیک وقت سنت بھی ہو اور بدعت بھی؟

(ب) بیک وقت تین طلاق دینے والے کو تمام علماء و فقہاء گناہ کبیرہ کا مرتکب سمجھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی سنت کے عامل یا کم از کم جائز کام کرنے والے کو گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے؟

(ج) اگر ایک مجلس کی تین طلاق بھی سنت اور جائز ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں کیا چیز نافذ فرمائی تھی۔ جو چیز پہلے ہی موجود اور نافذ ہو اسے نافذ فرمانے کا مطلب؟

(۲) دوسرا فریق اس مسئلہ کو سنت تو نہیں البتہ حضرت عمرؓ کا درست اجتہاد تسلیم کرتا ہے اس کا کہنا ہے کہ آیت اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ کا ظاہری مفہوم اگرچہ وقفوں سے طلاق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا ہی ہے تاہم یکبارگی تین طلاق دینے اور ان کے واقع ہونے کی بھی گنجائش موجود ہے۔ اس فریق کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر امت کا اجماع ہو گیا تھا۔ لہٰذا اب مزید اجتہاد و اختلاف کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

یہی وہ امور ہیں جن کا ہم آگے چل کر نہایت تفصیل سے جائزہ پیش کر رہے ہیں کہ ان حضرات کا یہ نظریہ اور یہ دعویٰ کہاں تک درست ہے۔

(۳) تیسرا گروہ آپ کے اس فیصلہ کو سیاسی، تعزیری اور وقتی سمجھتا ہے۔ جسے آج کی زبان میں آرڈیننس کہتے ہیں۔ یعنی حضرت عمرؓ نے حالات کے تقاضا کے تحت ایک سر اٹھانے والی برائی کی روک تھام کے لئے ایسے لوگوں سے خدا کی دی ہوئی سہولت کو بطور تعزیر چھین لیا تھا اور اکثر صحابہ نے اس سلسلہ میں آپ سے تعاون کے طور پر آپ کے اس فیصلہ کو قبول کر لیا جیسا کہ ابن رشد قرطبی اپنی کتاب بدایہ المجتہد میں رقم طراز ہیں کہ:۔

وَكَانَ الْجُمْهُورُ غَلَبُوْا حُكْمَ التغليظ في الطلاق سداً للذريعة وَلٰكن تبطل ذٰلك الرخصة الشرعية والرفق المقصود في قوله تعالیٰ: لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا

(بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶۶، مطبوعہ مصر، بحوالہ مقالات ص ۱۹۸)

جمہور نے سد ذریعہ کے طور پر تین طلاق کو مغلظہ مان لیا ہے حالانکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت و شفقت اور رخصت ختم ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا میں ہے۔

اس طبقہ کے کچھ وسیع النظر علماء اپنے سابقہ موقف میں زمانہ کے تقاضوں کے تحت لچک پیدا کرنے کے خواہش مند نظر آتے ہیں۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(۴) چوتھا گروہ وہ ہے جو آپ کے اس اجتہاد کو (اگر یہ اجتہاد تھا ــــ تو) درست نہیں سمجھتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نص کی موجودگی میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جب صحیح روایات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ دور نبوی، صدیقی اور فاروقی کے ابتدائی دو تین سالوں تک کا تعامل امت یہی رہا کہ تین طلاق کو تین نہیں بلکہ ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔ تو پھر کسی آیت یا روایت سے یک مجلس کی تین طلاق کے تین ہی واقع ہونے کے معنی نکالنا درست نہیں۔

اس گروہ میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو تطلیق ثلاثہ میں تین کے وقوع کے قائل نہیں۔ یہ لوگ آپ کے اس فیصلہ کو اجتہادی غلطی قرار دینے کے بجائے یہ کہنا بہتر سمجھتے ہیں کہ آپ کا یہ فیصلہ سیاسی اور تعزیری تھا۔ یہ گروہ دور فاروقی سے لے کر آج تک بلا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتفاع زمانہ موجود چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کے ایک نامور مولف محمد حسین ہیکل نے اپنی تالیف "الفاروق عمرؓ" میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"حضرت عمرؓ نے کتاب اللہ کے نص میں اجتہاد کیا تھا۔ جس کی آج ہم مخالفت کرتے ہیں۔ کیونکہ نص قرآنی کا مقصود یہ ہے کہ طلاق بالفعل ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ دینے پر واقع ہو اور شوہر کے لئے دو دفعہ رجوع کا موقع باقی رہے کیونکہ اس کے اثرات زندگی پر گہرے مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تین طلاقیں ہیں تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی کیونکہ طلاق ایک فعل ہے جسے واقع ہونا ہے۔ نہ کہ قول جسے زبان سے ادا کرنا ہے۔" (مقالات ص ۶۵)

(۵) اور پانچواں گروہ وہ ہے جو تطلیق ثلاثہ کے قائلین اور مخالفین دونوں کو درست قرار دیتے ہوئے درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں جیسا کہ مصر کی مطبوعہ کتاب "کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ" کا مصنف عبدالرحمٰن الجزیری رقم طراز ہے کہ:۔

(ترجمہ) لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس پر (یعنی تطلیق ثلاثہ کے وقوع پر) اجماع ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ بہت سے مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی ہے۔ حضرت ابن عباس بلا شبہ مجتہدین میں سے تھے جن پر دین کے معاملہ میں پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی تقلید کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور حضرت عمرؓ کی ان کی رائے کے معاملہ میں تقلید کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ آپ بھی مجتہد ہی تھے۔ رہا اکثریت کا آپ سے اتفاق کرنا تو اس سے آپ کی تقلید لازم نہیں آتی۔ ممکن ہے آپ نے لوگوں کی تعزیر کی غرض سے اسے نافذ کیا ہو جبکہ لوگ خلاف سنت طریقہ پر طلاق دے رہے تھے۔ کیونکہ سنت یہی ہے کہ مختلف اوقات میں طلاق دی جائے اور جو شخص سنت کے خلاف کرتا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ زجر کا معاملہ کیا جائے مختصر یہ کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں بلفظ واحد ایک واقع ہوتی ہے انہیں ان کا تین کہنا معقولیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ عہد رسالت' دور صدیقی اور فاروقی کے ابتدائی دو برسوں تک ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے جو اجتہاد کیا اس کی دوسروں نے مخالفت کی۔ لہٰذا مخالفت کرنے والوں کی تقلید بھی اسی طرح درست ہے جس طرح حضرت عمرؓ کی تقلید درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فروعی اعمال میں کرید کر یقینی صورت معلوم کرنے کا ہمیں مکلف نہیں بنایا ہے کیونکہ ایسا کرنا عملاً ممکن نہیں ہے۔" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۲۴۳۔۲۴۴ بحوالہ مقالات ص ۶۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ قرآنی آیت سے قاری عبدالحفیظ صاحب کا استدلال

فائے تعقیب اور ثم کی بحث

قاری صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

"جمہور اپنے اس دعویٰ میں (یعنی ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع میں) قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ:۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ ..... اس سے متصل پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو طلاقوں کا ذکر کیا ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ اس کے فوراً" بعد فَإِنْ طَلَّقَهَا والی آیت ہے یعنی طلاقیں تو دو ہی ہیں لیکن اگر کسی شخص نے دو طلاقیں دینے کے بعد فوراً" بعد نادانی کی بناء پر تیسری طلاق بھی دے دے دی تو پھر اس کی بیوی اس کے لئے حلال نہیں رہے گی جب تک کہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حرف فا کو استعمال کیا ہے جو کہ تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دو طلاقیں دینے کے فوراً" بعد اسی مجلس میں تیسری بھی دے دی و تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور اب اس کے لئے بیوی حلال نہیں۔ یہاں پر اگر حرف ثُمَّ ہوتا' جو مہلت اور تراخی کے لئے آتا ہے' پھر معنی یہ بنتے کہ ایک طہر میں ایک طلاق۔ دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق۔ اس صورت میں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوتیں۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہے۔" (منہاج مذکورہ ص ۳۰۲)

مندرجہ بالا اقتباس میں قاری صاحب موصوف کی دلیل کا سارا انحصار اس بات پر ہے کہ حرف فا " تعقیب مع الوصل " کے لئے آتا ہے۔ ہمیں اس کلیہ سے ہی اتفاق نہیں ہے کہ ہر ہر مقام پر فا تعقیب مع الوصل کے لئے ہی آتا ہو۔ ورج ذیل آیات پر غور فرما کر بتلایئے کہ یہاں فا کا حرف تعقیب مع الوصل کے لئے ہی استعمال ہوا ہے؟

(۱) قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ (۳ / ۳۱)

(۲) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۞ فَإِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا (۹۴ / ۵)

(۳) فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ ۚ فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ (۲ / ۸۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری صاحب کے بیان میں حقیقت صرف اتنی ہے کہ حرفِ فا کے چھ مختلف استعمالات میں سے ایک استعمال بطور "تعقیب مع الوصل بھی ہے اور وہ چھ استعمال یہ ہیں۔ ترتیب' "تعقیب (مع الوصل)" سبب' شرط' رابطہ اور زائدہ۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ آیت زیر بحث میں حرف فا تعقیب مع الوصل کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے یا کسی اور غرض کے لئے؟ اس مقصد کے لئے ہم اس سے پہلی آیت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس کی طرف قاری صاحب نے بھی توجہ دلائی ہے اور وہ آیت یوں ہے۔

(ترجمہ) طلاق دو بار ہے۔ پھر یا تو ان کو شائستہ طور پر اپنے نکاح میں رکھا جائے یا بھلائی کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر اگر خاوند (بیوی کو) تیسری بار طلاق دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے' پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہو گی۔

اب دیکھئے آیت مذکورہ میں فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ تین تو درکنار دو طلاقیں بھی بیک وقت دینا اس آیت کے صریح مفہوم کے خلاف ہے۔ إِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ کا تعلق پہلی طلاق کے بعد بھی ہے اور دوسری کے بعد بھی۔ اندریں صورت جو تیسری طلاق کے وقت لفظ فاء استعمال ہوا ہے وہ تعقیب مع الوصل کے لیے کیونکر ہو سکتا ہے' مخصوص اس صورت میں کہ درمیان میں خلع کے احکام بھی بیان کئے جا رہے ہیں؟ لہٰذا ہمارے خیال میں اگر فا کو تعقیب مع الوصل کیلئے قرار دینا ہی ہے تو کیوں نہ فَإِمْسَاكٌ کی فا کو ایسا قرار دیا جائے جو اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے ساتھ ہی واقع ہے۔ اتنی دور جا کر فَإِنْ طَلَّقَهَا کی فا کو تعقیب مع الوصل قرار دینے کی کوئی تک نظر نہیں آتی۔

قاری صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ "اگر فا کے بجائے ثُمَّ کا لفظ آتا تو پھر یہ معنی بنتے کہ ایک طہر میں ایک طلاق' دوسرے میں دوسری اور تیسرے میں تیسری طلاق۔ اس صورت میں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوتیں۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہے" (منہاج ص ۳۰۳)

گویا قاری صاحب موصوف کے نزدیک قرآن کی آیت کے مطابق طلاق دینے کی یہ شکل بالکل درست ہے کہ یک لخت تین طلاقیں دے کر انہیں تین ہی شمار کر لیا جائے کیونکہ حرف فا کا یہی تقاضا ہے اور یہ جو طلاق دینے کا شرعی طریقہ مشہور ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دی جائے دوسرے میں دوسری' تیسرے میں تیسری۔ تو طلاق کی یہ شکل قرآن کی آیت کی رو سے درست نہیں' کیونکہ ایسی صورت تو ثُمَّ کے لفظ کا تقاضا تھا جو یہاں استعمال نہیں ہوا۔ اب ہم یہ بتلائیں گے کہ قاری صاحب اپنی بات کی پچ میں آکر اپنے ہی مسلک کے خلاف کیا کچھ باتیں فرما گئے ہیں جس کے لئے ہمیں طلاق کی مختلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکلوں پر نگاہ ڈالنا ہوگی۔

طلاق کی مختلف شکلیں اور ان کے احکام

طلاق کی مختلف صورتوں کی وضاحت کے لیے چونکہ عدت کا تعین ضروری ہے لہٰذا پہلے عدت کے مسائل و احکام کی وضاحت کی جاتی ہے اور وہ درج ذیل ہے۔

عدت کے مسائل و احکام:۔(۱) بیوہ غیر حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے (۲/۲۳۹)
(۲) بیوہ حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے۔ سُبیعہ اسلمیہ کے ہاں خاوند کی وفات کے تقریباً ایک ماہ بعد (مختلف روایات میں یہ مدت ۲۰ دن سے ۴۰ دن تک ہے) بچہ پیدا ہوا تو رسول اللہؐ نے اسے اگلے نکاح کی اجازت دے دی۔(بخاری 'کتاب الطلاق)
(۳) غیر مدخولہ عورت خواہ وہ بیوہ ہو یا مطلقہ 'اس کی کوئی عدت نہیں۔[1] (۳۳/۴۹)
(۴) بے حیض عورت' خواہ ابھی حیض ہونا شروع ہی نہ ہوا ہو یا بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے آنا بند ہو چکا ہو 'کی عدت تین ماہ قمری ہے (۶۵/۴)
(۵) مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے (۶۵/۴)
(۶) حیض والی غیر حاملہ کی عدت تین قروء ہے (۲/۲۲۸) قرء بمعنی حیض بھی اور طہر بھی۔ احناف اس سے تین حیض مراد لیتے ہیں۔ جبکہ شوافع اور مالکیہ تین طہر مراد لیتے ہیں۔ اس فرق کو درج ذیل مثال سے سمجھئے کہ:۔

طلاق دینے کا صحیح طریق یہ ہے کہ عورت جب حیض سے فارغ ہو تو اسے طہر کے شروع میں ہی بغیر مقاربت کے طلاق دی جائے۔ اور پوری مدت گزر جانے دی جائے۔ عدت کے بعد عورت بائن ہو جائے گی۔ اب فرض کیجئے کہ ایک عورت ہندہ نامی کو ہر قمری مہینہ کی ابتدائی تین دن ماہواری آتی ہے اس کے خاوند نے اسے حیض سے فراغت کے بعد ۴ محرم کو طلاق دے دی۔ تو احناف کے نزدیک اس کی عدت تین حیض یعنی ۳ ربیع الثانی کی شام جب وہ حیض سے فارغ ہو جائے گی تو اس کی عدت ختم ہوگی۔ جبکہ شوافع اور مالکیہ کے نزدیک تیسرا حیض شروع ہونے تک اس کے تین طہر پورے ہو چکے ہوں گے۔ یعنی یکم ربیع الثانی صبح حیض شروع ہونے پر اس کی عدت ختم ہوگی۔

عدت کا مقصد: عدت کے ٹھیک ٹھیک شمار کرنے پر قرآن کریم نے خاصا زور دیا ہے ارشاد باری ہے:۔

۱۔ اس عورت کا اگر مہر مقرر ہوا ہو تو نصف مہر خاوند کو ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر حق مہر مقرر نہ ہوا ہو تو حسب استطاعت کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہیے (۲/۲۳۶-۲۳۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا۟ ٱلْعِدَّةَ ۖ

اے نبیؐ (مسلمانوں سے کہہ دو کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے لئے طلاق دو اور اس عدت کی مدت کو گنتے رہو۔

عدت کا شمار اس لئے اہم ہے کہ اس دوران اس سے نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کو واضح الفاظ میں منگنی کا پیغام بھی نہیں دیا جا سکتا۔

کوئی عورت عدت کے اندر اندر نکاح کرے تو وہ نکاح باطل ہوگا۔

عدت کا مقصد تحفظ نسب اور میراث کے تنازعات کو ختم کرنا ہے۔ عدت کے اندر اندر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حاملہ ہے یا نہیں، اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل تک ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جس عورت سے صحبت سے پہلے ہی اسے طلاق ہو جائے اس کی کچھ عدت نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں نہ نسب کے اختلاف کا کوئی امکان ہے نہ وراثت کا تنازعہ کا۔

خاوند کا حق رجوع

عدت کا عرصہ عورت کو اپنے خاوند کے ہاں گزارنے کا حکم ہے۔ کیونکہ اس دوران وہ خاوند کی زوجیت میں ہوتی ہے۔ اور عدت کے دوران خاوند کسی وقت بھی رجوع کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور اس رجوع میں وہ اپنی عورت کی مرضی کا پابند نہیں ہے۔ نکاح کے وقت عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ مگر رجوع کے لئے عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے ارشاد باری ہے:۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا نَكَحْتُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو ان عورتوں پر تمہارے لئے کچھ عدت نہیں جسے تم پوری کراؤ۔

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مطلقہ اور بیوہ عورتوں کا عدت گزارنا دراصل مردوں کے حقوق کی نگہداشت کے لئے ہوتا ہے تاکہ

(i) اگر وہ چاہیں تو عدت کے دوران کسی وقت بھی رجوع کر سکیں

(ii) ان کے نسب میں کسی قسم کے اشتباہ کی گنجائش نہ رہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(iii) وراثت کے مسائل میں الجھاؤ پیدا نہ ہو

لہٰذا عدت کے دوران مطلقہ عورت کا سکنی اور نفقہ طلاق دہندہ پر اور وفات کی صورت میں مرد کے لواحقین پر لازم قرار دیا گیا۔

طلاق کی شرائط

اس سلسلہ میں بخاری کی درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمایئے:۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ اِمْرَاتَهٗ وَ هِیَ حَائِضٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْیُرَاجِعْهَا ثُمَّ یُمْسِکْهَا حَتّٰی تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِیْضَ ثُمَّ تَطْهُرَ لَهٗ اِنْ شَاءَ اَمْسَکَ بَعْدُ وَاِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ اَنْ یَمَسَّ فَتِلْکَ الْعِدَّةُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ (بخاری، کتاب الطلاق)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانہ میں اپنی بیوی (آمنہ بنت غفار) کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا "عبداللہ کو حکم دو کہ رجوع کر لے اور حیض سے پاک ہونے تک اپنے پاس رہنے دے پھر اس کو حیض آنے دے پھر جب حیض سے پاک ہو تو اب چاہے تو اپنے پاس رکھے اور چاہے تو صحبت سے پہلے اسے طلاق دے دے اور یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول کا کہ عورتوں کو ان کی عدت کے لئے طلاق دو۔

اس حدیث سے درج ذیل باتوں کا پتہ چلتا ہے:۔

(ا) حیض کی حالت میں طلاق دینے پر آپ نے رجوع کا حکم فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا خلاف سنت اور حرام ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ حیض کی حالت میں طلاق دینا خلاف سنت اور حرام ہے تاہم طلاق واقع ہو جاتی ہے ورنہ رجوع کے حکم کا کچھ مطلب نہیں نکلتا۔

ا۔ اس طرح فقہا یہ قیاس فرماتے ہیں کہ اگرچہ بیک مجلس تین طلاق دینی خلاف سنت اور حرام ہے تاہم تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ قیاس کی حد تک تو ان کی بات درست معلوم ہوتی ہے مگر اس نص کی موجودگی میں کہ دور نبوی اور صدیقی اور فاروقی کے ابتدائی دو تین سالوں تک ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی اس قیاس کے چنداں وقعت باقی نہیں رہتی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) طلاق طہر کی حالت میں ا۔ دینا چاہیے ۔ جس میں صحبت نہ کی گئی ہو ۲۔ اور بہتر یہی ہے کہ طہر کے ابتدا ہی میں طلاق دی جائے۔

(۳) آپؐ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو طلاق کا جو طریقہ بتلایا وہ یہی ہے کہ صرف ایک طلاق ہی دیکر عدت گزرنے دی جائے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کا یہی مطلب ہے۔

اب فرض کیجئے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی اہلیہ یکم محرم سے تین محرم تک حائضہ رہتی تھیں۔ اور حضرت عبداللہ نے دو محرم کو طلاق دے دی ۔ رسول اللہؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اہلیہ کو اپنے پاس روک رکھیں اور رجوع کریں۔ یہ رجوع ۳ محرم سے آخر محرم تک والے طہر میں ہی ممکن تھا۔ اور رجوع کی وجہ سے اس طہر میں طلاق نہیں دی جا سکتی تھی۔ اب دوسری طلاق کا موقعہ ۴ صفر کو حیض کے بعد اور مقاربت سے پہلے ہی ممکن تھا۔ ۴ صفر کو دی ہوئی رجعی طلاق کی عدت تین قروء گزرنے کے بعد ہی ایک طلاق بائن ہو جاتی ہے۔ طلاق کا مسنون طریقہ یہی ہے اور اس طریقے کے دو فائدے ہیں پہلا یہ کہ عدت کے آخری وقت تک رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر بعد میں بھی فریقین رضامند ہوں تو تجدید نکاح کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

احناف کے ہاں طلاق کی اقسام

احناف کے ہاں طلاق کی تین اقسام ہیں (۱) احسن (۲) حسن (۳) بدعی (ہدایہ اولین ۔ کتاب الطلاق۔ باب طلاق السنۃ)

(۱) احسن تو یہ صورت ہے جسے ہم پہلے طلاق کی صحیح اور مسنون صورت کے تحت درج کر چکے ہیں یعنی ایک ہی طلاق دے کر عدت گزر جانے دینا۔ صحابہ کرام اسی طریق طلاق کو پسند فرماتے تھے (ابن ابی شیبہ بحوالہ تفہیم القرآن ج ۵ ص ۵۵۷)

(۲) حسن ۔ طلاق حسن یہ ہے کہ ہر طہر میں مقاربت کئے بغیر ایک طلاق دے۔ یعنی ایک طہر میں پہلی، دوسرے میں دوسری اور تیسرے میں تیسری ۔ اس صورت میں :۔

(i) رجوع کا حق صرف پہلے دو "طہروں میں رہتا ہے ' تیسری طلاق دیتے ہی حق

ا۔ غیر مدخولہ عورت کو طہر اور حیض دونوں حالتوں میں طلاق دی جا سکتی ہے۔

۲۔ بے حیض عورت کے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے اسی طرح حاملہ عورت کو بھی مباشرت کے بعد طلاق دی جا سکتی ہے کیونکہ ان تینوں صورتوں میں عدت کا کوئی مقصد مجروح یا مشکوک نہیں ہوتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع باقی نہیں رہتا۔ حالانکہ عدت ابھی تقریباً" ایک ماہ باقی رہتی ہے۔
(ii) آئندہ جب تک عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ پھر وہ دوسرا خاوند یا تو مرجائے یا اپنی مرضی سے بغیر کسی سازش یا دباؤ کے طلاق دے دے۔ زوجین کے باہمی نکاح کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

اس قسم کی طلاق کو عموماً" شرعی طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پیرکرم شاہ صاحب ازہر نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا جو طریقہ بتلایا ہے وہ یہی ہے کہ ایک ایک طلاق ہر طہر میں دی جائے۔ "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ....... الخ" (مقالات ص ۲۲۹)

ہم حیران ہیں کہ جو طریقہ خود اللہ تعالیٰ بتلائیں وہ تو حسن ہو اور احسن طریق اس کے بجائے کچھ اور ہو۔ یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

مولانا مودودی مرحوم جو غالباً" حنفی ہونے کے ناطے سے ایک مجلس کی تین طلاق ہی واقع ہونے کے شدت سے قائل نظر آتے ہیں۔ انہوں نے بھی اس طریق طلاق کو یہ تبصرہ فرمایا کہ " اس صورت میں تین طہروں میں تین طلاق دینا بھی سنت کے خلاف نہیں ہے۔" (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۵۵۷) اور نا کیہ ایسی طلاق کو بدعی مکروہ کا نام دیتے ہیں (تفہیم القرآن: ایضاً")

میری معلومات کے مطابق تین طہروں میں تین طلاقیں پوری کرنے کا طریقہ' طلاق کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ ابوداؤد میں جو حدیثِ رکانہ مذکور ہے اس کے آخر میں یہ ذکر ضرور آتا ہے کہ حضرت ابن عباس یہ رائے رکھتے تھے کہ تین طہروں میں طلاقیں دی جائیں۔ اس حدیث کے راوی بھی حضرت ابن عباس ہی ہیں جو فرماتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں تو وہ آپؐ کے پاس گئی۔ آپؐ نے رکانہ کو بلا کر پوچھا طلاق کیسے دی؟ اس نے کہا تینوں طلاقیں۔ آپؐ نے پوچھا" ایک ہی مجلس میں ؟"۔اس نے کہا "ہاں" آپؐ نے فرمایا"تو یہ ایک ہی ہوئی اگر چاہو تو رجوع کر لو" اسی حدیث کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ رائے مذکور ہے (یہ حدیث آگے تفصیل کے ساتھ زیر بحث آئے گی)

(۳) بدعی طلاق بدعی یہ ہے کہ کوئی شخص (i) بیک وقت تین طلاق دے دے (ii) یا ایک طہر کے اندر الگ الگ اوقات میں تین طلاق دے یا (iii) حالت حیض میں طلاق دے یا (iv) ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وہ مباشرت کر چکا ہو۔ ان میں سے جو فعل بھی کرے گا گنہگار ہوگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک کے ہاں طلاق کی اقسام

امام مالک کے نزدیک طلاق کی تین قسمیں ہیں (۱) طلاق السنہ (۲) بدعی مکروہ (۳) بدعی حرام۔

(۱) جس طریق طلاق کو احناف احسن کا نام دیتے ہیں مالکیہ اسی کو طلاق السنہ کہتے ہیں۔

(۲) بدعی مکروہ کی شکلیں یہ ہیں (i) ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کر چکا ہو (ii) ایک طہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دے (iii) عدت کے اندر الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں۔ یعنی وہ طلاق جسے احناف حسن کا نام دیتے ہیں۔ (iv) بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی جائیں۔

(۳) بدعی حرام یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دی جائے۔

امام احمد بن حنبل

کے ہاں طلاق کا صحیح طریقہ وہی ہے جسے احناف احسن اور مالکیہ طلاق السنہ کہتے ہیں۔ باقی سب شکلیں بدعت اور حرام ہیں ان کے ہاں بھی تین طہروں میں تین طلاق دینا بدعت اور حرام ہے (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۵۵۸)

امام شافعی

(i) تین طہر میں تین طلاق (ii) الگ طہر میں تین طلاق۔ یا (iii) بیک وقت تین طلاق کسی کو بھی خلاف سنت نہیں سمجھتے ان کے ہاں خاموش کی صورتیں یہ ہیں (i) حیض کی حالت میں طلاق دینا اور (ii) ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کر چکا ہو۔

قاری صاحب کے نزدیک طلاق کی صورت

عدت کے ان احکام و مسائل کی تفصیل کے بعد اب ہم قاری عبدالحفیظ صاحب سے مخاطب ہوتے ہیں جن کے نزدیک قرآن کی ایک آیت اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ.... فَاِنْ طَلَّقَهَا سے طلاق کی وہ قسم ثابت ہوتی ہے جس کو احناف کے علاوہ مالکیہ اور حنابلہ بھی بدعی طلاق سمجھتے ہیں

(ii) اگر فَاِنْ کی بجائے ثُمَّ ہوتا تو طلاق کی وہ قسم ثابت ہوتی جسے احناف تو حسن کہتے ہیں اور موالک بدعی مکروہ۔

(iii) اور احسن طلاق کا قرآن میں اشارہ تک نہیں ملتا وہ طریقہ وہ ہے جسے احناف تو احسن کہتے ہیں اور باقی ائمہ بھی اسے سنت کے مطابق طلاق سمجھتے ہیں۔

محکمہ دلائل ویراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یک بارگی تین طلاق کی کراہت و حرمت کے قرآنی دلائل

اگرچہ یہ بات متنازعہ فیہ نہیں ہے کہ یکبارگی تین طلاق دے دینا بدعت' حرام اور کار معصیت ہے۔ تاہم اس مسئلہ کو کتاب و سنت سے واضح کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ ہمارے علمائے احناف بجائے اس کے اس کار معصیت کی حوصلہ شکنی کریں۔ یکبارگی تین طلاق کے وقوع کو ثابت کرنے کے شوق میں اس کی بھرپور حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں ۔ لہذا ہم یہاں ایسے دلائل پیش کریں گے جن سے یہ ثابت ہو کہ اگر ایک سے زیادہ طلاقوں کا موقع بن جائے تو بھی طلاقیں متفرق طور پر ہی دینا چاہیں اور ان کے درمیان وقفہ انتہائی ضروری ہے۔

پہلی دلیل: طلاقوں کے درمیان وقفہ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے فوراً بعد فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ کے الفاظ اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ طلاقیں متفرق طور پر ہوں اور ان کے درمیان وقفہ بھی ضروری ہے۔

مقام حیرت ہے کہ علمائے احناف کو جب شوافع کی مخالفت مقصود ہوتی ہے (جو بیک وقت تین طلاق کو سنت کے خلاف نہیں سمجھتے) تو یہ حضرات تین طلاقوں میں وقفہ قرآن کی صراحت کے مطابق ضروری ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیتے ہیں ۔ اور یکبارگی تین طلاق کو حرام اور کار معصیت قرار دیتے ہیں ۔ مگر جب ان کے وقوع کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو فاء تعقیب اور ثم کے استعمال کا فرق بتلا کر بیک وقت تین طلاق کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے جاتے ہیں۔ جن نامور علمائے احناف نے طلاقوں کے درمیان وقفہ کو ضروری قرار دیا ہے ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوبکر جصاص احکام القرآن (ج ۱ ص ۳۸۰) زیر آیت الطلاق مرتان بحوالہ مقالات ص ۱۰۷
(۲) زمخشری تفسیر کشاف " " " " "
(۳) شیخ محمد تھانوی استاد مولانا اشرف علی تھانوی حاشیہ نسائی (ج ۲ ص ۲۹) بحوالہ مقالات ص ۸۷' ۱۰۸
(۴) مولانا سندھی (مطبع انصاری دہلی) " " " " "
(۵) ابوالبرکات عبداللہ احمد نسفی مدارک التنزیل (ج ۲ ص ۱۷۷) " " ص ۸۸
(۶) مولانا عبدالحق صاحب اکلیل علی مدارک التنزیل " " " " "
(۷) علامہ انور صاحب کاشمیری فیض الباری (ج ۴ ص ۳۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸) قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری زیر آیت طلاق مرتان

دوسری دلیل : آیت مذکورہ کا شان نزول

اگر ہم آیت محولہ بالا کے پس منظر یا شان نزول پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دور جاہلیت میں طلاق کی تعداد کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور ہر طلاق کے بعد مرد کو عدت کے دوران رجوع کا حق حاصل تھا۔ اس طرح مرد حضرات مظلوم عورت کو خاصا پریشان اور تنگ کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ذریعہ مردوں کے حق رجوع کو دو تک محدود کر دیا تاہم بالکل ختم نہیں کیا۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ طلاقوں کے درمیان وقفہ ہو۔ شان نزول سے متعلق درج ذیل دو احادیث ملاحظہ فرمائیے:۔

عَنْ عُرْوَةَ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ اِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثُمَّ ارْتَجَعَهَا قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا كَانَ ذٰلِكَ لَهٗ وَاِنْ طَلَّقَهَا اَلْفَ مَرَّةٍ فَعَمَدَ رَجُلٌ اِلٰى اِمْرَاَتِهٖ فَطَلَّقَهَا حَتّٰى اِذَا قَارَبَتِ انْقِضَاءَ عِدَّتِهَا رَاجَعَهَا ثُمَّ طَلَّقَهَا ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَا اٰوِيْكِ اِلَيَّ وَلَا تَحِلِّيْنَ اَبَدًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ فَاسْتَقْبَلَ النَّاسُ اَلطَّلَاقَ جَدِيْدًا مَنْ يَوْمَئِذٍ مَنْ كَانَ طَلَّقَ مِنْهُمْ اَوْ لَمْ يُطَلِّقْ

عروہ بن زبیر کہتے ہیں۔ پہلے یہ دستور تھا کہ مرد اپنی عورت کو طلاق دیتا۔ جب عدت پوری ہونے لگتی رجعت کر لیتا۔ وہ ایسا ہی کرتا اگرچہ ہزار مرتبہ طلاق دے۔ ایک شخص نے اپنی عورت کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ اس کو طلاق دی۔ جب عدت گزرنے لگی رجعت کر لی۔ پھر طلاق دے دی اور کہا "خدا کی قسم! نہ تو میں تجھے اپنے ہاں جگہ دوں گا اور نہ ہی کسی سے ملنے دوں گا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ طلاق (رجعی صرف) دو بار ہے۔ تو پہلے طہر پر اسے اپنے ہاں رکھو یا پھر اسے اچھے طریقے سے رخصت کردو۔ اس دن سے لوگوں نے از سر نو طلاق شروع کی جنہوں نے طلاق دی تھی انہوں نے بھی اور جنہوں نے نہ دی تھی انہوں نے بھی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ وَالرَّجُلُ يطلق امراته مَا شَاءَ اَنْ يُطَلِّقَهَا وَهِيَ اِمْرَاَتُهٗ اِذَا ارْتَجَعَهَا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ وَاِنْ طَلَّقَهَا مِائَةَ مَرَّةٍ اَوْ اَكْثَرَ حَتّٰى قَالَ رَجُلٌ لِاِمْرَاَتِهٖ وَاللّٰهِ لَا اُطَلِّقُكِ فَتَبِيْنِيْ مِنِّيْ وَلَا اٰوِيْكِ اَبَدًا قَالَتْ كَيْفَ ؟ قَالَ اُطَلِّقُكِ فَكُلَّمَا هَمَّتْ عِدَّتُكِ اَنْ تَنْقَضِيَ رَاجَعْتُكِ فَذَهَبَتْ اِمْرَاَةٌ حَتّٰى دَخَلَتْ عَلٰى عَائِشَةَ فَاَخْبَرَتْهَا فَسَكَتَتْ عَائِشَةُ حَتّٰى جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْهُ فَسَكَتَ النَّبِيُّ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ : اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ۔ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاسْتَاْنَفَ النَّاسُ اَلطَّلَاقَ مُسْتَقْبِلًا مَنْ كَانَ طَلَّقَ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ طَلَّقَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرد جتنی بھی طلاقیں چاہتا اپنی عورت کو دیئے جاتا اور عدت کے اندر پھر رجوع کر لیتا۔ اگرچہ وہ مرد سو بار یا اس سے بھی زیادہ طلاقیں دیتا جائے یہاں تک کہ ایک (انصاری) مرد نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ کی قسم! میں نہ تو تجھے طلاق دوں گا کہ تو مجھ سے جدا ہو سکے اور نہ ہی تجھے بساؤں گا۔ اس "عورت نے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگا' میں تجھے طلاق دوں گا تو جب تیری عدت گزرنے کے قریب ہوگی تو رجوع کر لوں گا وہ عورت یہ سن کر حضرت عائشہؓ کے پاس گئی اور اپنا یہ دکھڑا سنایا۔ حضرت عائشہؓ خاموش رہیں تا آنکہ رسول اللہؐ تشریف لائے۔ حضرت عائشہؓ نے آپ کو یہ ماجرا بتلایا تو آپؐ بھی خاموش رہے حتی کہ قرآن نازل ہوا۔ طلاق صرف دوبار ہے۔ پھر یا تو ان مطلقہ عورتوں کو ٹھیک طور پر اپنے پاس رکھو یا پھر اچھی طرح سے رخصت کردو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن سے لوگوں نے نئے سرے سے طلاق شروع کی' جس نے طلاق دی تھی اس نے بھی اور جس نے نہ دی تھی اس نے بھی۔

تیسری دلیل

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ

اور مطلقہ عورتیں تین قروء (حیض یا طہر) تک اپنے تئیں روکے رکھیں .... اور ان کے خاوند اگر اصلاح چاہیں تو ان کو اپنی زوجیت میں رکھنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت کی عدت گزرنے کے بعد بھی اپنے پہلے خاوند سے نئے نکاح کے جواز کی صورت پیش فرمائی ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی نہ دی گئی ہوں یعنی تیسری آخری طلاق سے پہلے ایک یا دو رجعی طلاقوں کے بعد یا پھر اس صورت میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا گیا ہو۔

چوتھی دلیل (آیت، ۲ : ۲۳۱)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے لگے تو یا تو انہیں بھلائی کے ساتھ اپنے پاس رکھو یا شائستہ طور پر رخصت کردو۔

اس آیت سے بھی یک مجلسی تین طلاق دینا پھر انہیں تین ہی شمار کر لینا منشائے الٰہی کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

پانچویں دلیل

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا۟ ٱلْعِدَّةَ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنۢ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ۚ لَا تَدْرِى لَعَلَّ ٱللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا

اے نبیؐ! (مسلمانوں سے کہہ دو) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے لئے طلاق دو۔۔۔ تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے بعد (بہتری یعنی رجوع کی) سبیل پیدا کر دے۔

اب دیکھئے اگر عورت کو ایک دفعہ تین طلاق دے کر پھر انہی تین ہی شمار کر لیا جائے۔ تو بہتری یا رجوع کا کوئی موقعہ باقی رہ جاتا ہے؟ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا کے الفاظ اس بات کے متقاضی ہیں۔ کہ اگر طلاق دی جائے تو رجعی ہی ہونا چاہیے۔ عدت کا شمار بھی اسی لحاظ سے سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔

چھٹی دلیل

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

پھر جب مطلقہ عورتیں اپنی میعاد (یعنی انقضائے عدت) کو پہنچ جائیں تو انہیں یا تو ٹھیک طرح اپنی زوجیت میں رکھو یا اچھی طرح سے علیحدہ کرو۔

مندرجہ بالا تمام آیات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کے بعد مرد کے حق رجوع کو بحال رکھا ہے اور دور جاہلیت کے لامحدود حق رجوع کو دو بار تک محدود کر دیا ہے۔ کتاب و سنت میں کوئی ایسی نص موجود نہیں جو مرد کے اس حق رجوع کو ساقط قرار دیتی ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غصے میں آکر یا حماقت کی وجہ سے اکٹھی تین طلاقیں دے بیٹھے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ اس سلسلہ میں ہمیں احادیث سے پوری رہنمائی مل جاتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی احادیث جو ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک واقع ہونے پر نص قطعی ہیں

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک ایسا تھا کہ جب کوئی یک بارگی تین طلاق دیتا تو وہ ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا! لوگوں نے اس کام میں جلدی کرنا شروع کیا جس میں انھیں مہلت ملی تھی۔ سو اسے کو اگر ہم نافذ کر دیں تو مناسب ہے۔ پھر انھوں نے جاری کر دیا (یعنی قانون نافذ کر دیا کہ یکبارگی کی تین طلاق فی الواقعہ تین ہی شمار ہو گی)

ابو الصہباء نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی امارت میں بھی تین سال تک تین طلاقوں کو ایک بنا دیا جاتا تھا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا "ہاں" ۱

ابوالصہباء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے کہا: ایک مسئلہ تو بتایئے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک ہی شمار نہ ہوتی تھیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا ہاں ایسا ہی تھا۔ پھر جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو لوگ اکٹھی طلاقیں دینے لگے تو حضرت عمرؓ نے انھیں لوگوں پر نافذ کر دیا۔

یہ احادیث اگرچہ تین الگ الگ ہیں مگر مضمون تقریباً ایک ہی جیسا ہے اور ان احادیث سے درج ذیل امور کا پتہ چلتا ہے:۔

(۱) دور نبوی، صدیقی اور فاروقی کے ابتدائی دو تین سالوں تک اس عرصہ میں بھی لوگ یکبارگی تین طلاق دینے کی بری عادت میں مبتلا تھے۔ اور یہ عادت دورجاہلیت سے متواتر

۱۔ نیز دیکھئے نسائی۔ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث المتفرقہ۔ ابو داؤد کتاب الطلاق باب بقیۃ نسخ المراجعۃ بعد تطلیقات الثلث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلی آرہی تھی۔ جو دور نبوی میں بھی ختم نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ دور نبوی میں ایک شخص نے یکبارگی تین طلاقیں دیں تو آپ غصہ کی وجہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری زندگی میں ہی کتاب اللہ سے یوں کھیلا جا رہا ہے؟

(۲) لوگوں کی اس بدعادت پر انہیں زجرو توبیخ تو کی جاتی تھی۔ کیونکہ یہ طریق طلاق کتاب و سنت کے خلاف تھا۔ تاہم ۱۵ھ تک عملاً یکبارگی تین طلاق کو ایک ہی قرار دیا جاتا تھا۔ اور لوگوں کو معصیت اور حماقت کے باوجود ان سے حق رجوع کو سلب نہیں کیا جاتا تھا۔

(۳) حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آپ کا فیصلہ تعزیر و تادیب کے لیے تھا۔ تاکہ لوگ اس بری عادت سے باز آجائیں۔ اور اس لحاظ سے کہ آپ نے یہ فیصلہ سرکاری اعلان کے ذریعہ نافذ کیا تھا اس کی نوعیت سیاسی بن جاتی ہے گویا یہ ایک وقتی اور عارضی قسم کا آرڈی ننس تھا۔

(۴) اگرچہ حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی شرعی بنیاد موجود ہوتی تو آپ یقیناً" استنباط کر کے لوگوں کو مطلع فرماتے۔ جیسا کہ عراق کی زمینوں کو قومی تحویل میں لیتے وقت آپ نے کیا تھا اور تمام صحابہ نے آپ کے استنباط کو درست تسلیم کر کے اس سے پورا پورا اتفاق کر لیا تھا۔ اگر آپ کسی آیت یا حدیث سے استنباط کر کے لوگوں کو مطلع کر کے یہ فیصلہ نافذ کرتے۔ تو پھر واقعی اس فیصلہ کی شرعی اور دائمی حیثیت بن سکتی تھی۔

صحیح مسلم کی مندرجہ بالا احادیث کے رجال چونکہ نہایت ثقہ ہیں اس لیے تطلیق ثلاثہ کے قائلین ان احادیث کو ضعیف یا مجروح کہنے کی جرات تو نہ کر سکے۔ البتہ ان احادیث کو اور بالخصوص ابن عباسؓ والی پہلی حدیث کو بے اثر بنانے اور اس کی افادیت کو ختم کرنے کے لئے اپنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیتے ہیں اور بہت سے اعتراضات وارد کئے ہیں جنہیں جوابات کا نام دیا جاتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ صحیح مسلم کی ایسی معتبر احادیث کی تاویلات ان حضرات کی طرف سے پیش کی گئی ہیں جو اپنے موقف کی حمایت میں ضعیف اور مجروح روایات (بالخصوص ایسی روایات جو تیسرے اور چوتھی درجہ کی کتابوں میں مذکور ہیں) پیش کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

ان اعتراضات یا جوابات کی تعداد دس تک جا پہنچی ہے۔ ان اعتراضات کو ہم ذیل میں درج کر کے ان کے جواب بھی لکھیں گے۔ یہ یاد رہے کہ ان اعتراضات یا جوابات میں سے پہلے تین جوابات ہمارے قاری عبدالحفیظ صاحب موصوف نے بھی منہاج میں پیش فرمائے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم کی ابن عباس سے مروی حدیث پر وارد شدہ اعتراضات

(1) پہلا اعتراض یہ حدیث منسوخ ہے

(منہاج ص ۳۰۹) حیرت ہے کہ حدیث تو منسوخ ہو گئی مگر اس کا دور نبوی میں بھی کسی کو پتہ نہ چل سکا' دور صدیقی میں بھی اور دور فاروقی کے ابتدائی دو تین سال تک بھی اور حدیث بھی ایسی جس کا تعلق زندگی کے ایک نہایت اہم گوشہ اور حلت و حرمت سے ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کونسی آیت یا حدیث اس حدیث کی ناسخ ہے؟ یا کیا یہ حدیث حضرت عمرؓ کے فرمان سے منسوخ ہو گئی تھی؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ تو خود فرما رہے ہیں کہ لوگوں نے اس معاملہ میں جلدی کی جس میں ان کے لئے مہلت تھی۔ تو کیا کسی منسوخ حکم میں بھی مہلت ہوا کرتی ہے؟ نیز حدیث رسولؐ کے لئے کسی کا قول ناسخ کیونکر ہو سکتا ہے؟

(2) دوسرا اعتراض یہ حکم غیر مدخولہ کا ہے

اس اعتراض کی بنیاد یہ ہے کہ ابو داؤد میں ایک حدیث اس مضمون کی بھی موجود ہے۔ (منہاج ایضاً)

جواب۔ ابو داؤد میں اس مضمون کی دو روایات ہیں اور دونوں ابو الصہباء عن ابن عباس کی سند سے مروی ہیں۔ دوسری حدیث کا مضمون بالکل وہی ہے جیسا کہ ہم نے صحیح مسلم کی حدیث نمبر دو اوپر درج کی ہے۔ یعنی تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے کا حکم ہر طرح کی مطلقہ کے لئے تھا۔ جبکہ ابو داؤد کی پہلی حدیث میں یہ صراحت ہے کہ غیر مدخول بہا عورت کی تین طلاقوں کو ایک بنایا جاتا تھا۔

اب دیکھئے تین احادیث مسلم میں ایک حدیث نسائی میں اور ایک ابو داؤد میں۔ ان پانچ احادیث میں علی الاطلاق یہ ذکر ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک بنا دیا جاتا تھا۔ اب اگر ابو داؤد والی اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو ایک عام حکم کو خاص کے تحت کیسے لایا جا سکتا ہے؟ مزید برآں یہ روایت ویسے بھی ضعیف ہے۔ امام نووی شارح صحیح مسلم نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ طاؤس سے روایت کرنے والے مجہول لوگ ہیں۔ (نووی شرح مسلم ص 478)

(3) تیسرا اعتراض اس حدیث میں کوئی حکم نہیں۔ بلکہ یہ محض اطلاع اور خبر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ اطلاع یا خبر یہ ہے کہ دور فاروقی تک لوگ صرف ایک ہی طلاق پر اکتفا کرتے تھے اور اکٹھی تین طلاقیں دینے سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ (منہاج ص ایضاً")

یہ تو جیسا دیکھ کر یہ مصرعہ فوراً" یاد آگیا کہ

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

یہ اعتراض یا تاویل یا جواب دراصل تاویل و تعبیر نہیں بلکہ صحیح معنوں میں تحریف ہے۔ جس میں حقیقت کو یکسر الٹا کر یہ توجیہ پیش کی گئی ہے۔ حدیث کے مطابق تو واقعہ یہ ہے کہ ابو الصہباء حضرت ابن عباس سے پوچھتے ہیں کہ "آپ کو معلوم ہے کہ دور نبوی، صدیقی اور فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک بنا دیا جاتا تھا؟ تو اس سوال کا جواب حضرت عبداللہ بن عباس اثبات میں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "ہاں میں جانتا ہوں"۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دی ہی نہیں جاتی تھیں تو ایک کس چیز کو بنایا جاتا تھا؟ (قاری صاحب محترم کے پیش کردہ تین جوابات ختم ہوئے۔ اب مزید "جوابات" کی تفصیل دیکھئے):۔

(4) چوتھا اعتراض۔ تین طلاق کہنے سے مراد محض ایک کی تاکید تھی

کہا یہ جاتا ہے کہ یہ حدیث الفاظ کی تکرار کے سلسلہ میں ہے۔ جیسے کوئی یوں کہے أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ، أَنْتِ طَالِقٌ۔ تو صدر اول میں دلوں کی سلامتی کے باعث لوگوں کا یہ عذر قبول کر لیا جاتا تھا۔ کہ ان کا ارادہ تو حقیقتاً" صرف ایک طلاق کا تھا۔ تین بار الفاظ محض تاکید کے لئے کہے گئے تھے۔ مگر بعد کے دور میں فریب دہی زیادہ ہو گئی جس کے باعث تاکید کا دعویٰ قبول کرنا ممکن نہ رہا لہٰذا حضرت عمرؓ نے ظاہری الفاظ اور تکرار کو ہی اصل بنیاد قرار دے کر تین طلاقوں کو نافذ کر دیا (فتح الباری ج۹) (قاری صاحب موصوف نے بھی اس "جواب" کو رسالہ مذکور کے ص ۳۰۷ پر ایک دوسرے عنوان کے تحت پیش کیا ہے اور مولانا مودودی بھی اس تاویل کو پسند فرماتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ایضاً")

یہ جواب اس لئے غلط ہے کہ شرعی فیصلے تو ہمیشہ ظاہر پر ہی ہوا کرتے ہیں۔ دور نبوی میں یہی دستور تھا خلفائے راشدین کے دور میں یہی دستور تھا اور آج کی عدالتوں میں بھی یہی دستور ہے۔ باطن یا نیت کے مطابق فیصلے کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ بندوں کا نہیں۔ اگر حضرت عمرؓ نے ظاہر پر فیصلہ کا مدار رکھا تو یہ اصولاً" کوئی نیا کام نہیں تھا۔ حالانکہ وہ خود اعتراف فرما رہے ہیں۔ کہ انہوں نے کچھ نیا کام کیا تھا جو دور نبوی اور صدیقی کے تعامل کے برعکس تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تین طلاقوں کو ایک بنانے کا حکم مستقل قائم بالذات تھا۔ بالخصوص ایسے معاملات میں لوگوں کی نیتوں کو ٹٹولا نہیں جاتا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(5) پانچواں اعتراض یہ حدیث غیر مشہور ہے

کہا جاتا ہے کہ معاملہ اس قدر اہم ہو اور روایت صرف اکیلے ابن عباس ہی کریں۔ یہ بات قابل تعجب ہے۔ یہ اعتراض ابن رشد قرطبی نے اٹھایا پھر خود ہی یہ کہہ کر اس کی تردید کر دی کہ محض اس وجہ سے کسی حکم کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

امام محمد بن اسماعیل یمنی صنعانی شارح بلوغ المرام نے اپنی تالیف سبل السلام (ج 2 ص 114) پر اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ "کتنے ہی ایسے مسائل ہیں جو صرف ایک راوی ہونے کے باوجود قبول کر لئے گئے ہیں۔ تو پھر ابن عباسؓ کی روایت کو' جو حبرالامہ ہیں' کیوں قبول نہیں کیا جا سکتا؟

(6) چھٹا اعتراض حدیث موقوف ہے

کہا یہ جاتا ہے کہ اس حدیث میں کہیں یہ تصریح نہیں کہ رسولؐ اللہ کو بھی اس بات کا علم تھا کہ مسلمان لوگ تین طلاقوں کو ایک بنا رہے ہیں۔ دلیل تو تب بن سکتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوتا اور آپ اسے نہ روکتے۔

اس اعتراض کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ دیا ہے کہ "صحابی جب یہ کہے کہ ہم رسولؐ اللہ کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے تو یہ مرفوع کا حکم رکھتا ہے اور ایسے معاملات کو اس بات پر محمول سمجھا جاتا ہے کہ رسولؐ اللہ کو ایسے معاملات کا' خواہ یہ چھوٹے ہوں یا بڑے' علم ہوتا تھا اور آپ نے انہیں برقرار رکھا۔"

علاوہ ازیں معترضین کے اعتراض کی رو سے صورتحال یوں بنتی ہے کہ دور نبوی میں مسلمان ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک بنا کر اسے رجعی قرار دے لیا کرتے تھے۔ حالانکہ حقیقتاً" وہ تین ہی پڑ جاتی تھیں اور عورت فی الواقعہ طلاق دینے والے پر حرام ہو جاتی تھی۔ اور رسولؐ اللہ کے علم میں یہ بات نہ آئی تھی نہ لائی گئی تھی۔ اس طرح آپ کی زندگی ہی میں نعوذ باللہ زنا ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ بھی خاموش دیکھتا رہا اور اس کا رسول بھی؟

(7) ساتواں اعتراض۔ راوی کا فتویٰ روایت کے خلاف ہے

کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل اور فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ خصوصاً" حضرت عبداللہ بن عباس کا بھی جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔

(i) اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ

اِنَّ الْاِعْتِبَارَ لِرِوَایَۃِ الرَّاوِیْ لَا بِرَأْیِہٖ یعنی راوی کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے کا۔ اور اس قاعدہ کی بنیاد یہ ہے کہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

(ii) تمام صحابہ کا عمل اس حدیث کے خلاف نہیں۔ بعض صحابہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک ہی واقع ہونے کے قائل رہے۔ بعض صحابہ حالات کا لحاظ رکھ کر دونوں طرح کے فتوے دیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ انہی میں سے تھے۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے) آپ کا فتویٰ جو ابو داؤد میں مذکور ہے وہ یہی ہے کہ آپ یکبارگی تین طلاق کو ایک ہی تصور فرماتے تھے۔ فتویٰ کی عبارت یوں ہے۔

إِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا بِفَمٍ وَاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ جب کسی نے (اپنی بیوی سے) ایک ہی وقت میں تین طلاق کہا۔ تو یہ ایک (ابو داؤد کتاب الطلاق۔ باب نسخ المراجعۃ) ہی ہو گی۔

(8) آٹھواں اعتراض۔ یہ حدیث بخاری میں کیوں مذکور نہیں

کہا یہ جاتا ہے کہ اگر یہ حدیث فی الواقعہ قابل اعتماد ہوتی تو امام بخاری بھی اسے اپنی بخاری میں درج فرماتے۔

جواب (i) امام بخاری نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ انہوں نے تمام صحیح احادیث کو اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض تو محض ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی بات ہے۔

(ii) امت مسلمہ نے بخاری و مسلم دونوں کتابوں کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اسی لئے انہیں صحیحین کا نام دیا گیا ہے (لہٰذا اس کی حیثیت اعتراض برائے اعتراض سے بڑھ کر کچھ نہیں۔)

(iii) اگر معترض حضرات کے نزدیک مسلم بخاری کے درجہ میں کمتر درجہ کی کتاب ہے۔ تو کیا اس مسئلہ کی طرح آپ دیگر مفردات مسلم کو بھی ایسے اعتراض کا نشانہ بنانے کے لئے تیار ہیں۔؟

(9) سنت کی مخالفت اور حضرت عمرؓ

اعتراض یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سنت کی مخالفت کی۔

جواب: اگر آپ کے اس فیصلے کو شرعی اور دائمی کے بجائے تعزیری اور عارضی تسلیم کر لیا جائے تو یہ اعتراض از خود ختم ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت ہے بھی یہی۔ اور یہ مشکل تو ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے اماموں کے قیاس کو درست قرار دینے کی خاطر حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کو شرعی اور دائمی ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

خلیفہ وقت کو مصالح امت کی خاطر شریعت کی رعایتوں کو سلب کرنے یا از خود کوئی تعزیر تجویز کرنے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں جن کے تحت وہ تعزیری یا عارضی قسم کے قوانین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نافذ کر سکتے ہیں۔ انہی اختیارات کو بروئے کار لا کر آپ نے نہ صرف یہ کہ یکبارگی تین طلاق کے نفاذ کا قانون نافذ کیا بلکہ ایسے طلاق دہندہ کو آپ سزا بھی دیتے تھے۔ انہی اختیارات کی رو سے آپ شراب کی دکانوں اور شراب کشید کرنے والی بھٹیوں کو آگ بھی لگا دیا کرتے تھے۔

(10) دسواں اعتراض اجماع امت؟

یہ دراصل اعتراض یا جواب یا تاویل و تعبیر نہیں بلکہ ایک اپیل ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے بعد اس پر امت کا اجماع ہو گیا تھا۔ لہٰذا اب کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کے خلاف عمل کرے۔

جواب۔ اس مزعومہ اجماع کی حقیقت ـــــــ جس کا ہمارے قاری عبدالحفیظ صاحب نے بھی ذکر فرمایا ہے ـــــــ ہم آگے چل کر نہایت تفصیل سے پیش کر رہے ہیں۔

(4) حدیث رکانہ (مسند احمد) اور اس پر اعتراضات

مانعین تطلیق ثلاثہ کی طرف سے مسلم کی تین احادیث کے بعد چوتھی حدیث "حدیث رکانہ" پیش کی جاتی ہے۔ جس کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ حَدَّثَنِي دَاوُدُ الْحُصَيْنُ عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيدَ أَخُو بَنِي مُطَّلِبٍ إِمْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيدًا فَقَالَ فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا؟ قَالَ: طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ نَعَمْ! قَالَ إِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ. قَالَ فَرَجَعَهَا فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَى إِنَّمَا الطَّلَاقُ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ (مسند احمد، ج ۱، ص ۲۶۵)

عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید بنو مطلب کے بھائی نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس کی جدائی کا بہت غم ہوا۔ رکانہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے طلاق کیسے دی تھی؟ رکانہ نے کہا "میں تو تین طلاق دے چکا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کیا ایک ہی مجلس میں؟ رکانہ نے کہا "ہاں ایک ہی مجلس میں"۔ آپؐ نے فرمایا (تو یہ ایک ہی ہوئی۔ اگر چاہو تو رجوع کر لو۔" ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر رکانہ نے رجوع کر لیا۔ اس حدیث کی روشنی میں ابن عباس کی طلاق کے متعلق یہ رائے تھی کہ تین طلاق ایک ساتھ نہیں بلکہ ہر طہر میں الگ الگ ہونی چاہئے۔

احادیث مسلم کی طرح اس حدیث پر کئی اعتراضات کئے گئے ہیں۔ جن میں چار قابل ذکر اعتراضات درج ذیل ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا اعتراض

اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق اور ان کے استاد کے متعلق علمائے جرح و تعدیل کا اختلاف ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی۔

جواب:۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ اسی سند سے کئی احکام میں احتجاج کیا گیا ہے جیسے رسول اللہ کا اپنی بیٹی زینب کو اپنے پہلے نکاح کی بناء پر چھ سال بعد اس کے خاوند ابو العاص بن ربیع کے ایمان لانے پر اسے لوٹانا (یہ حدیث ترمذی میں مذکور ہے۔ باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدھما) تو جب دوسرے مسائل میں اسی سند سے احتجاج کیا جا سکتا ہے۔ تو آخر اس مسئلہ میں کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

دوسرا اعتراض

یہ حدیث ابو داؤد میں بھی مذکور ہے۔ اس میں تین طلاق کے بجائے "طلاق البتہ" کے الفاظ ہیں۔ ممکن ہے راوی نے طلاق البتہ سے تین طلاقیں سمجھ لی ہوں اور اپنی سمجھ کے مطابق بیان کر دیا ہو۔

جواب:۔ ابو داؤد میں اس سے ملتے جلتے ایک کے بجائے دو واقعات مذکور ہیں۔ اب چونکہ ان تینوں احادیث میں لفظ رکانہ موجود ہے لہٰذا خواہ مخواہ خلط مبحث سے اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ابو داؤد میں جو دو احادیث ہیں وہ بھی الگ الگ واقع ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(i) راوی نافع بن عجیر ـــــ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی۔

(ii) راوی ابن جریج ـــــ ابو رکانہ نے ام رکانہ کو تین طلاقیں دیں۔

ابو داؤد پہلی روایت کو بہتر قرار دیتے ہیں۔ لیکن ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق یہ دونوں ہی ضعیف ہیں فرق صرف یہ ہے کہ پہلی ضعیف ہے اور دوسری ضعیف تر۔

رہی مسند احمد میں مندرج حدیث رکانہ تو وہ اسناد کے لحاظ سے ان دونوں سے بہت قوی ہے اور اس کی سند بھی بالکل الگ ہے۔

تیسرا اعتراض

اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عباس ہیں۔ جن کا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے۔ اس اعتراض کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ مختصراً یہ کہ راوی کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس کے فتویٰ کا۔

چوتھا اعتراض

یہ مذہب شاذ ہے۔ اس لئے اس پر عمل نہ ہو گا۔ دوسرے الفاظ میں یہ اعتراض یوں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے۔ جس پر اتفاق ہے۔ اس شاذ مذہب یا جمہور کے اجماع اتفاق پر تو ہم آگے چل کر تفصیل سے بحث کر ہی رہے ہیں۔

تطلیق ثلاثہ کے ثبوت میں قاری صاحب کی پیش کردہ دو احادیث

پہلی حدیث لعان کے بعد کی طلاقیں

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ: طَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْفَذَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ابو داود ج' ص ۳۰۶۔ طبع کانپور)

حضرت عویمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور آپؐ نے انہیں نافذ کر دیا (اس حدیث میں عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اور فَأَنْفَذَهُ کے الفاظ قابل غور ہیں۔" (منہاج مذکورہ ص ۳۰۴)

یہ روایت نقل کرنے کے بعد قاری عبدالحفیظ صاحب فرماتے ہیں کہ "اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن عیاض بن عبداللہ الفہری پر بعض حضرات نے ضعف کا حکم لگایا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعد ازاں قاری صاحب اس روایت کے رواۃ کو ثقہ تسلیم کرانے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور تان یہاں آ کر ٹوٹتی ہے کہ امام خطابی کی تصریح کے مطابق ابو داؤد کی کتاب موضوع وغیرہ سے بالکل خالی ہے اور ان جملہ قسموں (موضوع' مجہول' ضعیف) سے مبرا ہے" (عمدہ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث ص ۱۹) (منہاج ص ۳۰۵)

اب دیکھئے اگر قاری صاحب موصوف یا خطابی صاحب کی سنن ابی داؤد کے متعلق یہ بات درست تسلیم کر لی جائے تو درج ذیل سوالوں کا کیا جواب ہو گا۔

(۱) صحت کے لحاظ سے ابو داؤد کو دوسرے درجہ کی کتابوں میں کیوں شمار کیا جاتا ہے؟

(۲) عویمر عجلانی کا واقعہ بلا مبالغہ صحیحین میں بیسیوں مقامات میں مذکور ہے۔ لیکن فَأَنْفَذَهُ کا لفظ جس پر قاری صاحب کی دلیل کا سارا دارومدار ہے۔ آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

(۳) اگر ابو داؤد اتنی صحیح کتاب ہے تو پھر آپ کو ابو داؤد کی یہ حدیث بھی تسلیم کر لینا چاہئے جس میں مذکور ہے کہ ابو رکانہ نے ام رکانہ کو تین طلاقیں دیں اور نئی بیوی سے نکاح کر لیا۔ ام رکانہ نے رسول اللہ سے شکایت کی تو آپؐ نے ابو رکانہ کو بلا کر کہا کہ ام رکانہ سے رجوع کر لو۔" ابو رکانہ نے کہا میں تو تین طلاق دے چکا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا "میں جانتا ہوں۔ رجوع کر لو"۔ (ابو داؤد۔ کتاب الطلاق۔ باب نسخ المراجعۃ ۔ ۔ ۔ ۔)

اگر قاری صاحب ابو داؤد کی یہ حدیث بھی ضعیف مجہول اور موضوع سے پاک تسلیم فرما لیں تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث بھی یکبارگی تین طلاق کے ایک واقع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے میں نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔

(۴) اگر فی الواقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکبارگی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا تھا تو اتنی مدت بعد حضرت عمرؓ نے کیا چیز نافذ کی تھی؟ جس کے متعلق وہ خود فرما رہے ہیں کہ لَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ

امام ابن تیمیہ کا فتویٰ

اس قسم کی حدیثوں کے متعلق امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وَلَمْ يَنْقُلْ اَحَدٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِسْنَادٍ مَنْقُولٍ اَنَّ اَحَدًا طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَلْزَمَهُ الثَّلَاثَ بَلْ رُوِيَ فِيْ ذٰلِكَ اَحَادِيْثُ كُلُّهَا بِاتِّفَاقِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَلٰكِنْ جَاءَ فِيْ حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ اَنَّ فُلَانًا طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا اَيْ مُتَفَرِّقَةً

کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسناد کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ نقل نہیں کیا ہے کہ کسی شخص نے بیک کلمہ تین طلاقیں دی ہوں اور آپؐ نے ان تین طلاقوں کو لازم کر دیا ہو بلکہ اس سلسلہ میں جو حدیثیں بھی مروی ہیں وہ باتفاق اہل علم جھوٹی ہیں۔ ہاں احادیث صحیحہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے متفرق طور پر تین طلاقیں دی تھیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ص ۸۸ بحوالہ مقالات ص ۲۱۳)

دوسری حدیث لعان کے بعد کی طلاقیں

قاری صاحب موصوف نے جو دوسری حدیث پیش فرمائی وہ بھی عویمر عجلانی کے لعان والے واقعہ سے متعلق ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ یوں ہیں۔

قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّاْمُرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری مسلم ۔ السنن الکبریٰ)

حضرت عویمر نے آنحضرتؐ کے سامنے لعان کرنے کے بعد آپ کے فیصلہ کرنے سے قبل یہ کہا کہ اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ باندھا تھا۔ لہٰذا عویمر نے فوراً آپ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں (منہاج ص ۳۰۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھئے میاں بیوی کے درمیان جدائی کی پانچ اقسام ہیں: (۱) ایلاء (۲) ظہار (۳) طلاق (۴) خُلع اور (۵) لعان۔ ان سب میں سے سخت اور شدید تر قسم لعان ہے۔ لہٰذا جدائی کی یہ قسم مرد کے ایک یا تین طلاقیں دینے کی قطعاً محتاج نہیں۔ اور حضرت عویمر عجلانیؓ نے تین طلاق کے الفاظ کہہ کر محض اپنے دل کی حسرت مٹائی تھی کیونکہ لعان سے جو دائمی جدائی ہوتی ہے وہ طلاق مغلظہ سے بھی شدید تر ہوتی ہے (بخاری کتاب الطلاق۔ باب التفریق بین المتلاعنین) اس بات میں تو اختلاف کیا جا سکتا ہے کہ یہ جدائی لعان کے فوراً بعد از خود ہی مؤثر ہوتی ہے یا قاضی کے فیصلہ کی بھی محتاج ہے۔ جیسا کہ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر سے فرمایا تھا کہ لَا سَبِیْلَ لَکَ عَلَیْهَا (اب تمہارا اس عورت سے کوئی سروکار نہیں) لیکن اس بات میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں کہ اس موقعہ پر مرد کا طلاقیں دینا ایک عبث اور زائد از ضرورت فعل ہے۔ ۔ ۔ ۔ دور نبوی میں عویمر عجلانی کے علاوہ لعان کا ایک اور واقعہ بھی ہوا تھا۔ ہلال بن امیہ اور اس کی بیوی نے آکر آپ کے سامنے لعان کیا اور قسمیں کھائیں تو ہلال بن امیہ کے طلاق یا طلاقیں دینے کے بغیر ہی مکمل جدائی ہو گئی (بخاری کتاب الطلاق۔ باب یبداء الرجل بالتلاعن)

لعان۔ جدائی کی شدید تر قسم

اب ہم یہ وضاحت کریں گے کہ لعان کن کن امور میں طلاق سے شدید تر ہوتا ہے۔

(۱) احسن طلاق یا طلاق السنہ (صرف ایک طلاق دے کر پوری عدت گزر جانے دینا) کے بعد زوجین آپس میں تجدید نکاح کے ذریعہ پھر اکٹھے ہو سکتے ہیں اور تین طلاق یا طلاق مغلظہ کے بعد حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ کی شرط ٹھیک طور پر پوری ہونے پر سابقہ زوجین پھر نکاح کر سکتے ہیں۔ مگر لعان کے ذریعہ جدائی اتنی سخت ہوتی ہے کہ بعد میں ان کے اکٹھے ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی (موطا امام مالک کتاب الطلاق۔ باب جامع الطلاق)

(۲) طلاق کے بعد عورت متعہ کی حقدار ہوتی ہے لیکن لعان کی صورت میں اسے متعہ نہیں ملے گا (بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب المتعہ انتہی)

(۳) طلاق کے بعد نومولود (اگر کوئی ہو تو) کا نسب باپ سے چلتا ہے۔ لعان کی صورت میں یہ نسب ماں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (بخاری کتاب الطلاق۔ باب یلحق الولد بالملاعنۃ۔ ۔ ۔ ۔)

(۴) طلاق کی صورت میں نومولود (اگر کوئی ہو تو) والد کا وارث ہوتا ہے۔ لیکن لعان کی صورت میں بچہ ماں کا وارث، ماں بچے کی وارث ہوتی ہے۔ ماں کے خاوند سے نومولود کا یا اس کی ماں کا کسی قسم کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ (بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب التلاعن فی المسجد)

انہی وجوہ کی بناء پر علمائے احناف نے بھی حضرت عویمرؓ کے تین طلاق کہنے سے تطلیق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثلاثہ کے جواز پر احتجاج نہیں کیا۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر حضرت عویمرؓ کا یہ فعل عبث تھا تو آپؐ خاموش کیوں رہے؟ اس کے دو عدد جوابات ممتاز حنفی عالم شمس الائمہ سرخسی کی زبانی سنئے جو انہوں نے اپنی تالیف "مبسوط" میں بیان فرمائے ہیں:۔

(i) "رسول اللہ نے حضرت عویمرؓ کو ٹوکا نہیں تو یہ بات شفقت کی بناء پر تھی۔ کیونکہ یہ ممکن تھا کہ شدت غضب کی بناء پر وہ آپؐ کی بات قبول نہ کر پاتے اور کافر ہو جاتے۔ اس لئے رسولؐ اللہ نے دوسرے وقت کے لئے ٹوکنے کو مؤخر کر دیا۔ اور اتنا اسی وقت فرما دیا کہ " لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا " یعنی تجھے اب اس عورت پر کچھ اختیار نہیں رہا۔"

(ii) "یا یہ بات ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا اس لئے مکروہ ہے کہ تلافی کا دروازہ بلا ضرورت بند ہوتا ہے اور حضرت عویمرؓ کے معاملہ میں یہ بات موجود نہیں۔ کیونکہ لعان کرنے والے جب لعان پر مصر ہوں تو تلافی کا دروازہ یوں بند ہوتا ہے کہ پھر کبھی کھل نہیں سکتا اور عویمرؓ اس بات پر مصر تھے۔" (مقالات ص ۱۴۷)

مجوزین تطلیق ثلاثہ کے مزید دلائل

جہاں تک قاری صاحب کی پیش کردہ دو احادیث کا تعلق تھا تو ان کا جواب ہو چکا۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان تمام احادیث کا بھی جائزہ لے لیا جائے جو تطلیق ثلاثہ کے واقع ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہیں تاکہ مسئلہ زیر بحث کے سب پہلو سامنے آ جائیں۔

تیسری حدیث

فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ

طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا فَلَمْ يَجْعَلْ رَسُولُ اللَّهِ سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً

مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے (میرے شوہر کے ذمہ) نہ رہائش رکھی اور نہ نفقہ۔

اس حدیث سے استدلال یوں کیا جاتا ہے کہ اگر تین طلاق ایک ہی رجعی طلاق شمار ہوتی تو یقیناً سکنی اور نفقہ شوہر کے ذمہ ہوتا۔ شوہر کے سکنی اور نفقہ سے سبکدوش ہونے کی ممکن صورت ہی یہ ہے کہ تین طلاقوں کو تین ہی (یعنی مغلظ) قرار دیا جائے۔

جواب (i) یہ استدلال اس لئے مبہم ہے کہ "ثلاثا" کے لفظ سے قطعاً یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ تین طلاقیں متفرق اوقات میں دی گئی تھیں یا ایک ہی مجلس میں؟

(ii) مزید برآں مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ یہ تیسری اور آخری طلاق تھی جو فاطمہ بنت قیس کے شوہر عمرو بن حفص نے دی تھی۔ اس روایت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آخری الفاظ یوں ہیں۔ طَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ (مسلم۔ کتاب الطلاق۔ باب المطلقہ البائن لانفقہ لھا) یعنی عمرو بن حفص نے آخری تیسری طلاق دی تھی (iii) اور مسلم ہی کی ایک اور روایت کے آخری الفاظ یوں ہیں:۔ فَأَرْسَلَ إِلَى امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ كَانَتْ بَقِيَتْ مِنْ طَلَاقِهَا (مسلم ایضاً) یعنی عمرو بن حفص نے فاطمہ بنت قیس کو وہ طلاق بھیجی جو ابھی باقی تھی (یعنی تیسری یا آخری)

ان وجوہ کی بناء پر اس واقعہ سے استدلال قطعاً" درست نہیں۔

چوتھی حدیث "رفاعہ قرظی کا قصہ"

رفاعہ قرظی سے متعلق ہے رفاعہ کی بیوی آپؐ کے پاس آکر کہنے لگی کہ رفاعہ نے مجھے طلاق بتہ دی اور میں نے عبدالرحمان بن زبیر سے نکاح کیا۔ مگر وہ تو کچھ بھی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا (شاید تم رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو۔ یہ ناممکن ہے تاآنکہ تم دونوں ایک دوسرے کا مزہ نہ چکھ لو۔" (بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب من اجاز الطلاق الثلاث)

اس حدیث سے لفظ بتہ سے اکٹھی تین طلاق کی گنجائش پیدا کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ استدلال بھی مبہم ہے کیونکہ بتہ اور آخری یا تیسری طلاق سب کا مفہوم ایک ہے۔ تو جس طرح حدیث سابق میں تیسری کا لفظ مبہم تھا بعینہ اسی طرح یہاں بھی مبہم ہے۔ مزید برآں اس کی تفصیل بخاری ہی میں کتابُ الادب میں موجود ہے جو یہ ہے کہ

إِنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ زَبِيْرٍ

وہ رفاعہ کی بیوی تھی رفاعہ نے اسے آخری تیسری طلاق بھی دے دی تو اس کے بعد اس سے عبدالرحمٰن بن زبیر نے نکاح کر لیا۔ (بخاری : کتاب الادب)

پانچویں حدیث حضرت عبداللہ بن عمر کا طلاق دینا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دینے سے متعلق ہے۔ مرفوع احادیث میں تو اتنا ہی مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ سے اس طلاق کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت عبداللہ کو رجوع کا حکم دیا اور طلاق دینے کا صحیح طریق بتلایا۔ قائلین تطلیق ثلاثہ کا احتجاج اس واقعہ سے متعلق نہیں بلکہ حضرت عبداللہ کے اس فتویٰ سے متعلق ہے جو انہوں نے کسی سائل کے جواب میں دیا اور وہ بخاری میں یوں مذکور ہے۔ "اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو بار طلاق دی ہے تو یہ وہ صورت ہے جس میں رسول اللہ نے مجھے رجعت کا حکم دیا اور اگر تم نے تین طلاقیں دے دیں تو تم پر بیوی حرام ہو گئی جب تک وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح نہ کر لے اور تم نے اپنی بیوی کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق دینے کے سلسلہ میں نافرمانی کی۔"

جواب: یہ اثر بھی مبہم ہے کیونکہ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا سے مراد تین دفعہ کی طلاق ہی ہو سکتی ہے اور اللہ کی نافرمانی کا تعلق حالت حیض میں طلاق دینے سے ہے کیونکہ ان کا اپنا واقعۂ معصیت حالت حیض میں طلاق دینے سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فتویٰ کی مزید وضاحت مصنف ابن ابی شیبہ' دار قطنی اور طبرانی میں جیسے مرقوم ہے اس نے آپ کے اس اثر کو مرفوع حدیث کا درجہ عطا کر دیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

" قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا أَكَانَ يَحِلُّ لِيْ أَنْ أُرَاجِعَهَا قَالَ لَا كَانَتْ تَبِيْنُ مِنْكَ وَ كَانَتْ مَعْصِيَةً"

(ابن عمر کہتے ہیں) میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! اگر میں تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لئے رجوع حلال ہوتا؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں۔ وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور (تیرا ایک ہی دفعہ تین طلاق دینا) گناہ کا کام ہوتا۔

یہ اثر اگر صحیح ثابت ہو جاتا تو قطع نزاع کے کام آ سکتا تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ اثر انتہائی مجروح ہے۔ کیونکہ یہ حدیث درج کرنے کے بعد امام بیہقی نے خود لکھا ہے کہ اس ٹکڑے کا راوی شعیب ہے جس میں محدثین نے کلام کیا ہے۔ دوسرا راوی رُزیق ہے جو ضعیف ہے۔ تیسرا عطا خراسانی ہے جسے امام بخاری نے شیعہ اور ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے۔ سعید بن مسیب اسے جھوٹا بتلاتے ہیں۔

اب اس اثر کے بالکل برعکس ایک روایت تفسیر قرطبی میں یوں ہے کہ:۔

"عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور یہ تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوئی۔" (تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۲۹ بحوالہ مقالات ص ۱۴۴)

چھٹی حدیث "میری موجودگی میں کتاب اللہ سے مذاق"؟

نسائی کی وہ حدیث ہے جس کا میں نے اپنی طرف سے اجمالی طور پر مفہوم بیان کیا تھا۔ حدیث کا متن یا اس کا ترجمہ یا حوالہ کچھ بھی درج نہیں کیا گیا۔ اور وہ اجمالی ذکر یہ تھا کہ رسول اللہ کی زندگی میں ہی ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالیں تو آپ غصہ کی وجہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا "میری موجودگی میں کتاب اللہ سے کھیلا جا رہا ہے" اس کے بعد میں نے لکھا تھا "تاہم آپ نے ایک ہی طلاق شمار کی۔" قاری صاحب موصوف نے تعاقب کرتے ہوئے اس فقرہ کے متعلق فرمایا ہے کہ "کیلانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب نے یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھایا ہے اس لئے کہ حدیث میں ایسے کوئی الفاظ نہیں جن سے معلوم ہو کہ آپ نے ان کو ایک ہی شمار کیا۔" ۔منہاج ص ۳۱۲)

مجھے یہ تسلیم ہے کہ فی الواقع نسائی والی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر قاری صاحب کا اعتراض اس صورت میں درست ہوتا اگر میں نسائی کی حدیث درج کر کے ترجمہ میں یہ اضافہ کر دیتا یا صرف ایسا اضافہ شدہ ترجمہ ہی لکھ کر نسائی کا حوالہ درج کر دیتا جبکہ متنازعہ فقرہ نسائی کی حدیث میں اضافہ نہیں بلکہ اس کی بنیاد درج ذیل امور ہیں:۔

(۱) مسلم کی تین احادیث کے مطابق دور نبوی میں اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔

(۲) نسائی ہی کی روایت کے مطابق آپؐ اکٹھی تین طلاق دینے پر اس قدر برا فروختہ ہوئے کہ شدت غضب سے اٹھ کھڑے ہو گئے اور فرمایا (میری موجودگی ہی میں کتاب اللہ سے یوں کھیلا جا رہا ہے) آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر ایک صحابی آپؐ سے اذن چاہتا ہے کہ "یا رسولؐ اللہ میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں۔"

ان حالات میں عقل یہ باور نہیں کرتی کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود ان تین طلاقوں کو تین ہی رہنے دیا ہو۔ اس کے برعکس جناب قاری صاحب فرماتے ہیں کہ

"آپ نے اس ناراضگی کے باوجود ان تین طلاقوں کو اس پر نافذ کر دیا تھا۔ چنانچہ محمود بن لبید کی اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن قیم لکھتے ہیں کہ

فَلَمْ يَرُدَّهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَلْ اَمْضَاهُ كَذَا فِيْ حَدِيْثِ عُوَيْمِرِ الْعَجْلَانِيِّ فِي اللِّعَانِ حَيْثُ اَمْضٰى طَلَاقَهُ الثَّلَاثَ وَلَمْ يَرُدَّهُ (تہذیب سنن ابی داؤد ص ۱۲۹ ج ۲ بحوالہ عمدۃ الاثاث)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو رد نہیں کیا بلکہ ان کو نافذ کر دیا در جیسا کہ عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس کی تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا اور رد نہیں کیا تھا" (منہاج مذکور ص ۳۱۲)

امام ابن قیم کے حوالہ سے درج کردہ قاری عبدالحفیظ صاحب کی یہ روایت کئی وجوہ کی بنا پر محل نظر ہے۔ مثلاً

(۱) آپ نے عمدۃ الاثاث کا حوالہ مکمل درج نہیں فرمایا کہ اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

(۲) حافظ ابن قیم ان اساطین میں سے ہیں جو ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک قرار دینے والے گروہ کے علمبردار ہیں۔ ان سے ایسی تحریر کی توقع محال ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) عویمر عجلانی کی تین طلاق کے نفاذ والی روایت بجائے خود ضعیف ہے جسے بنیاد بنایا جارہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بنائے فاسد علی الفاسد والی بات ہے۔

(۴) تطلیق ثلاثہ کے قائلین اور مخالفین سب اس بات پر متفق ہیں کہ عویمر عجلانی اور اس کی بیوی کی تفریق طلاق کی بنا پر نہیں بلکہ لعان کی بنا پر ہوئی تھی (اور یہ بحث پہلے گزر چکی ہے) لعان کے بعد جیسے حضرت عویمر کا تین طلاقیں دینا عبث فعل تھا۔ اس طرح ان تین طلاقوں کے نفاذ یا عدم نفاذ کی بحث کرنا بھی ایک عبث فعل ہے۔ جس چیز کے نفاذ یا عدم نفاذ کا کچھ اثر ہی نہ ہوسکے اس سے احتجاج کیسے درست ہوگا؟

(۵) حافظ ابن قیم کے استاد امام ابن تیمیہ ایسی تمام روایات کو جن میں ایک مجلس کی تین طلاق کو تین قرار دیتے یا ان کے نفاذ کا ذکر ہو' "باتفاق اہل علم جھوٹی" قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔ پھر اس خاص مسئلہ میں استاد اور شاگرد کا اختلاف بھی کہیں مذکور نہیں اس صورتِ حال میں حافظ ابن قیم کے حوالہ سے یہ روایت کیونکر درست قرار دی جاسکتی ہے؟

ساتویں حدیث : عبادہ بن صامت کے دادا کا قصہ

مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت ہے "عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ میرے دادا نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں۔ اس کے بعد میرا باپ رسول اللہؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا "تیرا دادا اللہ سے ڈرا نہیں۔ تین طلاقیں اس کا حق تھا۔ باقی سب کچھ زیادتی ہے اللہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو معاف کردے۔"

یہ روایات تین طلاقوں کے واقع ہونے پر نص تو ہے مگر یہ روایت نہ درایۃً درست ہے نہ روایۃً "۔ درایۃً اس لئے کہ عبادہ بن صامت ان بارہ سرداروں میں سے ہیں جنہوں نے عقبہ ثانیہ میں رسول اللہؐ کی بیعت کی تھی۔ یہ بات بھی معلوم کرنا مشکل ہے کہ جب آپؐ مبعوث ہوئے اس وقت عبادہ بن صامت انصاری کے دادا زندہ بھی تھے یا نہیں' ان کا اسلام ثابت کرنا تو دور کی بات ہے اور روایۃً یہ اس لئے غلط اور ناقابل اعتماد ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی یحیٰی بن العلاء کذاب اور واضع حدیث ہے۔ دوسرا عبید اللہ بن ولید متروک الحدیث ہے۔ تیسرا ابراہیم بن عبید اللہ مجہول ہے (میزان الاعتدال للذہبیؒ)

ایسی ہی روایات کے باوصف مصنف عبدالرزاق حدیث کی چوتھے درجہ کی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔

آٹھویں حدیث حضرت حسنؓ کی تین طلاقیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیہقی کی ہے سوط بن حنظلہ کہتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسنؓ کے نکاح میں تھی۔ جب حضرت علیؓ شہید ہوئے تو کہنے لگی "تجھے خلافت مبارک ہو" حضرت حسنؓ نے کہا "حضرت علیؓ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتی ہو۔ جاؤ تجھے تین طلاق" جب اس کی مدت پوری ہونے لگی تو حضرت حسنؓ نے اس کو حق مہر کی بقایا رقم اور دس ہزار (مزید) بطور صدقہ بھیجے جب ایلچی یہ کچھ لے کر آیا تو کہنے لگی "مجھ کو چھوڑنے والے دوست کی طرف سے یہ متاع قلیل ہے" جب حضرت حسن کو یہ بات پہنچی تو رو پڑے پھر کہا "اگر میں نے اپنے دادا سے نہ سنا ہوتا' یا میرے باپ نے میرے دادا سے نہ سنا ہوتا کہ وہ کہتے تھے جو شخص بھی اپنی عورت کو طہروں میں تین طلاقیں دے یا غیر واضح طلاقیں دے تو وہ عورت خاوند پر حلال نہیں تا آنکہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے" تو میں اس عورت سے ضرور رجوع کر لیتا۔ (السنن الکبری للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۶)

یہ روایت بھی روایتہً اور درایتہً دونوں طرح سے ناقابل اعتماد ہے۔ روایتہً یوں کہ امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ اس روایت کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جس کو ابوزرعہ نے کذاب اور ابو حاتم نے منکر الحدیث کہا ہے (اغاثۃ اللھفان ج ۱ ص ۳۱۷' ۳۱۹ بحوالہ مقالات ص ۲۱۴) اور درایتہً اس لئے حضرت حسن کے دادا ابوطالب تھے۔ جو کی دور میں ہی بحالت کفر انتقال کر گئے تھے جبکہ نکاح و طلاق کے احکام مدنی دور میں نازل ہوئے تھے۔ گویا درایتہً بھی اس روایت میں دو خامیاں ہیں

نویں حدیث

دار قطنی کی ہے جو اس طرح ہے۔ "حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے سنا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی۔ تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا "تم اللہ کی آیات کو کھیل اور مذاق بناتے ہو۔ جو شخص بھی طلاق بتہ دے گا اَلْزَمْنَاهُ ثَلٰثًا" یعنی ہم اس پر تین لازم کر دیں گے او اس کی عورت کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے" (دار قطنی)

اس حدیث کے بارے میں خود دار قطنی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں اسماعیل بن ابی امیہ قرشی ضعیف اور متروک الحدیث ہے اور یہ حدیثیں بھی گھڑتا ہے۔

دوسرے راوی عثمان بن قطر کے متعلق ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ ثقہ لوگوں سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے۔ ایک تیسرا راوی عبدالغفور کے متعلق علامہ محمد طاہر نے کہا ہے کہ وہ حدیثیں گھڑتا ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ نے فرمایا۔ فِیْ اِسْنَادِہٖ ضَعَفَۃٌ وَمَجَاھِیْلُ یعنی اس کی سند میں کئی ضعیف اور کئی مجہول راوی ہیں۔ (مقالات ص ۱۵۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو یہ تھیں وہ احادیث جن سے ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہی واقع ہونے کو ثابت کیا جاتا ہے۔ ان احادیث کے جائزہ کے بعد اب ہم صحابہ کرام کے فتاویٰ کی طرف آتے ہیں۔

صحابہ کرام کے فتوے

میں نے اپنے مضمون "خلفائے راشدین کی شرعی تبدیلیاں" میں لکھا تھا کہ "حضرت عمرؓ کے اس تعزیری فیصلہ پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نہ ہو سکا اور بڑے بڑے صحابہ کرام مثلاً" حضرت عبداللہ بن عباسؓ ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ' حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہم آپ کے اس فیصلہ کے خلاف تھے"

اس کے جواب میں قاری صاحب نے تین صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس ' حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے ایسے فتوے پیش کر دیئے جو تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے پر دلالت کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق شاید انہیں اپنے حق میں لکھنے کو کچھ مواد نہیں مل سکا۔ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق البتہ قاری صاحب نے لکھا ہے کہ آپ سے دونوں قسم کی احادیث مروی ہیں۔ پھر اس سلسلہ میں صحیح مسلم کی وہ حدیث درج فرمائی جس میں حضرت عمرؓ کے اس تعزیری فیصلہ کے نفاذ کا ذکر ہے۔

ہم پہلے پیر کرم شاہ صاحب ازہری کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنا فیصلہ نافذ کر دیا تو اکثر صحابہ چونکہ حضرت عمرؓ کو دین اور مسلمانوں کا نگہبان سمجھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے یہ کام یا یہ تعزیر مسلمانوں پر اس لئے عائد کی ہے کہ اس فعل حرام سے باز آجائیں۔ لہٰذا صحابہ کرام حضرت عمرؓ کی ہمنوائی میں بسا اوقات اختلاف رکھنے کے باوجود حضرت عمرؓ کے فیصلہ کے مطابق فتوے دے دیا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی حمایت میں فتوے

اس کی مثال یہ سمجھئے کہ عندالضرورت جنابت سے تیمم کے مسئلہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ میں اختلاف تھا۔ حضرت عمار حضرت عمرؓ کو یاد بھی دلایا کرتے تھے کہ "اے امیرالمومنین! آپ کو یاد نہیں ۔ جب میں اور آپ لشکر کے ایک ٹکڑے میں تھے۔ پھر ہم کو جنابت ہوئی اور پانی نہ ملا۔ آپ نے نماز نہ پڑھی لیکن میں مٹی میں لوٹا اور نماز پڑھ لی۔ رسول اللہؐ نے آپ کو فرمایا۔ تجھے کافی تھا اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتا پھر ان کو پھونکتا پھر مسح کرتا دونوں پہنچوں پر۔" اپنے حافظہ پر اتنے وثوق کے باوجود جب حضرت عمار نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اس مسئلہ میں ان سے اتفاق نہیں کرتے (حضرت عمرؓ کا یہ اختلاف محض مصلحت کی بنا پر تھا کہ لوگ اس حقیقت سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں گے تو حضرت عمار نے یہاں تک کہہ دیا کہ :۔

یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنْ شِئْتَ لَمَا جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیَّ مِنْ حَقِّکَ لَا اُحَدِّثُ بِہٖ اَحَدًا (مسلم ۔ کتاب الحیض ۔ باب التیمم)	اے امیرالمومنین ! اللہ تعالیٰ نے آپ کا جو حق مجھ پر رکھا ہے (یعنی آپ خلیفہ ہیں اور میں رعیت ہوں) اگر آپ چاہیں تو میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں گا۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کسی سیاسی مصلحت کی خاطر حج تمتع سے بھی منع فرمایا کرتے تھے۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے خود صحابہ کو حج تمتع کی ترغیب دی تھے۔ اس مسئلہ میں بھی بعض صحابہ حضرت عمرؓ کے مقصد کا لحاظ رکھتے تھے۔ صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمایئے:۔

مَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّہٗ کَانَ یُفْتِیْ بِالْمُتْعَۃِ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ رُوَیْدَکَ بَعْضَ فُتْیَاکَ فَاِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی النُّسُکِ بَعْدُ

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حج تمتع کا فتویٰ دیتے تھے۔ تو ایک شخص نے کہا۔ تم اپنے بعض فتوے روک رکھو۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیرالمومنین نے حج کے سلسلہ میں جو نئی بات نکالی ہے۔ (مسلم 'کتاب الحج' باب جواز تعلیق الحرام)

ان واقعات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اصل حقیقت معلوم ہونے کے باوجود صحابہ کرام بسا اوقات حضرت عمرؓ کی عائد کردہ حدود و قیود کے مطابق فتوے دے دیا کرتے تھے۔ یا کم از کم اس کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ تطلیقات ثلاثہ کا مسئلہ بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ اس مسئلہ میں جن صحابہ کرام نے آپ کے فیصلہ کے مطابق فتوے دینا شروع کر دیئے تھے ان کے نام یہ ہیں:۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ' عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، ابو ہریرہؓ ' انس بن مالکؓ ' عثمان بن عفانؓ اور مغیرہؓ اور جو صحابہ حضرت عمر کے خلاف ہی فتوے دیتے رہے ان کے نام یہ ہیں:۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ' ابو موسیٰ اشعریؓ ' زبیر بن العوامؓ (اعلام الموقعین ص ۸۰۳)

اور مندرجہ ذیل صحابہ سے دونوں قسم کے فتوی منقول ہیں :۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ' حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ ۔ (حوالہ ایضاً) جب یہ حضرات عمرؓ کے فیصلہ کے موافق فتوے دیتے تو ان کے ایسے فتوؤں کی خاص علامت یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے کہ ایسے فتاویٰ سے زجرو توبیخ اور تعزیر از خود مترشح ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے فتوے

مثلاً" حضرت عبداللہ بن عباس کو لیجئے ۔ مسلم میں مذکور حد کہ "دور فاروقی کے پہلے دو سالوں تک ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا" کے روای آپ ہی ہیں ۔ پھر دو مزید احادیث جن میں اسی مضمون پر ابوالصہباءؓ کے سوال کا جواب دیتے ہیں، مسلم ہی میں موجود ہیں۔ ابو داؤد میں بھی آپ سے اسی مضمون پر مشتمل ایک روایت موجود ہے علاوہ ازیں ابوداؤد میں آپ کا یہ فتویٰ بھی موجود ہے۔

إِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا بِفَمٍ وَاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ

جب کسی نے (اپنی بیوی سے) ایک ہی وقت میں تین طلاق کہا تو یہ ایک ہی ہوگی (ابوداؤد' کتاب الطلاق' باب بقیۃ نسخ المراجعۃ)

اور ایک صحیح روایت میں حضرت طاؤسؒ سے مروی ہے کہ

وَاللّٰهِ مَا كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَجْعَلُهَا إِلَّا وَاحِدَةً

اللہ کی قسم! ابن عباس اسے (تطلیق ثلاثہ کو) ایک ہی طلاق شمار کرتے تھے۔ (عون المعبود شرح ابوداؤد ج ۲' ص ۲۳۷)

اب حضرت ابن عباس کا وہ تعزیری فتویٰ بھی ملاحظہ فرمایئے جو قاری صاحب نے درج فرمایا ہے (ہم صرف ترجمہ پر اکتفا کریں گے)

"حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عباس خاموش ہوگئے۔ میں نے گمان کیا۔ شاید ابن عباس اس کی بیوی کو واپس لوٹا دیں گے۔ آپ نے فرمایا' تم میں ایک شخص حماقت کر بیٹھتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس! اے ابن عباس! اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اس کے لئے آسان کی راہ نکالتا ہے۔ اور بلاشبہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا۔ میں تیرے لئے اس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا ہوں۔ تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔ تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی" (ابو داؤد ص ۲۹۹ بحوالہ منہاج ص ۳۱۰)

مندرجہ بالا فتویٰ سے دو باتیں معلوم ہوئیں :۔

(۱) حضرت مجاہد راوی جو ابن عباس کی طبیعت سے خوب واقف تھے' انہیں طلاق دینے والے کی بات سننے کے بعد یہی گمان ہوا تھا کہ حضرت ابن عباس ایسی طلاقوں کو ایک طلاق شمار کر کے اس کی بیوی کو واپس لوٹا دیں گے ۔ گویا سنجیدہ صورت حال میں آپ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ یہی ہوتا تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاق حقیقتاً" ایک ہی ہوتی ہے۔
(۲) فتویٰ کے الفاظ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ فتویٰ سائل کو اس کی حماقت کی سزا کے طور پر دیا جارہا ہے۔

حضرت علیؓ کا فتویٰ

قاری صاحب نے حضرت علیؓ کا جو فتویٰ درج فرمایا وہ یوں ہے:۔
"حضرت علیؓ کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا "تین طلاقوں نے تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیا ہے۔ باقی ۹۹۷ طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دے" (منہاج ص ۳۱۰ بحوالہ بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵ طبع بیروت)

قطع نظر اس بات کے کہ ایسی روایات کی اسنادی حیثیت انتہائی کمزور ہوتی ہے کیونکہ یہ تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب سے لی گئی ہیں۔ اگر اس واقعہ کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سائل انتہائی جاہل اور بے ہودہ انسان تھا۔ جاہل اس لئے کہ اسے اتنا علم نہ تھا کہ طلاقیں زیادہ سے زیادہ تین ہی ہیں۔ اور بے ہودہ اس لیے کہ اپنی اس جہالت اور حماقت کو اپنے تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ حضرت علیؓ کو بھی جاتلایا۔ پھر حضرت علیؓ نے جو جواب دیا وہ بھی "جیسی روح ویسے فرشتے" کے مصداق ہے۔ ذرا سوچئے کہ واقعی سائل نے حضرت علیؓ کے ارشاد کے مطابق ۹۹۷ طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دی ہوں گی؟ فرض کیجئے کہ اس کی چار بیویاں تھیں۔ ان ۹۹۷ میں سے مزید طلاقیں تو بقایا تین بیویوں کے لئے ہوئی اس طرح وہ بھی اس سے جدا ہوئیں۔ پھر ۹۸۸ طلاقیں بچیں رہیں جو کسی کام نہ آسکیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ

اب حضرت عبداللہ ابن مسعود کا وہ فتویٰ جو قاری صاحب موصوف نے درج فرمایا ہے' ملاحظہ فرمایئے:۔
ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے دی ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سے پوچھا: تجھے علماء نے کیا کہا ہے؟ کہنے لگا' وہ کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے جدا ہوئی" آپ نے جواب دیا "لوگوں نے سچ کہا" (منہاج ص ۳۱۱ بحوالہ ؟ ص ۳۵۷ طبع بیروت)
آج کا مسلمان بھی دینی مسائل سے کم ہی واقفیت رکھتا ہے مگر اتنا جاہل یا بے ہودہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ وہ آٹھ آٹھ یا ہزار ہزار طلاقیں دیتا پھرے۔ اس دور میں معلوم نہیں کس قسم کے مسلمان تھے۔ اور حکومت ایسے بیہودہ اور کتاب اللہ سے کھیلنے والوں کو سزا کیوں نہیں دیتی تھے۔ جنہوں نے دین کو مذاق بنا رکھا تھا۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ تعزیر بہت کم ہے کہ صرف ان کی بیوی ان سے جدا کر دی جائے ایسے لوگوں کو تو بدنی سزا بھی ضروری دینا چاہیے جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ ایسے لوگوں کو مارا بھی کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور حضرت اپنی بیوی کو دو سو ۲۰۰ طلاقیں دے کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس فتویٰ پوچھنے تشریف لائے تھے۔ انہیں بھی آپ نے یہی جواب دیا تھا (موطا امام مالکؒ۔ کتاب الطلاق۔ باب ماجاء فی البتۃ)

(جاری ہے)

سراسر درس عبرت ہے

(عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی)

عبادت اک تجارت ہے — منافع جس کا جنت ہے
جنون خدمت انسان — شعور آدمیت ہے
بدی خوش رنگ ہے بے حد — مگر اس میں ہلاکت ہے
رضائے رب پہ راضی رہ — یہی تیری سعادت ہے
سبب بن جائے بخشش کا — وہ بیماری بھی رحمت ہے
تو جس پیکر پہ ہے نازاں — فقط اک خاک تربت ہے
نہایت ہی نہیں جس کی — وہ حرص مال و دولت ہے
ثمر صدق و محبت کا — رضا و صبر و طاعت ہے
خدا کے خوف سے رونا — صلہ اس کا مسرت ہے

زوالِ حبِّ زر عاجزؔ
کمالِ آدمیت ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید

ابو ارقم انصاری

مسئلہ "اہلُ البیت" ـــــ

قرآن و سنت کے متبعین کیلئے لمحہ فکریہ

ابھی حال ہی میں قرآن و سنت کے دو علمبردار اہل سنت حضرات (جناب رضوان علی ندوی اور جناب شاہ بلیغ الدین) نے قرآن مجید کی نہایت واضح اصطلاح "اہل البیت" کو اپنے مختلف اختلافات کا نشانہ بنایا جو نہایت تکلیف دہ اور افسوسناک ہے۔ ان دونوں حضرات نے ان اختلافات پر ہفت روزہ "تکبیر" میں درجنوں صفحات پر خامہ فرسائی فرمائی' یہاں تک کہ "اہل البیت" کے علاوہ دیگر مسائل اور معاملات پر بھی تنازعات کھڑے کر دیئے ان کے بارے میں ظن غالب تو خیر ہی کا ہے اور یہ کہ انھوں نے یہ بحث نیک نیتی کے جذبے سے ہی کی۔ لیکن غالباً انھوں نے اس مسئلہ کی تاریخی حیثیت سے صرف نظر کرتے ہوئے لاشعوری طور پر وہ کام کیا جو علماء اہل سنت کے شایان شان نہیں اور کتاب و سنت کے منحرفین یعنی منافقین کو ہی زیب دیتا ہے۔ تاکہ اسلام کی اساس (قرآن و سنت) کو مختلف فیہ بنا دیا جائے۔

منافقین کی اولین سازش کا سرغنہ ایک یہودی ابن سبا تھا' جس نے حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں قرآن و سنت کے خلاف یہودی سازش کی ابتدا کی۔ قرآن مجید کے مطابق یہودیوں نے کوئی بھی پچھلا آسمانی صحیفہ ایسا نہ چھوڑا تھا کہ جس میں تحریف نہ کی ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن کے ساتھ اپنا یہ اعلان فرما دیا کہ وہ اپنی آخری کتاب قرآن کریم کی خود ہی تا قیامت حفاظت بھی فرمائے گا (سورۃ الحجر: آیت ۹)

جب یہودیوں نے یہ دیکھا کہ ان کیلئے متن قرآن میں تحریف کا دروازہ بند ہو گیا ہے' تو انھوں نے اپنی پرانی سازش کی حکمت عملی کو تبدیل کرکے اس آخری کتاب اللہ کے معنی' مطلب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اور مفہوم کو ہدف بنایا اور مختلف گھپلے کرنے شروع کر دیئے۔ اسی کی ایک مثال قرانی اصطلاح "اہل الیست" کے بارے میں ان کی شاطرانہ کارستانی ہے۔

"اہل الیست" کے معنی اور مفہوم نہایت واضح ہونے کے باوجود بھی یہودی سرغنہ ابن سبا (منافق) اور اس کے ہم مذہب گروہ نے اسلام کے لبادے میں اس کو بحث و مباحثہ کا موضوع بنایا اور اس کے وہ نادر مفہوم پیدا کئے جو اس قرانی اصطلاح کے بین معنی سے قطعی مطابقت نہ رکھتے تھے۔ ایسی تمام یہودی سازشوں کا ادراک قرون اولی کے اہل اسلام کو تو ہو چکا تھا اور وہ ان پھندوں میں نہ پھنسے تھے' مگر تاریخ میں یہ بات ضرور در آئی کہ چند قرانی الفاظ اور اصطلاحات کے معنی بھی نعوذ باللہ اختلافی و نزاعی رہے ہیں۔

مختصرا یہ کہ مذکورہ یہودی سازشوں کا تسلسل اس منافق ابن سبا سے شروع ہوا۔ اور آج تک کسی نہ کسی صورت میں دنیا میں مروج ہے کہ جس کا تعلق ہرگز قرآن و سنت کے متبعین (اہل سنت) سے نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ اس تاریخی حقیقت کے باوجود بھی دو حضرات اہل سنت (جناب رضوان علی ندوی اور جناب شاہ بلیغ الدین) مسئلہ اہل الیست پر آپس میں ہی الجھ پڑے اور متعدد دیگر معاملات بھی بلاوجہ متنازعہ بنا دیئے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ ملاحظہ فرمایئے کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل الیست کا اعزاز کن کیلئے مخصوص فرمایا ہے۔

مندرجہ ذیل قرآنی آیات بھی اس کی وضاحت کرتی ہیں۔

يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَٰعَفْ
لَهَا ٱلْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾
وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتَعْمَلْ صَٰلِحًا نُّؤْتِهَآ
أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾ يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ
لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ ۚ إِنِ ٱتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِٱلْقَوْلِ
فَيَطْمَعَ ٱلَّذِى فِى قَلْبِهِۦ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٣٢﴾ وَقَرْنَ
فِى بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتِينَ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِعْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ وَٱذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِى بُيُوتِكُنَّ مِنْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ وَٱلْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾

(الاحزاب:۳۰:۳۴)

ترجمہ:اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی۔ تو اسے دہری سزا دی جائے گی اور یہ اللہ کے لئے (بالکل) آسان ہے اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور عمل صالح کرتی رہے گی تو ہم اس کا اجر دوہرا دیں گے اور ہم نے اس کے لئے (مخصوص) عمدہ نعمت تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو جبکہ تم تقویٰ اختیار کر رکھو' تو تم بولنے میں نزاکت مت اختیار کرو کہ اس سے ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے کہ جس کے دل میں خرابی ہے اور قاعدے کے موافق بات کہا کرو۔ اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور جاہلیت (قدیم) کے مطابق اپنے آپ کو دکھاتی مت پھرو اور نماز کی پابندی رکھو' زکوۃ دیا کرو' اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھروالو تم سے آلودگی دور فرمادے اور تم کو خوب نکھار دے۔ اور تم اللہ کی ان آیتوں اور اس علم کو یاد رکھو جو تمہارے گھروں میں پڑھ کر سنائے جاتے رہے ہیں' بے شک اللہ بڑا باریک بین ہے اور پورا خبردار ہے۔

اللہ نے براہ راست خطاب آنحضورؐ کی ازواج مطہراتؓ سے فرمایا ہے اور اسی بلاواسطہ خطاب کی آیت ۳۳ میں ان کو "اہل البیت" صاف طور پر قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ: اے نبیؐ کی بیویو! اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم اہل البیت سے آلودگی کو دور کرے اور تمہیں اچھی طرح پاک کروے (احزاب ۔ ۳۳) اس سے پہلے سورہ ھود کی آیت ۷۳ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی ازواج کو ہی اہل البیت فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے یعنی "وہ بولے ارے تم اللہ کے کام میں تعجب کرتی ہے۔ اے خاندان والو تم پر تو اللہ کی خاص رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں' بے شک وہ تعریف کے لائق اور بڑا شان والا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح پورے قرآن مجید میں صرف ان دو مقامات پر "اہل البیت" کی خصوصی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ البتہ ایک تیسری جگہ پر محض اہل بیت کا ذکر ہے یعنی جب حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اور شیر مادر اور پرورش مادر کے محتاج تھے تو اس حالت طفولیت میں ان کی والدہ محترمہ کو عمومی اہل بیت سے تشبیہ دی گئی (سورہ القصص ۔ آیت ۱۲) مگر اس آیت میں وہ خصوصی اصطلاح "اہل البیت" استعمال نہیں کی گئی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ خصوصی اصطلاح تو پورے قرآن پاک میں صرف دو مقامات پر موجود ہے اور دونوں جگہ وہ صرف "ازواج النبی" کیلئے مختص ہے۔ لہٰذا فرمان الٰہی سے یہ نکتہ عیاں اور آشکارا ہوا جاتا ہے کہ حضور اکرمؐ کے اہل البیت ہونے کا شرف صرف آپ کی ازواج مطہراتؓ (امہات المومنینؓ) کو حاصل ہے اور یوں سورہ احزاب کی پیش کردہ آیت ۳۳ نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی اس صاف اور صریح آیت سے امہات المومنینؓ کے سوا کسی اور کو اہل البیت مراد لینے

سا فاضل مقالہ نگار کی رائے کہ "ان دونوں آیات میں "اہل بیت" کی اصطلاح فقط ازواج النبیؐ سے مختص ہے" میں نظر ہے جیسا کہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی اہل بیت ہی کی بحث میں اپنی تفسیر ماجدی میں صفحہ نمبر ۸۴۸ پر اس طرح رقم طراز ہیں:

اس آیت کے سیاق سے بالکل ظاہر ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہی مفہوم سلف سے بھی منقول ہے۔ نزلت فی نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ (ابن جریر عن عکرمہ) اراد باھل البیت نساء النبی۔ نزلت فی نساء النبی خاصۃ (ابن کثیر عن ابن عباس) اہل سنت کا اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ آیات کا سبب نزول ازواج النبی ہی ہیں۔ اور اہل بیت سے اولا وہی مراد ہیں البتہ گفتگو اس میں ہوتی ہے کہ آیا ان کے علاوہ کوئی اور بھی مراد ہے؟ سو محققین اہل سنت کا فیصلہ ہے کہ لفظ کے عموم میں ازواج النبی کے علاوہ بھی ہستیاں داخل ہیں۔ قال عکومتہ انھا نزلت فی شان نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان کان المراد انھن کن سبب النزول دون غیرھن فصحیح وان اریدانھن المراد فقط دون غیرھن ففی ھذا نظر فانہ قدوردت احادیث تدل علی ان المراد اھم من ذالک (ابن کثیر) والذی یظھر من الایہ انھا عامتہ جمیع اھل البیت من الازواج وغیرھم (قرطبی) اہل سنت کے جو معنی اردو میں معروف چلے آتے ہیں۔ وہ بھی حدیث سے نکلتے ہیں لیکن یہاں ذکر صرف اصطلاح قرانی کا ہے۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ میں بھی ایک پیمبر کی زوجہ محترمہ ہی کے لئے آیا ہے۔ (سورۂ ہود)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

اب اگر متقدمین میں سے کسی محترم مفسر یا محدث سے یہ بات کہیں منسوب ملتی ہے کہ اہل البیت میں نبی کریمؐ کے نسبی و صلبی رشتہ دار بھی شامل ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ منافقین آل یہود نے ابتدا سے ہی اصل منقولہ باتوں میں تحریف کرنا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ خود اللہ نے قرآن کو فرقان بھی کہا ہے یعنی حق اور ناحق میں فرق کرنے والا' اس لئے نقل کردہ کسی بھی قول کو رد و قبول کی صرف اسی کسوٹی پر ہی پرکھنا چاہئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ابن سبا منافق کا آل یہود گروہ ہمیشہ سے غلط باتیں اکابرین اسلام کی جانب منسوب کرنے کی شیطانی مہارت کیلئے مشہور و معروف رہا ہے۔ اگر قرآن و سنت کے پاسداروں اور پاسبانوں (اہل سنت) کی کڑی نظر منافقین کی تحریفات کے پس پردہ اصل سازش پر رہے تو کبھی کوئی مسئلہ پیدا نہ ہو۔ عیار آل یہود کی اصل سازش یہ ہی تو تھی کہ دین اسلام اور اہل اسلام میں انتشار اور افتراق پیدا کر دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے اہل البیت کے معنی خاندان نبیؐ کے نکالے' پھر افراد خاندان کو دیگر اصحاب النبیؐ کو دو گروپوں میں بانٹ کر خلفائے ثلاثہؓ کے خلاف مہم چلائی تاکہ ملت متحدہ میں دراڑیں پڑ جائیں۔ جہاں تک مسئلہ فضیلت و افضلیت کا تعلق ہے تو وہ صرف خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حاصل تھی کہ جن کے متعلق "افضل البشر بعد الانبیا" کہا گیا ہے اور جن کو خود آنحضورؐ نے اپنی زندگی میں ہی امامت مسجد نبویؐ سپرد کرکے اپنا جانشین اور امام امت مقرر فرما دیا تھا۔ صدیق اکبرؓ کی فضیلت کے بعد جو دوسرے افضل اصحاب الرسول تھے' وہ بقیہ عشرہ مبشرہ کے افراد تھے' نہ کہ من گھڑت اہل البیت۔

مذکورہ بالا معروضات کے بعد اب آخر میں مسئلہ کا ایک اور قابل توجہ پہلو پیش خدمت ہے۔ ابن سبا کے آل یہود ٹولے نے نہ صرف یہ کہ قرآنی اصطلاح اہل البیت کی تعریف میں گھپلا کیا' انھیں ایک الگ طبقہ ٹھہرایا اور ان کو دوسرے طبقہ صحابہ کرامؓ سے افضل ظاہر کیا' بلکہ رفتہ رفتہ تمام اصحاب الرسولؐ (بشمول اہل البیت) پر تبرا بھی کیا۔ آغاز میں خلفائے ثلاثہؓ کو نشانہ بنایا' اور پھر چوتھے خلیفہ اور بعد والوں کو بھی زد میں لے آئے۔ غرض یہ کہ ان منافقین نے اپنے خود ساختہ دونوں طبقات اسلام میں سے کبھی ایک پر تبرا کیا اور سبائی کہلائے' کبھی دوسرے پر کیا اور ناصبی کہلائے اور کبھی دونوں پر کیا اور خارجی کہلائے۔ ان سب کا مقصد ایک تھا تاکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالآخر تمام کے تمام اصحاب النبیؐ پر سے ملت اسلامیہ کی آنے والی نسلوں کا اعتماد اٹھ جائے اور اصحاب النبیؐ کا پہنچایا ہوا دین اسلام بھی مشکوک و مشتبہ اور نا قابل اعتبار بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ خاتم النبیینؐ و خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے پیشگی فرما دیا تھا کہ "خبردار' میرے صحابہؓ کو کبھی بھی برا مت کہنا۔" (بخاری۔ مسلم) رسول اکرمؐ کی اس کھلی تنبیہہ کے باوجود قرآن و سنت کے حامل (اہل سنت) کے کچھ حضرات آل یہودیت کی پیداوار یعنی سبائیت' ناصبیت اور خارجیت کی تیرا بازیوں کو آج کل سمجھ نہیں پا رہے ہیں اور غیر شعوری طور پر ان میں سے کسی نہ کسی میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ یہ صورت حال بڑی خطرناک ہے اور تمام اہل سنت کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ کاش تمام اہل سنت یک جان ہو کر آل یہود کی سازشوں کا پردہ چاک کر دیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاستفتاء شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب

چند متفرق سوالات

محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ صاحب۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

خیرو عافیت کے بعد درج ذیل سوالوں کے جواب مطلوب ہیں۔

۱۔ ازواج مطہرات ام المومنین میں سے کسی کی کسی امتی کو بطور دینی اصلاح خواب میں زیارت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی مرحوم کے متعلق واعظین لوگ بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت ہوئی تھی بریلوی حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ یہ چیز ازواج مطہرات کے تقدس اور بزرگی کے خلاف ہے۔ آپ واضح فرمائیں کہ حافظ صاحب مرحوم کے متعلق یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟ یا عقلاً و نقلاً اس طرح کا واقعہ پیش آ سکتا ہے یا نہیں۔

۲۔ نکاح کے موقعہ پر جو چھوہارے تقسیم کئے جاتے ہیں حدیث سے اسکا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے ہاں ایک عالم دین نکاح کے موقعہ پر چھوہاروں کا تقسیم کرنا بدعت تصور کرتے ہیں۔

۳۔ ایک چیز نقد دس روپے کی ملتی ہے جبکہ وہی چیز ادھار پندرہ روپے میں ملتی ہے ایسا کرنا بائع و مشتری کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ مثال کے طور پر ہمارے ہاں پٹھان لوگ دنبے چھ ماہ کے ادھار پر فروخت کرتے ہیں لوگ خرید لیتے ہیں حالانکہ وقتی طور پر جو قیمت ادھار لگائی جاتی ہے وہ دنبہ چھترا اسکے برابر نہیں ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

۴۔ نبی پاکؐ کا خواب میں ملنا کیسا ہے کسی نیک متقی بندے کو زیارت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئی ائمہ دین اس چیز کے خلاف ہیں۔

۵۔ اچانک موت جس سے اللہ کے نبیؐ نے پناہ مانگی ہے اگر کوئی نیک آدمی اچانک موت حادثہ یا ایکسیڈنٹ میں فوت ہو جاتا ہے ایسی موت شہادت کی موت تصور کریں گے یا بری موت ہے شرعی نقطہ نظر واضح فرمائیں۔ شکریہ

السائل: عنایت اللہ امین خطیب ہیر کھائی گھلن ھٹاڑ

۱۔ کیا کسی امتی کو بحالت خواب ازواج مطہراتؓ سے شرف ملاقات ممکن ہے؟

الجواب بعون الوہاب: کسی بھی امتی کو بحالت خواب ازواج مطہرات سے شرف ملاقات میسر آجانا کوئی بعید بات یا تقدس کے منافی نہیں بلکہ اسمیں رائی کے جنتی ہونے کی بشارت کا پہلو غالب ہوتا ہے جو کہ ہر مسلم کی تمنا ہے ان کی زیارت نصیب ہونا ناممکنات سے نہیں بلکہ ممکن ہے جب خواب میں ذات باری تعالیٰ کی رؤیت ممکن ہے تو مخلوق کی رؤیت کیسے ناممکن ہو سکتی ہے؟ اور حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کا واقعہ بغرض صحت ظاہر ہے ملاقات بدون رؤیت ہوگی کیونکہ موصوف رحمہ اللہ نابینا تھے بصورت دیگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا محجبہ (با پردہ) ہوں گی قرآن میں ہے **"فاسئلو ھن من وراء حجاب"** ویسے بھی مرتبہ امومت پر فائزہ سے شرف ملاقات عظیم سعادت کی نشاندہی کرتا ہے قرآن میں ہے **"وازواجہ امہاتھم"** نیز بعض دفعہ خواب میں مرئی حسی کے بجائے معنوی بھی مراد ہو سکتی ہے جس سے اقرب الی الصواب نتیجہ اخذ کرنا بتوفیق الٰہی ماہر معبر کا کام ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب تعبیر الانام لعبد الغنی نابلسی)

۲۔ بوقت نکاح حاضرین پر چھوہارے وغیرہ پھینکنے کا حکم؟

۲۔ بوقت نکاح جو شیئی حاضرین پر نچھاور کی جاتی ہے عرف عام میں اس کا نام "النثار" ہے۔ نیل الاوطار میں بحوالہ "البحر" اس کی تعریف یوں ہے ' **"وَالنِّثَارُ بِضَمِّ النُّوْنِ وَ کَسْرِھَا مَایُنْثَرُ فِی النِّکَاحِ اَوْغَیْرِہٖ"** اور "المنجد" میں ہے **"مایُنثر فی العرس علی الحاضرین"**

موضوع اس سے اعم ہے کہ ملفوظ شے چھوہارے ہوں یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز روپیہ پھل وغیرہ ہو۔ مسئلہ ہذا میں اہل علم کے معروف دو قول ہیں۔ ایک گروہ جواز کا قائل ہے جبکہ دوسرے گروہ کا مسلک عدم جواز ہے۔ ان لوگوں کا استدلال بعض ان احادیث سے ہے جن میں " نہب "اور " خلسہ "یعنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بزور بازو اور اچک کر کسی شے کو حاصل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

۱۔ نَهَى عَنِ النُّهْبَةِ وَالْخُلْسَةِ (رواہ احمد)

۲۔ نَهَى عَنِ الْمُثْلَةِ وَالنُّهْبَى (رواہ احمد و البخاری)

۳۔ مَنِ انْتَهَبَ فَلَيْسَ مِنَّا (رواہ احمد و الترمذی وصححہ)

اس پر "منتقی الاخبار" میں بایں الفاظ تبویب قائم کی ہے "باب حجۃ من کرہ النثار والانتہاب منہ" مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن مسعودؓ ابراہیم نخعیؒ اور عکرمہ سے بھی اس فعل کی کراہت نقل کی ہے۔

جبکہ اصحاب قول اول کا استدلال حضرت جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل اور انسؓ سے مروی بعض مرفوع روایات سے ہے جو جواز پر دال ہیں لیکن یہ روایات متکلم فیہم ہیں۔ اس کے باوجود قاضی شوکانیؒ کا رجحان جواز کی طرف ہے۔ (نیل الاوطار جز۶ ص ۱۹۸) علامہ مجد الدین ابن تیمیہؒ صاحب المنتقی حدیث عبداللہ بن قرط کے تحت فرماتے ہیں۔ جس میں یہ ہے کہ گیارہ ذوالحجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پانچ یا چھ اونٹ پیش کئے گئے ہر ایک چاہتا تھا کہ پہلے مجھے ذبح ہونے کی سعادت نصیب ہو۔ اس کے اخیر میں ہے قَالُوا فَقَالَ مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ یعنی جانوروں نے کہا جو چاہے کاٹ کھائے (رواہ احمد ابو داؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ وسکت عنہ ابو داؤد والمنذری) وَقَدِ احْتَجَّ بِهِ مَنْ رَخَّصَ فِي نِثَارِ الْعُرْسِ وَنَحْوِهِ یعنی اس حدیث سے اس شخص نے دلیل لی ہے جو بوقت خوشی شادی وغیرہ حاضرین میں اشیاء پھینکنے اور لوٹنے کے جواز کا قائل ہے۔ زیر حقیقت ہذا قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں۔ "وَاسْتَدَلَّ بِهِ عَلَى جَوَازِ انْتِهَابِ نِثَارِ الْعُرْسِ كَمَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ وَمِنْ جُمْلَةِ مَنِ اسْتَدَلَّ بِهِ الْبَغَوِيُّ وَوَجْهُ الدَّلَالَةِ قِيَاسُ انْتِهَابِ النِّثَارِ عَلَى انْتِهَابِ الْأُضْحِيَةِ" (نیل الاوطار جز ۵ ص ۱۳۹)

یعنی حدیث ہذا سے بزور بازو شادی کے موقع پر نچھاور شدہ شیئ کے حصول کے لئے جواز کا استدلال کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ مصنف نے اسے ذکر کیا ہے۔ اور جن لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے۔ ان میں امام بغویؒ بھی ہیں وجہ دلالت یہ ہے کہ خوشی کے موقعہ پر بزور بازو حاصل شدہ شیئ کو قربانی کے جانوروں کے جذبہ ایثار و تقدیم پر قیاس کیا گیا ہے۔

نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے عَنِ الْحَسَنِ وَ الشَّعْبِي أَنَّهُمَا كَانَا لَا يَرَيَانِ بِهِ بَأْسًا یعنی حضرت حسنؒ اور شعبیؒ بوقت خوشی حاضرین پر کوئی شے نچھاور کرنے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے اور بعض اہل علم نے اس کا جواز قصہ ایوب سے اخذ کیا جب وہ غسل کر رہے تھے تو سونے کی ٹڈیاں گرنی شروع ہو گئیں اور وہ جمع کرتے رہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۲۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ دلائل کی روشنی میں فعل ہذا کے جواز پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں لیکن ضروری بھی نہیں صرف اباحت ہے اس صورت میں عموم نھی عن الانتخاب سے مخصص ہو گا۔ واللہ اعلم۔

۳۔ ادھار شے زیادہ قیمت پر فروخت کرنا؟

(۳) کسی شے کو ادھار نسبتاً زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ جانوروں کے بھاؤ میں کمی بیشی ہوتی ہی رہتی ہے۔ جس سے سود کا شبہ ختم ہو جاتا ہے۔

۴۔ کیا خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت ممکن ہے؟

(۴) بحالت خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی بھی پرہیزگار متقی آدمی کو نظر آجانا ممکن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِيْ (مختصر الشمائل المحمدیہ اسنادہ صحیح) یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس تحقیق اس نے مجھے دیکھ لیا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

بالفرض اگر کوئی اس مسلک کے خلاف نظریہ رکھتا ہے تو وہ باطل ہے کیونکہ کتاب وسنت کی نصوص کے منافی ہے۔

۵۔ ناگہانی موت اچھی ہے یا بری؟

(۵) اچانک موت بری نہیں صحیح بخاری میں حدیث ہے ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میری ماں ناگہانی مر گئی ہے۔ میرا خیال ہے اگر اسے گفتگو کا موقعہ میسر آتا تو وہ صدقہ کرتی کیا پس اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کے لئے ثواب ہے؟ فرمایا ہاں۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آدمی نے اپنی ماں کی ناگہانی موت کی اطلاع جب نبیؐ کو دی تو آپ نے کراہت کا اظہار نہیں فرمایا۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حدیث ہذا پر بایں الفاظ تبویب قائم کی ہے۔ "بَابُ مَوْتِ الْفَجْأَةِ الْبَغْتَةِ"

مصنف کا مقصود اسی بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اچانک موت مکروہ نہیں البتہ اس کو شہید قرار دینے کے لئے کوئی نص صریح صحیح موجود نہیں۔ نجات کا دارومدار انسان کی نیت و اعمال پر ہے۔ علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ مسئلہ ہذا کے بارے رقمطراز ہیں۔

ناگہانی موت کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ناگہانی موت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھی نہیں۔ عبید بن خالد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ناگہانی موت غضب کی پکڑ ہے" (ابوداؤد)۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ناگہانی موت اچھی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ناگہانی موت مومن کے واسطے راحت ہے اور فاجر کے واسطے غضب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

علمائے حدیث نے ان حدیثوں میں اس طرح جمع و توفیق بیان کی ہے کہ جو شخص موت سے غافل نہ ہو اور مرنے کے لئے ہر وقت تیار و مستعد و آمادہ رہتا ہو' اس کے لئے ناگہانی موت اچھی ہے اور جو شخص ایسا نہ ہو اس کے لئے اچھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (کتاب الجنائز ص ۱۴)

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۳ ص ۲۵۴' ۲۵۵)

محترم جناب حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ صاحب مدنی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

چند سوالات پیش خدمت ہیں کتاب و سنت کی روشنی میں جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

۱۔ ایک ہی وقت میں اگر تین چار اذانیں ہو رہی ہوں تو ان اذانوں کے جواب کی کیا صورت ہوگی؟

۲۔ فوت شدہ نماز کی قضا حاضر نماز سے پہلے دی جائے یا بعد میں؟

۳۔ کیا وتر کی نماز کے بعد بیٹھ کر دو نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ سجدہ تلاوت اسی وقت کرنا چاہئے جب مقام سجدہ آئے یا بعد میں بھی ہو سکتا ہے اور کیا چارپائی وغیرہ پر بھی ہو سکتا ہے؟

۵۔ جب اذان ہو رہی ہو تو کیا قضائے حاجت کے لئے جایا جا سکتا ہے یا نہیں مزید یہ کہ کیا قضائے حاجت کے لئے ننگے سر اور ننگے پاؤں جانا جائز ہے؟

والسلام

۱۔ بیک وقت تین چار اذانوں کا جواب کس طرح دیا جائے؟

الجواب بعون الوہاب: بظاہر احادیث اس پر دال ہیں کہ ایک ہی اذان کا جواب دینا کافی ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے۔

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ (رواہ مسلم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی جب تم موذن کی اذان سنو تو جس طرح موذن کہتا ہے تم بھی اسی طرح کہو۔ لیکن اس عموم کا اطلاق "حیعلتین" کا ماسوا پر ہوگا کیونکہ "صحیح مسلم" میں حضرت عمر کی روایت میں بالصراحت موجود ہے کہ (حی علی الصلوۃ) اور (حی علی الفلاح) کی جگہ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) کہنا ہوگا۔ اس حدیث کے تحت امام کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ (قَالَ "مِثْلَ مَایَقُوْلُ" وَلَمْ یَقُلْ "مِثْلَ مَاقَالَ" یُشْعِرَ بِاَنْ یُجِیْبَ بَعْدَ کُلِّ کَلِمَۃٍ مِثْلَ کَلِمَتِہَا) یعنی حدیث میں بصیغہ مضارع یقول کے الفاظ ہیں۔ بصیغہ ماضی (قال) کے نہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ جواب ہر کلمہ کے بعد دینا ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ "نسائی" کی روایت اس بارے میں مصرح ہے جس کے الفاظ یوں ہیں۔

اِنَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ کَمَا یَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ حَتّٰی یَسْکُتَ

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے کلمات اسی طرح دہراتے جس طرح موذن کہتا حتی کہ وہ خاموشی اختیار کرتا۔ اور "صاحب المرعاۃ" فرماتے ہیں کہ اس سے بھی حضرت عمرؓ کی حدیث زیادہ واضح ہے جو "صحیح مسلم" میں بایں الفاظ مروی ہے کہ

(اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ اَحَدُکُمْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔۔۔ الحَدِیْثَ)۔ ان روایات میں بصورت جواب موذن کی پیروی کی صراحت موجود ہے ظاہر ہے کہ ایک ہی وقت میں سب کی پیروی نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی اذان کا جواب کافی ہے جبکہ حدیث میں تعبیر بھی بصیغہ افراد "المؤذن" اس امر کی موید ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۲۔ فوت شدہ نماز حاضر سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں؟

سوال غیر واضح ہے غالباً مقصود یہ ہے کہ فوت شدہ نماز کی قضا حاضر نماز سے پہلے دی جائے یا بعد میں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فوت شدہ نماز کی قضا پہلے دی جائے اور بعد میں موجودہ نماز کو ادا کیا جائے۔ اس مسئلہ پر امام بخاریؒ نے بایں الفاظ تبویب قائم کی ہے۔

بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ الْاُوْلٰی فَالْاُوْلٰی

یعنی فوت شدہ نماز کی قضا بالترتیب ہے پھر مصنف رحمہ اللہ نے "قصہ خندق" سے استدلال کیا ہے جبکہ آپؐ کی نماز عصر قضا ہو گئی تھی۔ تو غروب شمس کے بعد آپ نے پہلے نماز عصر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھی پھر نماز مغرب کو ادا کیا۔ (بخاری مع فتح الباری ج ۲' ص ۷۲)' یاد رہے کہ معقول عارضہ کی بنا پر تقدیم و تاخیر بھی صحیح ہے مثلاً حاضر نماز کا وقت تنگ ہے یا جماعت کھڑی ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ بعد از وتر دو رکعتوں کا حکم

وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنے کا صرف جواز ہے' تاکید نہیں چنانچہ "صحیح مسلم" میں ہے (ثُمَّ يُوتِرُ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ) یعنی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ازاں بیٹھ کر دو رکعتیں ادا کرتے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بلاعذر بیٹھ کر پڑھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پورا ثواب تھا۔ جبکہ امتی کے لئے آدھا ثواب ہے ملاحظہ ہو۔ "صحیح مسلم" جلد اول صفحہ ۲۵۳۔

لہٰذا اجر کی تکمیل کے پیش نظر اگر کوئی ان دو رکعتوں کو پڑھنا چاہے تو کھڑا ہو کر پڑھے اگرچہ نہ پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ رات کی آخری نماز "وتر" بن سکے جس طرح کہ حدیث میں بصیغہ امر موجود ہے۔ اِجْعَلُوا آخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا (رواہ مسلم بحوالہ مشکوۃ)

اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ امر فعل پر مقدم ہوتا ہے اس لئے کہ فعل میں خصوصیت کا احتمال ہوتا ہے جبکہ امر میں یہ شے نہیں۔

۴۔ سجدہ تلاوت فوری کیا جائے یا تاخیر سے بھی ہو سکتا ہے؟

سجدہ تلاوت میں چونکہ دو قولوں میں ایک قول کے مطابق طہارت شرط نہیں لہٰذا بالا تاخیر کر لینا چاہیے۔ "صحیح بخاری" کے ترجمۃ الباب میں ہے کہ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْجُدُ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ بلا وضوء سجدہ تلاوت کر لیا کرتے تھے۔ پھر مصنف کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں سورہ نجم کی تلاوت فرمائی اور آپؐ کے ساتھ مسلمان اور مشرکین' جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔ وہ استدلال یہ ہے کہ مشرک کی عدم اہلیت کے باوجود اس کا فعل "سجدہ" سے موسوم ہے لہٰذا ایک مسلم کا سجدہ تو ہر حالت میں بطریق اولیٰ شرعی سجدہ ہی قرار پائے گا۔ مزید یہ کہ عمومی مجالس میں عادتاً ہر شخص باوضو بھی نہیں ہوتا۔ پس بلا تفصیل تمام کا سجدہ گزرنا طہارت کے عدم اشتراط کی دلیل ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۵۵۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں جب چارپائی وغیرہ پر نماز پڑھی جا سکتی ہے تو سجدہ تلاوت بھی ہو سکتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "فتاوی اہلحدیث" ج ۱ ص ۳۲۹ شیخنا محدث روپڑی رحمۃ اللہ)

۵۔ بوقت اذان بیت الخلا جانے کا حکم؟

قضائے حاجت کی خاطر جب نماز کو موخر کیا جا سکتا ہے تو بوقت اذان بیت الخلا جانے کا بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ قضائے حاجت انسان کی ایک اضطراری حالت ہے۔

جس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں سُبْحَانَ مَنْ تَنَزَّهَ عَنِ الْعَجْزِ

نیز محل نجاست ننگے پاؤں جانے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ طہارت و پاکیزگی عبادات کی قبولیت میں اولین شرط ہے اور جہاں تک ایسے مقامات پر ننگے سر جانے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

واللہ علم بالصواب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسط نمبر ۱

تذکرۃ المشاہیر عبدالرشید عراقی

امام محمدؒ بن اسمٰعیل بخاری

اور

ان کی علمی خدمات

محدثین کے گروہ میں امام محمد بن اسمٰعیل بخاری کو جو خاص مقام حاصل ہے اس سے کون واقف نہیں ہے۔ امام بخاری وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنی ساری زندگی خدمت حدیث میں صرف کردی اور اس میں جس قدر ان کو کامیابی ہوئی اس سے ہر وہ شخص جو تاریخ سے معمولی سی واقفیت رکھتا ہے وہ اس کو بخوبی جانتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ امام المحدثین اور "امیرالمومنین فی الحدیث" کے لقب سے ملقب ہوئے اور ان کی پرکھی ہوئی حدیثوں اور جانچے ہوئے راویوں پر کمال وثوق کیا گیا اور ان کی مشہور کتاب الجامع الصحیح بخاری کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا خطاب دیا گیا۔

نام و نسب و ابتدائی حالات: امام بخاری کا نام محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ ہے۔ کنیت ابوعبداللہ اور لقب امام المحدثین اور امیرالمومنین فی الحدیث ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ بردزبہ فارس کے رہنے والے تھے اور مذہباً "مجوسی تھے۔

امام بخاری کے پردادا مغیرہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور اس زمانہ کا قاعدہ یہ تھا کہ جس شخص کے ہاتھ پر اسلام لاتے تھے اسی کی نسبت سے نومسلم مشہور ہوجاتے تھے۔ مغیرہ چونکہ حاکم بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اسی لئے جعفی کہلائے حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ء) لکھتے ہیں۔

نُسِبَ اِلَيْهِ الْجُعْفِيِّ نَسَبًا وَلَا عَمَلًا بِمَذْهَبِ مَنْ يَرٰى اَنَّ مَنْ اَسْلَمَ عَلٰى يَدِهٖ شَخْصٌ كَانَ وَلَاءُهٗ لَهٗ وَاِنَّمَا قِيْلَ لَهُ الْجُعْفِيُّ لِذٰلِكَ

جعفی اسلام لانے کی وجہ سے مشہور ہوئے اس لئے کہ (یمان جعفی) کے ہاتھ پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور جعفی خاندان سے ویسے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام بخاری کے والد ابوالحسن اسمٰعیل بن ابراہیم بڑے پایہ کے محدث تھے۔ آپ کے اساتذہ میں امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) اور امام عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) کے نام ملتے ہیں۔ امام بخاری نے ان کا متصل تذکرہ اپنی تصنیف تاریخ کبیر میں کیا ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خطیب قسطلانی (م ۹۲۳ھ) نے "ارشاد الساری" کے مقدمہ میں حافظ ابن حبان کی کتاب الثقات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اسمٰعیل نے حماد بن زید، امام مالک، ابو معاویہ اور دیگر اعیان زمانہ سے احادیث روایت کیں۔

اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ وَالِدُ الْبُخَارِیِّ یَرْوِیْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَیْدٍ وَّمَالِکٍ وَّرَوٰی عَنْہُ الْعَرَاقِیُّوْنَ

علامہ اسمٰعیل بن ابراہیم بہت پاکیزہ نفس اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ امام بخاری کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آپ کے والد کا شمار جلیل القدر محدثین کے گروہ میں ہوتا ہے اور یہ فخر اسلام میں چیدہ لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔

امام بخاری کی والدہ بھی بہت عبادت گزار اور صاحب کرامات تھیں اللہ سے دعا کرنا، رونا اور عاجزی کرنا ان کا خاص حصہ تھا۔ امام بخاری کی صغرسنی میں آنکھیں خراب ہوگئیں اور بصارت جاتی رہی امام صاحب کی والدہ اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی انکساری اور عاجزی سے دعا کرتی تھیں کہ اے اللہ میرے بچے کی بینائی درست فرمادے۔ ایک دن ان کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ وہ فرما رہے ہیں کہ تمہارے رونے اور دعا کرنے سے تمہارے بیٹے کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے درست کردی ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے جس شب خواب دیکھا اسی صبح کو میرے بیٹے کی آنکھیں درست ہوگئیں۔

علامہ سبکی لکھتے ہیں:

یعنی محمد بن اسمٰعیل کی بصارت جاتی رہی اور ان کی والدہ ان کے لئے دعا کرتی تھیں اور انہوں نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو آپ سے فرمارہے تھے کہ تمہارے کثرت سے رونے اور دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کی بینائی درست کردی ہے۔

ولادت: امام محمد بن اسمٰعیل بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بروز جمعہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ بخارا خراسان کا مشہور شہر ہے۔ فتوحات اسلامیہ سے پہلے یہ شہر ملوکِ سامانیہ کا دارالخلافہ تھا۔ یہ شہر بنو امیہ کے دور میں اسلامی سلطنت میں داخل ہوا۔

تعلیم و تربیت: امام بخاری صغیرالسن ہی تھے کہ آپ کے والد اسمٰعیل بن ابراہیم نے انتقال کیا۔ اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ کی آغوش میں ہوئی امام صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تحصیل علم کا زمانہ بچپن ہی سے شروع ہوتا ہے۔ ابتدائی تعلیم میں علم فقہ پر توجہ کی اور امام وکیع اور امام عبداللہ بن مبارک جیسے اساتذہ فن کی تصنیفات کا مطالعہ کیا اور ۱۵ برس کی عمر میں ہی فقہ کی تعلیم سے فارغ ہوگئے۔

سفر حج: ۱۶ سال کی عمر میں امام بخاری مع اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے آپ کی والدہ اور بھائی حج سے فراغت کے بعد بخارا واپس آگئے اور امام بخاری مکہ معظمہ میں قیام فرما رہے۔ مکہ معظمہ میں آپ کا قیام دو سال رہا اور اس کے بعد آپ ۱۸ سال کی عمر میں مدینہ منورہ چلے گئے قیام مدینہ میں آپ نے روضہ نبوی کے پاس چاندنی راتوں میں "قضایا الصحابہ والتابعین" اور "تاریخ کبیر" تصنیف کی۔

سماع حدیث کے لئے سفر: رحلت (سفر) محدثین کی اصطلاح میں وہ سفر ہے جو حدیث یا حدیث کی اسناد عالی حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری نے سماع حدیث کے لئے سفر کا آغاز ۲۱۰ھ میں کیا اور اس سلسلہ میں شام، مصر، جزیرہ حجاز مقدس، کوفہ اور بغداد کا سفر کیا۔ بصرہ آپ چار مرتبہ گئے اور بغداد کا سفر آپ نے ۸ مرتبہ کیا آپ نے ہر جگہ اساطینِ فن سے استفادہ کیا۔

اساتذہ و شیوخ: امام بخاری کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے حافظ ابن حجر نے امام صاحب کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ۔

كَتَبْتُ عَنْ أَلْفٍ وَثَمَانِينَ نَفْسًا لَيْسَ فِيهِمْ إِلَّا صَاحِبُ حَدِيثٍ

میں نے ۱۰۸۰ آدمیوں سے حدیثیں لکھیں ان میں سب کے سب محدث تھے۔

آپ کے چند مشہور اساتذہ کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

امام محمد بن سلام بیکندی: ان کا شمار ممتاز محدثین کرام میں ہوتا ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک اور امام سفیان بن عیینہ کے شاگرد تھے۔ امام مالک بن انس کے ہم عصر تھے علوم اسلامیہ کی تحصیل و اشاعت میں ۸۰ ہزار درہم صرف کئے ۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

امام عبداللہ بن محمد مسندی: ان کا شمار بھی ممتاز محدثین کرام میں ہوتا ہے۔ امام سفیان بن عیینہ اور امام فضیل بن عیاض کے شاگرد تھے۔ ۱۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ارباب سیر اور محدثین کرام نے ان کی عدالت و ثقاہت اور حفظ و ضبط کا اعتراف کیا ہے۔

یحیٰی بن معین: فن حدیث میں ایک اہم شعبہ اسماء الرجال ہے۔ اس میں حدیث کے رواۃ پر اس حیثیت سے بحث ہوتی ہے کہ کون راوی قابل اعتماد ہے۔ اور کون ناقابل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتماد یا راوی کی اخلاقی زندگی کیسی ہے اس میں عقل و فہم کا ملکہ کس قدر ہے۔ اس کے علم اور قوت حافظہ کا کیا حال ہے۔ امام یحیٰ بن معین اس فن کے امام ہی نہیں بلکہ امام الائمہ سمجھے جاتے ہیں ۔ یحیٰ بن معین کے اساتذہ میں امام عبداللہ بن مبارک امام وکیع بن الجراح اور یحیٰ بن سعید القطان کے نام ملتے ہیں۔ امام یحیٰ بن معین کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی ساری زندگی صحیح اور غیر صحیح روایات کی تمیز کرنے میں صرف کردی۔ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) جو آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں فرمایا کرتے تھے کہ جو روایت یحیٰ بن معین کو معلوم نہ ہو اس کی صحت مشکوک ہے ۔ امام یحیٰ بن معین نے ۲۳۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

امام علی بن مدینی : امام علی بن مدینی کا شمار اکابر محدثین کرام میں ہوتا ہے۔ جرح و تعدیل کے امام تھے۔ آپ کے اساتذہ میں یحیٰی بن سعید القطان سفیان بن عیینہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی (م ۱۹۸ھ) اور امام ابو داؤد طیالسی کے نام ملتے ہیں ۔ امام علی بن مدینی کے علم و فضل ' تبحر علمی ' حفظ و ضبط اور عدالت و ثقاہت کا علمائے فن نے اعتراف کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی بن مدینی کو علم حدیث کے لئے پیدا کیا۔

امام علی بن مدینی اخلاق و عادات میں سلف کا نمونہ تھے۔ ان کی زندگی کا ہر گوشہ اتنا پاکیزہ اور پرکشش تھا کہ۔

كَانَ النَّاسُ يَكْتُبُوْنَ لِبَاسَهٗ وَقُعُوْدَهٗ وَلِبَاسَهٗ وَكُلَّ شَيْءٍ يَقُوْلُ وَيَفْعَلُ

ان کی چال ڈھال ' نشست و برخاست ' ان کے لباس کی کیفیت غرض ان کے ہر قول و عمل کہ لوگ لکھ لیا کرتے تھے۔

ان ہی اوصاف کا کرشمہ تھا کہ جب تک ان کا قیام بغداد میں رہتا ۔ سنت کا چرچا بڑھ جاتا اور شیعیت کا زور گھٹ جاتا اور جب آپ بغداد سے بصرہ چلے جاتے تو شیعیت کا زور دوبارہ ہو جاتا ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام یحیٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ۔

وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ إِذَا قَامَ حَلَّنَا أَظْهَرَ السُّنَّةَ وَإِذَا ذَهَبَ إِلَى الْبَصْرَةِ أَظْهَرَ التَّشَيُّعَ

امام علی بن مدینی نے ۲۳۴ھ میں انتقال کیا۔

(جاری ہے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تذکرۃ المشاہیر عبدالرشید عراقی

حضرت مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلویؒ

مولانا عبدالجبار ۱۸۹۷ء/۱۳۱۴ھ ضلع جے پور راجپوتانہ (ہند) میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حافظ اللہ بخش سے حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی کا رخ کیا یہاں آپ نے کئی سال رہ کر عربی اور دینی علوم میں تکمیل کی۔

آپ کے اساتذہ کرام یہ ہیں۔

مولانا عبدالوہاب دھلوی جھنگوی۔ مولانا عبدالوہاب نابینا دہلوی' مولانا احمد اللہ دہلوی' مولانا حافظ عبدالرحمان پنجابی شاہ پوری' برادر مولانا فقیر اللہ مدراسی' مولانا عبدالرحمان ولایتی' مولانا ابو سعید شرف الدین دھلوی' مولانا حافظ عبداللہ امرتسری روپڑی۱۔ مولانا عبدالقادر لکھوی' مولانا عطاء اللہ لکھوی۲۔ اور مولانا ابو العلی عبدالرحمان محدث مبارک پوری صاحب "تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی (م ۱۳۵۳ھ)۳۔

۱۹۱۷ء/۱۳۳۵ھ میں آپ درس نظامی کی تکمیل سے فارغ ہو گئے۔

مسند تدریس و تعلیم:

تکمیل تعلیم کے بعد کھنڈیلہ' دہلی' رنگون' دربھنگہ' لاہور' اوکاڑہ میں کم و بیش ۴۵ سال تک درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اور اس مدت میں سینکڑوں طلباء اور شائقین آپ کے فیوض علمیہ سے مستفیض ہوئے۔۴۔

آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا حافظ عبدالخالق رحمانی کراچی (آپ کے صاحبزادے) مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح مرحوم' مولانا حافظ محمد اسحاق شیخ الحدیث مسجد قدس' چوک دالگراں لاہور۔ اور مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف سابق مدیر ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور

تصانیف:

آپ کی تصانیف کی تعداد ۸ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث پر آپ کی تصانیف یہ ہیں!

۱۔ مقدمہ صحیح بخاری (عربی) صحیح بخاری سے متعلقہ مباحث پر تفصیلی اور علمی کتاب (غیر مطبوعہ)

۲۔ حاشیہ صحیح بخاری (عربی) غیر مطبوعہ

مولانا مطالعہ کے بہت عادی تھے خصوصاً حدیث سے بہت شغف تھا۔ حدیث کے مطالعہ کے دوران جو مشکل مباحث پیش آتے۔ وہ آپ استاد علمائے کرام سے بذریعہ خط دریافت کرتے۔ جن ممتاز علمائے کرام سے آپ نے استفسار فرمایا۔ ان میں مولانا حافظ عبداللہ روپڑیؒ مولانا احمد اللہ دھلویؒ مولانا محمد سعید شرف الدین دھلویؒ مولانا محمد زکریا حنفی سہارن پوریؒ مولانا عبدالجلیل سامرویؒ۔ مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری مدظلہ العالی مولانا محمد اسماعیل السلفیؒ اور مولانا حافظ محمد گوندلویؒ شامل ہیں۔۱

آپ کے تلمیذ رشید مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ آپ کی شخصیت کے متعلق لکھتے ہیں!

> شخصیت بارعب اور وجیہ' بود و باش سادہ' لیکن نفیس' قناعت پسند' فقر و درویشی کا مرقع' خاموش طبع' خلوت گزین' دینی معاملات میں غیور' ارباب دولت سے نفور' ذوق خالص علمی اور تحقیقی' حدیث اور اس سے متعلقہ علوم پر وسیع نظر' فقہ الحدیث میں خاص درک' اور فقہی مسائل پر عبور کامل اور اخلاق و عادات میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۲۔

وفات:

۲/ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ (۴/ اگست ۱۹۶۲ء) کو اوکاڑہ میں انتقال کیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل السلفیؒ کی ذات محتاج تعارف نہیں آپ کا شمار علمائے اہل حدیث کے سرخیل علماء میں ہوتا ہے۔ آپ ایک شعلہ نوا مقرر' بلند پایہ خطیب' بہترین مدرس' بہت بڑے سیاستدان' محدث' فقیہ' مورخ اور ادیب تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۰۰ء میں موضع "دھونیکی" تحصیل وزیر آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی محمد ابراہیم اپنے وقت کے مشہور خوشنویس تھے۔ بہت عرصہ تک مولانا محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) کا رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں کتابت کرتے رہے۔ "تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع ترمذی" از مولانا عبدالرحمان مبارک پوریؒ کی کتابت بھی آپ نے کی تھی۔ مولوی محمد ابراہیم نے ۱۹۴۰ء میں وفات پائی اور گوجرانوالہ میں مدفون ہوئے۔

مولانا محمد اسماعیل نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ بعد ازاں مولانا عمرالدین وزیر آبادی اور مولوی تاج الدین سے بھی پڑھا۔ اس کے بعد سنن نسائی مولانا عبدالقادر بن مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادیؒ سے پڑھی اور بقیہ کتب صحاح ستہ و تفسیر مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادیؒ سے پڑھے۔ آپ تقریباً ۷ سال حضرت حافظ صاحب کے زیر تعلیم رہے۔

وزیر آباد میں تکمیل تعلیم کے بعد دہلی کا رخ کیا تو دہلی میں آپ نے مولانا عبدالجبار عمرپوری "مولانا عبدالوہاب دہلویؒ بانی جماعت غربا اہل حدیث' مولانا عبدالرحمان ولایتی سے تحصیل علم کے بعد واپس پنجاب آ گئے اور شیخ پنجاب کی خدمت میں حاضر ہو کر دوبارہ تفسیر و حدیث کی سند حاصل کی۔

وزیر آباد میں قیام کے بعد دوبارہ دہلی مراجعت فرما ہوئے۔ انہی دنوں عالمی جنگ زوروں پر تھی۔ دہلی میں حالات کافی حد تک خراب تھے۔ مولانا مستقل طور پر اپنے سبق تو شروع نہ کر سکے۔ تاہم مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ کے درس قرآن میں برابر شریک ہوتے رہے۔ اور ان سے پورا استفادہ کیا۔

اس کے بعد امرتسر تشریف لے آئے۔ وہاں آپ نے مولانا محمد حسین ہزارویؒ جو مدرسہ تقویۃ اسلام میں معانی و فقہ کے استاد تھے' ان سے تعلیم حاصل کی اور ساتھ مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ تلمیذ خاص مولانا عبدالجبار غزنویؒ سے تعلیم حاصل کی۔

امرتسر میں تکمیل تعلیم کے بعد سیالکوٹ پہنچے اور مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ سے تکمیل تعلیم کی۔

تکمیل تعلیم کے بعد ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی تجویز پر گوجرانوالہ میں مسجد حاجی پورہ میں آپ کا تقرر ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد مولانا علاء الدین خطیب جامع مسجد چوک نیائیں کا انتقال ہو گیا۔ تو مولانا محمد اسماعیلؒ مسجد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاجی پورہ سے مسجد چوک نیائیں میں منتقل ہو گئے۔ اور یہاں آپ نے مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے ساتھ حضرت العلام حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی بطور نائب مدرس تھے۔ اس مسجد میں آپ کا قیام تا وفات ۱۳۸۷ھ تک رہا۔ اس دوران میں آپ سے بے شمار حضرات نے استفادہ کیا۔ اور ان میں بعض ایسے حضرات بھی شامل ہیں' جو بعد میں نامور مصنف اور مسند تدریس کے مالک بنے۔ مولانا محمد حنیف ندوی ممبر اسلامی مشاورتی کونسل حکومت پاکستان آپ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں۔[۱]

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست میں بھی حصہ لیتے رہے۔ "تحریک استخلاص وطن" اور "تحریک ختم نبوت" کے سلسلہ میں کئی بار جیل گئے۔

تصانیف:

آپ کی تصانیف کی تعداد ۹ ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ تحریک آزادی فکر اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی

یہ مولانا مرحوم کی معرکۃ الاراء تصنیف ہے۔ عمل بالحدیث و رد تقلید کے سلسلہ میں ہے۔ ان کی زندگی میں بریلوی اور دیوبندی علماء کی طرف سے اہل حدیث پر کئے گئے اعتراضات کا مکمل جواب ہے۔ حنفی اور اہل حدیث کے درمیان جن فقہی و اجتہادی مسائل کا اختلاف ہے اور اس کا جو حل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے پیش کیا ہے۔ اس کو مولانا مرحوم نے اس کتاب میں پیش کیا ہے۔

۲۔ جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث۔ (مولانا مودودیؒ کے مسلک حدیث پر تنقید کے جواب میں)

۳۔ اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ۔ (۴) امام بخاریؒ کا مسلک' (۵) حدیث کا مقام قرآن کی روشنی میں (۶) زیارۃ القبور(۷) مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادلۂ شرعیہ کی روشنی میں مدیر "تجلی" دیوبند کے ایک مضمون کے جواب میں (۸) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز

(۹) ترجمہ مشکوۃ المصابیح (اردو) صرف ربع اول کا ترجمہ کیا۔

جماعت اہل حدیث کی ترقی و ترویج کے سلسلہ میں آپ کی خدمات جلیلہ:

جماعت اہل حدیث اور مسلک اہل حدیث کی ترقی و ترویج میں آپ کی گرانقدر خدمات ہیں۔ آپ شروع سے ہی "آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس" سے وابستہ ہو گئے۔ اور مجلس قائمہ کے ممبر منتخب ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کو جماعت اہل حدیث کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنظیم پر آپ ہی نے آمادہ کیا۔ چنانچہ مولانا غزنوی مرحوم آپ کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے میدان میں آ گئے چنانچہ مولانا غزنوی پہلے صدر مقرر ہوئے اور آپ ناظم اعلیٰ۔

۱۶ سال تک آپ "جمعیت اہل حدیث" کے ناظم اعلیٰ رہے۔ اس دوران آپ نے جماعت کی ترقی و فلاح کے لئے بہت کام کیا۔ "جامعہ سلفیہ" قائم کیا اور اس کے علاوہ بہت سے اہم امور بھی سرانجام دیئے۔ ۱۹۶۳ء میں مولانا داؤد غزنویؒ کے انتقال کے بعد آپ "جمعیت اہلحدیث" کے امیر مقرر ہوئے۔ اور آپ تا وفات ۱۹۶۸ء/۱۳۸۷ھ امیر رہے۔

آپ کا قلم ہمیشہ مسلک اہل حدیث کی ترقی و ترویج میں رواں دواں رہا۔ جس کسی نے بھی کسی وقت حدیث، ائمہ حدیث، مسلک اہل حدیث یا جماعت اہل حدیث پر کوئی اعتراض کیا، آپ کا قلم فوراً حرکت میں آگیا۔ اور آپ اس ٹھوس اور قوی دلائل سے جواب دیتے کہ مخالف دم بخود رہ جاتے اور انہیں دوبارہ لکھنے یا جواب دینے کی ہمت نہ پڑتی۔

مولانا محمد اسماعیلؒ جملہ علوم و فنون کے جید عالم تھے۔ عربی، فارسی اور اردو کے بہترین ادیب تھے۔ جس طرح تقریر میں عربی، فارسی اور اردو میں کامل عبور تھا۔ اسی طرح عربی، فارسی اور اردو تحریر کے بھی بادشاہ تھے۔ عالم باعمل، شب زندہ دار اور سلف صالحین کا نمونہ تھے۔

آپ اکابر علمائے اہل حدیث کی جملہ صفات کے حامل اور ایک مثالی شخصیت تھے۔ آپ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کا ورع اور تقویٰ، مولانا عبدالرحمان مبارک پوریؒ کی تواضع، مولانا عبدالواحد غزنویؒ کا ذوق قرآن فہمی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی انگریز دشمنی، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا ذوق تالیف، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کا جوہر خطاب، مولانا عبدالوہاب دھلویؒ کا پختگی سنت، مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی وسعت علم، مولانا عبدالقادر قصوری کی متانت اور عمق فکر، مولانا حافظ عبداللہ امرتسری روپڑیؒ کا ملکہ افتاء، مولانا عبدالجبار غزنویؒ کی محبت حدیث، مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادیؒ کا شوق کتب، مولانا سید محمد نذیر حسینؒ دھلوی کی تدریس حدیث، اور مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کی معاملہ فہمی اور وسعت قلبی، یہ سب صفات ایک مولانا محمد اسماعیلؒ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد

داخلہ

جامعہ کے درج ذیل شعبوں میں داخلہ شروع ہے

(۱) پرائمری پاس طلبہ کے لئے المتوسط (۲) المتوسط پاس طلبہ کے لئے الثانویہ
(۳) الثانویہ پاس طلبہ کے لئے العالیہ (۴) العالیہ پاس طلبہ کے لئے الفضیلۃ

مڈل اور میٹرک طلبہ کے لئے خصوصی شعبہ کا اہتمام

علاوہ ازیں شعبہ حفظ و تجوید

امتیازی خصوصیات: مدینہ یونیورسٹی سے جاری معادلہ کے علاوہ

☆ مکمل دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ بی اے تک سکول، کالج کی تعلیم کا اہتمام
☆ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے جامعہ ہذا کی شہادۃ العالیہ ایم اے عربی کے مساوی تسلیم شدہ
☆ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے معادلہ کی بناء پر یونیورسٹی میں داخلہ کی سہولت
☆ قیام، طعام، تعلیم بالکل مفت
☆ حسب استعداد، صلاحیت و ضرورت ماہوار وظائف

طبیب بنئے: میٹرک پاس یا دینی مدارس کے فاضل حضرات کے علاوہ ثانویہ۔ موقوف علیہ کے منتہی حضرات جامعہ طبیہ اسلامیہ میں داخلہ حاصل کریں۔ طب اسلامی کو خدمت خلق اور معیشت کا ذریعہ بنائیں اور دینی علوم سے بہرہ ور ہو کر دعوت الی اللہ اور قرآن و سنت کے معلم بنیں۔

دینی طلبہ کے لئے: داخلہ کی درخواستیں مع فوٹو سٹیٹ اسناد اور اخلاق سرٹیفکیٹ فوراً پہنچ جانی چاہئیں داخلہ "پہلے درخواست، پہلے داخلہ" کی بنیاد پر ہوگا۔ درخواست پر والد یا سرپرست کے دستخط ضروری ہیں۔ داخلہ کے وقت سرپرست کا ہمراہ آنا ضروری ہوگا

عبدالرحیم اشرف، فون: ۲۳۰۹۱، ۵۰۳۸۴
جامعہ تعلیمات اسلامیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد مسعود عبدہ

تبصرۂ کتب

نام کتاب: "عالم برزخ"

مؤلف: عبدالرحمان عاجز

ناشر: رحمانیہ دارالکتب۔ امین پور بازار فیصل آباد

ہر روز اٹھتے جنازوں اور ہنگاموں سے بھرپور بستیوں کے دامن میں قبرستانوں کے سناٹوں کو دیکھ کر انسان شعوری یا لاشعوری طور پر بے ساختہ یہ کہنے پہ مجبور ہوتا ہے۔

دل دھڑکنے کو زندگی نہ کہو
موت کا اضطراب ہوتا ہے

مگر خوگر پیکر محسوس انسان کی عقل و دانش یہیں تک دم توڑ دیتی ہے۔

فکری تجسس کبھی اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ

(النازعات: ۱۰) کیا ہم پھر پہلی حالت پر لوٹائے جائیں گے؟ کبھی اس خیال میں بھٹکنے لگتا ہے۔ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے

اور پھر شیطان اس سلسلہ میں انسان کو تباہ کن افکار میں دھکیلتا چلا جاتا ہے لیکن انسان کے سانسوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جب ٹوٹ جاتا ہے ہنستا کھیلتا، چلتا پھرتا اور بولتا انسان جب ہمیشہ کے لئے بے جان لاشہ بن جاتا ہے جب قبر کے چوکھٹے میں جڑ کر اس کے رشتہ دار اور دوست اسے مٹی میں دبا دیتے ہیں تو اس کے بعد اس پر کیا بیتتی ہے؟ اس کی صحیح سچی اور محکم تفصیلات تو صرف وہی ذات ہمہ صفات ہی بیان کر سکتی ہے جس نے انسان کو "کچھ نہیں" سے قابل ذکر وجود بخشا، حصول علم کے لئے حواس عطا فرمائے۔ اس عالم رنگ و بو پر حکمرانی کے لئے عقل و ہوش سے نوازا۔ اس پر مزید اگر کوئی ہستی علم و حکمت روشنی ڈال سکتی ہے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انہوں نے موت کے بعد کے عالم کو جس طرح کا بیان فرمایا۔ جناب عبدالرحمان عاجز نے اس کو بخوبی بیان فرمایا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (المومنون: ۱۰۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پردہ کے اس پار۔۔۔۔ کا عالم کیسا ہے؟ "عالم برزخ" کے لغوی معنی کیا ہیں؟ قبر کی زندگی کیسی ہے؟ قبر میں عذاب و ثواب کا صرف روح سے تعلق ہے یا بدن سے بھی اس کا واسطہ ہو گا؟ روح کی ماہیت کیا ہے؟ روحوں کا مستقر کیا ہے؟

انسانی ذہن میں پیدا ہونے والے ایسے تمام سوالات کے جوابات موصوف نے بڑے احسن انداز میں پیش کئے ہیں۔

۶۲۴ صفحات پر مشتمل زیر تبصرہ کتاب "عالم برزخ" سفید عمدہ کاغذ' خوبصورت جلد، مقبولیت کا یہ عالم کہ ماشاء اللہ پانچواں ایڈیشن ہمارے سامنے ہے۔

کتاب میں عالم برزخ سے متعلق اساسی یا ضمنی کوئی بھی پہلو ایسا نہیں جس کا ذکر آپ کو اس کتاب میں نہیں ملے گا۔

مردے مردوں کی تعزیت کس طرح کرتے ہیں۔ قبر میں فرشتے کیسے داخل ہوتے ہیں۔

میت چاہے جلا کر راکھ کر دی جائے اور اس راکھ کو دریاؤں یا سمندروں میں بہا دیا جائے مگر مرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرشتوں کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا۔

مرنے والے اگر اعمال صالح ہیں تو عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ اسے کیسی کیسی نعمتوں سے نوازیں گے اس کی تفصیل بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گی اور بدکار لوگوں کو کتنے ہیبت ناک عذاب کا سامنا کرنا ہو گا۔ اس کی بھی مدلل وضاحتیں ملیں گی۔

انہیں کی تصنیف "موت کے سائے" کی طرح اس کتاب کی بھی ابتدا اور آخر میں جلیل القدر علماء کی آراء اور تبصرے شامل ہیں۔

میرے خیال میں اس کتاب کی عبارتیں ہمارے اس یقین کو پختہ تر کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں جن کی ناپختگی سے ہمیں بہت سے نقصان پہنچنے کے احتمال ہوتے ہیں۔ ایمان کا وہی سرمایہ یقین ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى ٱلْخَٰشِعِينَ ﴿٤٥﴾ ٱلَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَٰقُوا۟ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَٰجِعُونَ ﴿٤٦﴾

(البقرہ: ۴۵، ۴۶)

ترجمہ: بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے مگر ان فرمانبردار بندوں کے لئے مشکل نہیں ہے۔ جو یقین رکھتے ہیں کہ آخر کار انہیں اپنے رب سے ملنا اور اسی طرف پلٹ جانا ہے۔ معلوم ہوا موت کے بعد کی زندگی کے تمام مراحل کا یقین ہمیں اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار بننے میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ اس میں ذرا سی غفلت یا تشکیک ہماری بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔

سورۂ یونس میں ہمیں موت کے بعد کی زندگی کو یاد رکھنے کی اہمیت کو ہر لحہ یاد رکھنے کی ہدایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا وَرَضُوا۟ بِٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَٱطْمَأَنُّوا۟ بِهَا وَٱلَّذِينَ هُمْ عَنْ ءَايَٰتِنَا غَٰفِلُونَ ۝٧ أُو۟لَٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمُ ٱلنَّارُ بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ۝٨

(یونس: ۷،۸)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی ہی پر راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں۔ اور یہی لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ان کی کمائی (برائیوں) کے سبب ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

گویا "موت کے بعد کی زندگی" کے خد و خال قرآن و حدیث میں جس طرح بیان کئے گئے ہیں۔ ہمارے خیال و یقین میں جتنے گہرے پیوست ہوں گے اللہ عز و جل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہمارے لئے اتنی ہی آسان ہوگی۔

حال ہی میں جہاد افغانستان میں پندرہ لاکھ سے زائد اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے شہداء کی سب سے بڑی قوت ان کا یہی یقین تھا کہ موت کی بعد شہید کی زندگی اتنی ہی عظیم الشان ہوتی ہے جتنی اللہ عز و جل نے بیان فرمائی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝١٦٩

(آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ اپنے پروردگار کے پاس زندہ اور رزق پاتے رہے ہیں۔

غرض بحیثیت مجموعی مصنف کتاب جناب عبدالرحمٰن صاحب عاجزؔ قارئین کے دلوں میں موت کے بعد کی زندگی کو یاد رکھنے کا احساس دلانے میں کامیاب ہیں' نثر اور اشعار--- دونوں میں ان کی یہ کوشش قابل تحسین ہے۔

لیکن ڈیڑھ صدی سے ہم میں سے ہی ایک تعداد ایسی بھی ہے جو انسانی دماغوں سے ابلتے ہوئے علوم کی دریافتوں اور مہماتی کامیابیوں کو دیکھ کر اتنے مبہوت و مغلوب ہو چکے ہیں کہ بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زندگی کا تصور اول تو ہے ہی نہیں اگر ہے بھی تو۔۔۔ اتنا مضبوط یقین نہیں۔تشکیک کا مرض ان کے دماغوں میں سمو گیا ہے!

میرے خیال میں اپنی تحریروں میں ہمیں اس مہلک مرض میں مبتلا افراد کو بھی مخاطب تصور کرلینا چاہیے اور اپنی روائیت اور درائیت کی عظمت کو بر قرار رکھتے ہوئے متجدد موضوعات سے متعلق ان علوم کا بھی مطالعہ کرکے حوالوں کا اہتمام کرلینا چاہیے جن علوم نے انہیں مسحور کر رکھا ہے۔ یقین مانئے انسانی دماغوں سے نمودار ہونے والا کوئی علم بھی ایسا نہیں جس کے وجود کی نشاندہی "علم الوحی" میں موجود نہ ہو۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (زمر: ۲۷)

ترجمۃ اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ھدایت کے لئے ہر قسم کے مضمون بیان کردیئے ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کرتے رھیں۔

علاہ ازیں یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ انسانی علوم کو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جتنی زیادہ بصیرت اور وسعت نصیب ہوتی جارہی ہے اتنی ہی شد و مد کی ساتھ علم الوحی کی تصدیق ہوتی جارہی ہے۔

نیند ہی کے موضوع کو لیجئے عصر حاضر میں سر فہرست دو علم (ا) علم الطبیعہ "Physical Sience" اور علم النفس "Psychology" ہیں۔ جن سے پڑھا لکھا طبقہ زیادہ مسحور و مرعوب ہے۔

دودنوں نیند کے بارہ میں جن خیالات کا اظہار کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

نیند۔۔ کا تعلق ۔۔۔دماغی اغشیاء اور دیگر ان بافتوں سے ہوتا ہے جو آلات حس و ادراک کہلاتے ہیں۔

جب دماغی اغشیاء اور بافتوں سے پیدا ہونی والی رطوبتیں ان آلات حس و ادراک پر غالب آجاتی ہیں تو انسان سو جاتا ہے۔ سونے کے بعد۔۔۔ اس کی آنکھیں۔ اپنے ماحول کو نہیں دیکھ سکتیں کان سن نہیں سکتے۔ ہاتھ۔۔حرکت نہیں کرسکتے' زبان بول نہیں سکتی بالکل اس طرح جس طرح مردہ اپنے اردگرد سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھیں کھلی رہنے کے باوجود بصارت سے' کان ۔۔سماعت سے' اور زبان نطق سے محروم ہو جاتی ہے۔

گویا مردہ اور سونے والا دونوں ایک سے ہی ہوتے ہیں' ماہر طبیعات یا ماہرین نفسیات تو ایک طرف نیند کے بارہ میں ہر ملک ہر قوم میں اسی مفہوم کا جملہ سب کی زبانوں میں موجود ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سونے والا اور مردہ۔۔۔ دونوں ایک سے ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں نیند کو موت کے مترادف قرار دیتے ہوئے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى

(انعام: ۶۰)

ترجمہ: اور وہی ہے جو رات کو تمہیں مارتا ہے اور جانتا ہے جو تم نے دن میں کیا پھر وہ تمہیں زندگی کی عالم میں واپس کر دیتا ہے۔ تاکہ تم موت کی معینہ مدت پوری کر سکو!

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رات کو سونے سے پہلے پڑھی جانے والی دعا میں بھی نیند کو موت ہی نام دیا ہے۔

ترجمہ: اے اللہ تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور تیرے ہی نام سے زندگی پاؤں گا

ثابت ہوا کہ ہر علم جب بھی کسی ٹھوس فیصلہ پر پہنچے گا تو اس کے فیصلہ کی عبارت قرآن و حدیث کی موید ہو گی۔

صرف نیند ہی کیا "خواب" (Dream) کے بارے میں بھی جدید انکشافات ہمارے سامنے آئے ہیں وہ بھی اللہ عزوجل کی قرآن حکیم میں پیش کردہ ارشادات کی تائید مزید کرتے نظر آتے ہیں۔

اب آپ اس طبقہ کو لیجئے جو ہر حقیقت کی اساس تجربہ اور مشاہدہ ہی کو قرار دیتا ہے۔ تو کیا اس کے لئے ہر روز کا یہ تجربہ یا مشاہدہ کافی نہیں۔

کہ جو اللہ ہر رات ہر انسان کو "نیند" کی صورت "موت" دیتا ہے اور ہر صبح جگانے کی صورت زندگی کے ہنگامے عطا کرتا ہے۔ کیا وہ حقیقی موت کے بعد انسان کو (پھر جگانے) زندہ کرنے پہ قادر نہیں ہو گا؟

میرا مقصد یہ ہے کہ آئندہ عالم برزخ کی اشاعت سے پہلے اللہ عزوجل کے ارشادات کی تائید میں جس طرح آپ نے صوفیوں کے خواب ترتیب دیئے ہیں اسی طرح جدید علوم کے حوالوں کو بھی شامل کر لیں۔ تو اس کتاب کو اپنی افادیت اور اہمیت میں اور بھی چار چاند لگ جائیں گے۔ انشاء اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

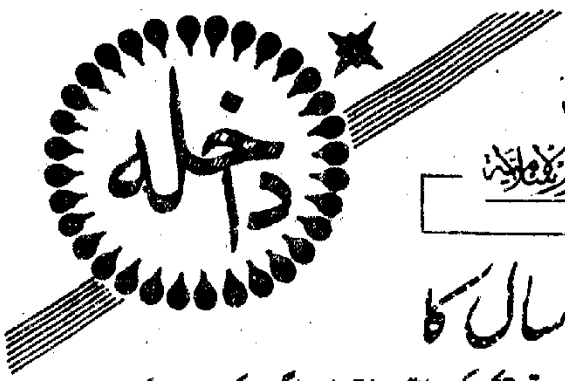

داخلہ

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ (رحمانیہ)

کلیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیۃ میں

کے

نئے تعلیمی سال کا

کلیہ ہذا کا مقصد قرآن کریم کی اشاعت و ترویج کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی ہدایت بھی ہے جو قرآن ہی کے نام پر مستشرقین کے غلط نظریات کے زیر اثر متنوع قراءات کے "معجزہ قرآن" ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے برصغیر پاک و ہند میں مروجہ درس نظامی کے ساتھ ساتھ تجوید و قراءت (سبعہ و عشرہ) کی مکمل تعلیم کا خصوصی انتظام کیا گیا ہے تاکہ اس کلیہ کا فارغ مستند عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر فن تجوید و قراءات (سبعہ و عشرہ) بھی ہو۔

الحمد للہ! کلیہ ہذا اپنے نصاب اور طرز تعلیم کے اعتبار سے پاکستان بھر میں ایک مثالی درسگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

داخلہ کا معیار: دو مختلف مراحل تعلیم کے لئے حسب ذیل ہے:

الثانویۃ: درجہ ہذا میں دینی علوم کی ثانوی کے ساتھ ساتھ "نصاب تجوید" کی تکمیل کروائی جاتی ہے جس میں داخلہ کے لئے حافظ قرآن اور مڈل معیار کا حامل ہونا ضروری ہے۔ **العالیۃ:** اس درجہ میں دینی علوم کی عالیہ کے ساتھ ساتھ قراءات (سبعہ و عشرہ) کا خصوصی نصاب بھی شامل ہے۔ جس میں داخلہ کے لئے دینی علوم کی ثانوی کے علاوہ روایت حفص سے مکمل فراغت ضروری ہے۔

علاوہ ازیں عصری علوم کے لئے میٹرک تا بی۔ اے باقاعدہ تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ داخلہ کی درخواستیں ۱۵ شوال ۱۴۲۱ھ تک درج ذیل پتہ پر ارسال کریں اور انٹرویو کے لئے ۲۲ شوال ہمراہ اصل سندات بمعہ سرپرست آویں۔

نوٹ: کلیۃ الشریعۃ، مدرسہ رحمانیہ اور شعبہ حفظ کا داخلہ حسب سابق ۸ شوال سے شروع ہوگا

قاری محمد ابراہیم میر محمدی خادم کلیۃ القرآن الکریم ۹۱ بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن نزد برکت مارکیٹ لاہور ۸۴۳۲۲۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

Regd. No. L : 7895 www.KitaboSunnat.com Phone : 852897

'MUHADDIS' Lahore

★ عناد اور تعصّب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں ـــــ لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمّت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

★ علوم جدیدہ سے ناواقفیّت اور انکار، انسانی اِرتقا کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں ـــــ لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمّت کی تباہی کا سبب ہے۔

★ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے ـــــ لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیّت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

★ تبلیغ دین اور نشر و اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیّہ کے خلاف ہے ـــــ لیکن حرام و حلال کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی رُوح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

★ آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے ـــــ لیکن

ع جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

★ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عباد صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے ـــــ لیکن جاہلیّت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

◎

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو:

مُحدِّث

کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزیّن پائیں گے ان شاء اللہ۔ کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL : 99 (J) MODEL TOWN, LAHORE-14

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ